







أما خاتم النبیین ﷺ لاني بعدی

عقیدة
ختم النبوة

جلد نهم

الإدارة لتحفظ الحقائق الإسلامية



مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ
وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ

الآية (٤٠) سورة الاحزاب

قصیدہ بردہ شریف

از: شیخ العرب اہم امام محمد شرف الدین ہمدانی مصری شافعی رحمۃ اللہ علیہ

مَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلَى حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ

سید میرے مالک و مولیٰ درود و سلامتی نازل فرما ہمیشہ میرے پیارے حبیب پر جو تمام مخلوق میں افضل ترین ہیں۔

مُحَمَّدًا سَيِّدَ الْكَوْنَيْنِ وَالْثَّقَلَيْنِ
وَالْفَرِيقَيْنِ مِنْ عَرَبٍ وَمِنْ عَجَمٍ

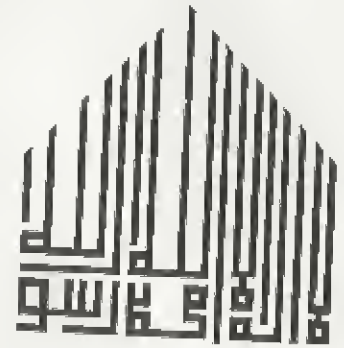
محمدؐ کو سید عالم و زمین و آسمان و دونوں جہانوں کے اور عرب و عجم دونوں جہانوں کے۔

فَاقَ النَّبِيِّينَ فِي خَلْقٍ وَفِي خُلُقٍ
وَلَعَبِيدَ الْوَهْ فِي عِلْمٍ وَلَا كَرَمٍ

آپ ﷺ نے تمام انبیاء علیہم السلام پر حسن و اخلاق میں فوقیت پائی اور وہ سب آپ کے مراتب علم و کرم کے قریب بھی نہ پہنچ سکے۔

وَكُلُّهُمْ مِنْ رُسُولِ اللَّهِ مُلْتَمِسٌ
عَرَفًا مِنْ الْبَحْرِ أَوْ رَشْفًا مِنَ الدِّيَارِ

تمام انبیاء علیہم السلام آپ ﷺ کی بارگاہ میں ملتمس ہیں آپ کے دریا سے ایک چلو یا بارانِ رحمت سے ایک قطرے کے۔



الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَاتَمَ النَّبِيِّينَ

وَكُنْ أَيْ أَيْ الرُّسُلُ الْكِرَامُ بِهَا
فَالْتَمَّا اتَّصَلَتْ مِنْ تَوْرَةٍ بِهِمْ

تمام حجرات جو انبیاء علیہم السلام کے دراصل حضور ﷺ کے توری سے انہیں حاصل ہوئے۔

وَقَدْ مَتَّكَ جَبِيْعُ الْأَنْبِيَاءِ بِهَا
وَالرُّسُلُ تَقْدِيْعُهُمْ عَلَى خَلَامِ

تمام انبیاء علیہم السلام نے آپ ﷺ کو (سہرا کسی میں) مقدم فرمایا خود کو خاندانوں پر مقدم کرنے کی مثل۔

بُشْرَى لَنَا مَعْشَرَ الْإِسْلَامِ إِنَّ لَنَا
مِنَ الْعِنَايَةِ زَكَاةً غَيْرَ مُنْهَدِمٍ

اے مسلمانو! ازبکی خوشخبری ہے کہ اللہ ﷻ کی سرہانے سے ہمارے لئے ایسا ستون عظیم ہے جو کبھی گرنے والا نہیں۔

فَإِنَّ مِنْ جُودِكَ الدُّنْيَا وَصَرَّتْهَا
وَمِنْ عُلُومِكَ عَلَمَ الْوُجْهِ وَالْقَلَمِ

یا رسول اللہ ﷺ آپ کی بخششوں میں سے ایک بخشش دنیا و آخرت میں اور علم لوح و قلم آپ ﷺ کے علوم کا ایک حصہ ہے۔

وَمَنْ تَكُنْ بِرَسُولِ اللَّهِ نُصْرَتُهُ
إِنْ تَلَقَّهِ الْأُسْدُ فِي أَحْجَا مَهَا تَجِمُ

اور جسے آگاہے دو جہاں ﷺ کی مدد حاصل ہو اسے اُس جنگل میں شیر کی سی آواز سنائی دے گی۔

لِنَادَعَا اللَّهَ دَاعِيَتَا لِرِطَاعَتِهِ
بِأَكْرَمِ الرُّسُلِ لَنَا أَكْرَمَ الْأَمَمِ

جب اللہ ﷻ نے اپنی دعوت کی طرف بلائے والے محبوب و اکرم الرسل فرما دیں تو ہم بھی سب امتوں سے اشراف قرار پائے۔

سَلَامٌ رَحْمَةً

اذا اقامت حضرت محمد بن عبد الله عليه السلام في دارنا فليحفظ
امام احمد رضا عفتن محمد قادی بڑکانی بنی بڑیلوی جڑالہ علیہ

مُصْطَفَىٰ جَانِ رَحْمَتٍ بِهِ لَاحُكُونُ سَلَامٌ
شَمْعُ بَزْمِ هِدَايَتٍ بِهِ لَاحُكُونُ سَلَامٌ

بہر چرخ نبوت پر روشن دُرود
مُلکِ بارخ رسالت پر لاکھوں سلام

شبِ اسری کے دولہا پر دائم دُرود
نوشہ بزمِ جنت پر لاکھوں سلام

صاحبِ رجعت شمس و شفق القمر
نائبِ دستِ قدرت پر لاکھوں سلام

حجرِ اسود و کعبۃ جنان و دہل
یعنی ہر نبوت پر لاکھوں سلام

جس کے ماتھے شفاعت کا رسمہ اربا
اس جبینِ سعادت پر لاکھوں سلام

فتحِ بابِ نبوت پر بے حد دُرود
ختمِ دوہرِ رسالت پر لاکھوں سلام

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں تھا
مُصْطَفَىٰ جَانِ رَحْمَتٍ بِهِ لَاحُكُونُ سَلَامٌ

محفوظات جميع الحقوق

نام کتاب	عقیدۂ ختم النبوة
ترتیب و تحقیق	حضرت علامہ مفتی محمد امین دہلوی مدظلہ العالی
جلد	نہم
سن اشاعت	2009 / 1430ھ
قیمت	300/-

ناشر

الإدارة لتخفيض العقائد الإسلامية

آفس نمبر 5، پلاٹ نمبر Z-111، عالمگیر روڈ، کراچی

www.khatmenabuwat.com

www.khatmenabuwat.net



فہرست

صفحہ نمبر

تفصیل

نمبر شمار

شیر اسلام ابو الفضل مولوی

09

① ابو الفضل محمد کرم الدین دبیر

15

② تازیانہ عبرت

حضرت فاضل اجل جلیل علامہ ابو الاسد

301

③ منہ اگر محمد عیسیٰ الحقیقہ خانی حنفی جلالہ علیہ

309

④ الشیو الکلاسیہ لقطع الدعاوی الغلابیہ

مناظر اسلام حضرت مولانا

455

⑤ ابو منظور محمد نظام الدین حنفی قادیانی

459

⑥ قہر یزیانی بر قلعہ قادیانی



شیر اسلام ابو الفضل مولوی

ابو الفضل محمد کرم الدین دبیر (رییس بحین ضلع جہلم)

○ حالات زندگی

○ رد قادیانیت

حالات زندگی:

ابوالفضل مولانا محمد کرم الدین دبیر ۱۲۶۹ھ میں موضع بھیس چکوال میں پیدا ہوئے۔ غناء کرام کے علاوہ آپ نے حضرت مولانا فیض الحسن سہارنپوری اور حضرت امام احمد علی محدث سہارنپوری سے علم کی تحصیل کی۔ آپ ایک جید عالم دین تھے۔ ان نذرہ میں بے مثل و بے نظیر تھے۔ تقریر و تحریر اور منظر و سبب باطلہ کا بھرپور شہید کے مشہور مناظر مرزا احمد علی اور دوسرے شیعہ علماء سے مناظرے کئے۔

اسی حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب حسام الحرمین (جس میں بعض علماء ہند پر فتویٰ تکفیر صادر کیا گیا ہے جس کی تائید علماء عرب نے بھی کی) کے مندرجات کی بے یاری اور رد و ہایت آپ کی زندگی کا محبوب مقصد تھا۔ حضرت میاں بخش کھڑی شریف ہارمیر کی کتاب ہدایت المسلمین کی مہسوط تقدیم لکھی جس میں آپ لکھتے ہیں:

یہ اعلیٰ نجد سے اول یہ آفت پھر آ پٹنی یہ در ہندوستان ہے
یہ شائیں بہت اس کی یارو گرو سب کا مگر نجدی میاں ہے
اول مرزائی کوئی نیچری ہے کوئی چکڑا لوی ابن القرآن ہے
لہذا دین میں فتنہ انہوں نے پڑا ایک شور سا اندر جہاں ہے

رد قادیانیت:

حضرت مولانا دبیر اہلسنت کی شمشیر بے نیام تھے۔ مرزا قادیانی کی تردید میں بڑا مہم ادا کیا۔ ہفت روزہ "سراج الاخبار" کے ذریعے ایک عرصہ تک قادیانی کا تعاقب کیا۔

علامہ موصوف کو قادیانیوں کے خلاف مقدمہ بازی کی وجہ سے پورے برصغیر میں شہرت دوام حاصل تھی۔ آپ کے قادیانیوں سے متعدد مقدمات عدالت ہائے جہلم گورداسپور اور سیالکوٹ وغیرہ میں ہوئے۔ آپ نے اپنے مقدمات کی مفصل روئیداد اپنی کتاب ”تازیانہ عبرت معروف بہ متمنی قادیان قانونی ٹکنجھ میں“ میں قلمبند فرمادی ہے۔ تازیانہ عبرت کے آغاز میں ”باعث اشاعت“ کے عنوان کے تحت آپ رقم طراز ہیں :

”آج سے تقریباً اٹھائیس سال پہلے چند فوجداری مقدمات میرے اور مرزائیوں کے درمیان جہلم و گورداسپور میں ہو گزرے ہیں ان میں سے ایک مقدمہ میں مرزا قادیانی تقریباً دو سال تک سرگرواں رہا۔ آخر عدالت سے مرزایاب ہو گیا اور اپیل میں بڑے مصارف کے بعد ایک انگریزی وکیل کی خدمات سے بمشکل مرزا معاف کروائی۔ ان مقدمات کی روداد اکثر اخبارات بالخصوص سراج الاخبار جہلم میں شائع ہوتی رہی ہے۔ پھر احباب کے اصرار پر علیحدہ کتابی صورت میں بھی چھاپی گئی جو اسی وقت ہاتھوں ہاتھ بک گئی۔ چونکہ نتائج مقدمات مرزائی جماعت کے حسب مراد نہ تھے اس لئے مرزائیوں نے کوئی روداد وغیرہ شائع نہ کی۔ لیکن بعد میں مرزائی قادیانی نے حسب عادت اپنی کتب نزول المسیح اور حقیقۃ الوحی وغیرہ میں ان مقدمات کو بھی اپنی پیش گوئیوں اور نشانات میں داخل کیا۔ اس کے حواری مولوی محمد علی اور مرزا محمود علی بھی اپنی بعض کتب میں ان مقدمات کا ذکر پھرائے ہیں کیا۔ چونکہ مرزا قادیانی خود تھوڑے عرصے بعد ہی راہ گیر عالم جودانی ہو گیا تھا اس لئے ہمارے اس بارے میں سکوت اختیار کیا لیکن بعض احباب نے جب مرزائیوں کی وہ لمن ترانیاں سنیں تو انہوں نے اصرار کیا کہ روداد مقدمات دوبارہ شائع کی جائے اور عوام کو اصل حقیقت سے آگاہ کر دیا جائے کہ مقدمات کے نتائج و عواقب مرزا قادیانی اور اس کی جماعت کے حق میں باعث کامیابی نہیں بلکہ انتہائی ذلت کا باعث تھے۔ اصرار صحیح کیفیت

۱۱ بارہ شائع نہ کی جائے تو ناواقف اشخاص کو بہت مغالطہ ہوگا اس لئے اب یہ روداد مکرر بہت ہی ترمیم اور اضافہ جات کے ساتھ شائع کی جاتی ہے۔ کتاب کا مطالعہ قارئین کی دلچسپی کا باعث ہوگا اور ممکن ہے کہ کوئی طالب حق مرزائی اسکو پڑھ کر راہ راست پر آجائے۔

(تازیانہ عبرت)

ایک انتہائی اہم بات جو ان مقدمات میں سامنے آئی وہ مرزائی قادیانی اور اس کے پیلوں کی راست بازی کی حقیقت کا عوام کے سامنے کھل کر آنا تھا۔ اس سلسلہ میں مولانا کرم الدین دبیر صاحب کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں :

”ان مقدمات نے بہت بڑا راز جو کھولا وہ مرزا قادیانی کی صداقت کی قلعی کھولنا ہے۔ مرزا قادیانی نے اپنے حلفی بیانات میں جو عدالت میں اس نے لکھائے بہت جھوٹ بولے ہیں جسکی مکمل فہرست ہم اس روداد کے آخر میں ہدیہ قارئین کریں گے اور ساتھ ہی ان کے بعض ارکان نے جو کچھ غلط بیانات کہیں ان کی بھی فہرست دیں گے تاکہ پبلک اس امر سے پورا فائدہ اٹھائے کہ جو شخص عدالت میں حلفی بیانات میں جھوٹ بولے وہ کبھی بھی خدا کا راستہ باز بندہ، ولی یا امام دینی نہیں ہو سکتا۔ ہم ان بیانات سے ثابت کریں گے تاکہ سوچنے والوں کو مرزا قادیانی کے دعویٰ مسیحیت و نبوت کے صدق و کذب کا معیار مل سکے۔ ایسے مقدمات میں جرمات کا ہونا یا نہ ہونا یا معاف ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں ہوتی۔ ایسے واقعات ہمیشہ ہوتے رہتے ہیں۔ سب سے اہم بات ایسے مواقع پر کذب و صدق کا پرکھنا ہوتا ہے جو ان مقدمات میں ظاہر ہو چکا ہے۔“ (تازیانہ عبرت)

اسلام کے یہ بطل جلیل عقیدہ اہلسنت و جماعت کے محافظ تحریک ختم نبوت کے روح رواں اپنی عمر چھیانوے سال مکمل کرنے کے بعد ۱۸ شعبان ۱۳۶۱ھ کو اس جہان فانی سے کوچ فرما گئے۔ موضع بھیں ضلع چکوال میں آپ کی آخری آرام گاہ ہے۔



تَازِيَاةٔ عِبْرَتُ

الْمُحَرِّفُ

مُتَبَنِّی قَادِیَانِ قَانُونِ كَے شَكْخِہٖ مِیں
یعنی رَوْدَادِ فَوْجِہَارِی گُردِ اِسْپُور

(سَنِ تَصْنِیْفِ : 1932ء)

تَصْنِیْفُ لَطِیْفُ

شیرِ اِسْلَامِ اَبُو الْفَضْلِ مَوْلَوِی

اَبُو الْفَضْلِ مُحَمَّدُ کَرَمُ الدِّیْنِ دُبَّیْرُ

(رَئِیسُ مَحْمِلِ صَنْعِ جِلْدِ)

نذر محقر

میں اپنی اس ناپیز تصنیف کو خلوص قلب سے ہندوگان عالی حضرت قبلہ خواجہ پیر مہر علی شاہ صاحب مدظلہ سجادہ نشین گولڑہ شریف کے اسم گرامی سے معنون کرتا ہوں۔

ماشاء اللہ آپ اوج فضل و کمال کے نیر تاباں اور سپہر غم و عرفان کے مہر درخشاں ہیں۔ اسلام و اسلامیان کو آپ کی ذات والا پر فخر و تازہ ہے۔ آپ ہی وہ مقدس ہستی ہیں۔ ان کو شرف حسب و نسب کے علاوہ جملہ علوم ظاہریہ و باطنیہ میں کمال حاصل ہے۔ خلق خدا آپ کے چشمہ فیض سے سیراب ہو رہی ہے اور عقیدہ تمندان دربار آپ کے سایہ عاطفت میں مبنی و دنیوی برکات سے مالا مال ہو رہے ہیں۔ اس کتاب کو آپ کے نام نامی سے سن کر نے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جن مقدمات کا کتاب ہذا میں تذکرہ ہے۔ ان میں نامہ سار کو کامیابی اور مخالف فریق کو شرمناک شکست خدا کے فضل اور آپ ہی کی دعا و برکت کا نتیجہ ہے۔ آپ ہی نے لاہور شاہی مسجد میں رونق افروز ہو کر حق کا جھنڈا بلند کیا۔ اور مہیدار نبوت و رسالت مرزائے قادیان کو میدان میں مقابلہ کیلئے لاکھا رہا۔ لیکن آپ کے علمی حرار اور مسلم الثبوت کمالات سے دہشت زدہ ہو کر قادیانی کو سوائے قادیان کی چار دیواری میں محنتی ہونے کے چارہ نظر نہ آیا۔ اسی روز سے مرزائیت کا ظلم ٹوٹ کر دجالی فتنہ کا اتیسال ہو چکا تھا۔ قادیانی کار ہا سہا پر وہ مقدمہ بازی میں فاش ہو کر اسکے دجل و فریب کا پال کھل گیا اور اسکے مکرو تلبیس کا خاتمہ ہو گیا۔

ایز و متعال ہمارے غوث وقت قطب زمان حضرت پیر صاحب کا ظل ہمایوں دیر تمام متوسلین دربار کے سروں پر قائم و دائم رکھے۔ ع

”ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد“

اخیر میں خاکسار اپنی یہ نذر محقر با امید قبولیت بارگاہ عالی میں پیش کرنے کی مسرت کرتا ہے۔ مگر قبول افتد ہے عذ شرف

خاکسار ”مصنف“

بسم الله الرحمن الرحيم

باعث اشاعت کتاب

آج سے قریباً انیس سال پہلے چند فوجداری مقدمات میرے اور مرزائیوں کے مابین جہلم گورداسپہ میں ہو گزرے ہیں ان میں سے ایک مقدمہ خاکسار کی جانب سے جناب مرزا غلام احمد صاحب بانی سلسلہ مرزائیت کے خلاف ازالہ حیثیت عرفی کا تھا۔ اس مقدمہ میں مرزاجی قریباً دو سال تک سرگردان رہے اور ہر قسم کی تکالیف کا نشانہ بنے رہے۔ آخر عدالت سے سزایاب ہو گئے اور اپیل میں بڑے مصارف کے بعد ایک انگریز وکیل کی خدمات حاصل کر کے بمشکل سزا سے رہائی حاصل ہوئی۔ ان مقدمات کی رویداد اکثر اخبارات بالخصوص سراج الاخبار جہلم میں شائع ہوتی رہی تھی۔ پھر احباب کے اصرار پر علیحدہ کتابی صورت میں بھی چھاپی گئی جو اسی وقت ہاتھوں ہاتھ بک گئی۔ چونکہ نتائج مقدمہ مرزاجی اور ان کی جماعت کے حسب مراد نہ تھے۔ اس لیے مرزائیوں نے مقدمات کی کوئی روئداد شائع نہ کی۔ لیکن بعد میں مرزا صاحب نے حسب عادت خود اپنی تصانیف نزول المسیح اور حقیقۃ الوحی میں ان مقدمات کو بھی اپنی پیشگوئیوں اور نشانات کی فہرست میں داخل کیا۔ ان کے حواری مولوی محمد غنی ایم اے اور مرزا محمود نے بھی اپنی بعض کتابوں میں ان مقدمات کا تذکرہ اسی پیرایہ میں کیا۔ چونکہ جناب مرزا صاحب تھوڑے عرصہ کے بعد راگیر عالم جاودانی ہو گئے تھے اس لیے ہم نے اس بارہ میں سکوت اختیار کیا لیکن بعض احباب نے جب مرزائیوں کی وہ لہن ترانیاں سنیں انہوں نے اصرار کیا کہ روئداد مقدمات دوبارہ شائع کی جا کر پبلک کو اصل حقیقت سے آگاہ کر دیا جائے کہ مقدمات کے نتائج و عواقب مرزا اور انکی جماعت کے حق میں باعث کامیابی نہیں بلکہ انتہائی ذلت کا باعث تھے اگر صحیح کیفیت

دوبارہ نہ شائع کی جائے تو بہت سے ناواقف اشخاص کو بہت کچھ مغالطہ ہوگا۔ اس امر کا دورہ دینے والوں میں سے میرے مخلص دوست مولوی حکیم غلام محی الدین صاحب دیالوی اور عرصہ سے مصر ہو رہے تھے۔ اسلئے اب یہ روئداد مکرر بہت سی ترمیم اور ایزادی مضامین لیساتھ شائع کی جاتی ہے۔ غالباً کتاب کا مطالعہ ناظرین کی دلچسپی کا باعث ہوگا۔ اور ممکن ہے کہ کوئی طالب حق مرزائی اسکو پڑھ کر راہ راست پر آجائے۔ واللہ هو الہادی۔

خاکسار "مصنف"

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مختبئی قادیان یعنی مرزا غلام احمد ولد مرزا غلام مرتضیٰ ملک پنجاب قریہ قادیان میں مغلوں کے گھر پیدا ہوئے اردو، فارسی کے علاوہ کسی قدر علوم عربیہ کی تعلیم بھی حاصل کی۔ علم طب میں بھی کچھ دخل تھا۔ پہلے آپ سیالکوٹ میں ایک ادنیٰ ملازمت محرر جرمانہ کی اسی پر نوکر تھے پھر آپکو قانون پڑھ کر وکیل بننے کی ہوس ہوئی۔ قانونی کتب کی رت لگا کر امتحان حقاری میں شامل ہوئے جس میں کامیابی نہ ہوئی۔ بالآخر بہت کچھ سوچ بچار کے بعد یہ بات سوچھی کہ بحث و مباحثہ کا سلسلہ چھیڑ کر پہلے شہرت حاصل کی جائے۔ ازیں بعد مہمیت مجددیت وغیرہ دعاوی کی اشاعت کر کے کچھ لوگ اپنے معتقد بنا لیے جائیں اور دوام کو دام تر ویر میں پھنسا کر خوب لوٹا جائے۔ زمانہ آزادی کا تھا، شہرت و ناموری حاصل کرنے کے لیے پریس قوی ذریعہ موجود تھا۔ بحث و مباحثہ کی طرح ذال کر آریاؤں، عیسائیوں سے چھیڑ خانی شروع کر کے اشتہار بازی کی گئی۔ جب پبلک کی ادھر

کسی قدر توجہ ہوئی تو ایک لمبا چوڑا اشتہار دیا گیا کہ حقانیت اسلام کے متعلق ایک کتاب تصنیف کی گئی ہے براہین احمدیہ جو تین سو جزو کی ہے اور اس میں تین سو بردست دلائل صداقت اسلام کے لکھے گئے ہیں۔ اس کی قیمت فی جلد پچیس روپیہ مشہر کی گئی۔ لوگ اشتہار دیکھ کر فریفتہ ہو گئے اور دھڑا دھڑا روپے آنے شروع ہو گئے۔ حتیٰ کہ تھوڑے دنوں میں دس ہزار روپیہ مرزا جی کے پاس جمع ہو گیا۔ کتاب بمشکل پینتیس (۳۵) جزو کی لکھی جا سکی۔ لیکن دلائل کا نمبر ایک سے بڑھ نہ سکا۔ اور یہ (۳۵) جزو بھی اس طرح پورے ہوئے کہ صفحہ پر جلی قلم سے چند سطور لکھ کر صفحہ پورا کر دیا گیا خریدار اس انتظار میں رہے کہ ضرور تین سو جزو کتاب میں تین سو بردست دلائل حقانیت اسلام و افضلیت قرآن کریم کا مطالعہ کریں گے۔ اور مرزا جی لطائف الجمل سے وعدہ وعید بھی کرتے رہے چنانچہ اپنی آخری کتاب حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۳۲۲ میں لکھا کہ ۲۳ واں سال ختم نہ ہوگا کہ تین سو نشان لکھ دیے جائیں گے لیکن یہ سب کچھ دروغ بیانی اور طفل تسلی تھی۔ نہ کتاب کے تین سو جزو پورے ہوئے نہ تین سو دلائل لکھے جاسکے۔ آخر دلائل کی جگہ ان نشانات نے لے لی جو حقیقۃ الوحی میں لکھے گئے ہیں۔ کہ فلاں روز ہمیں اتنے روپے وصول ہو گئے۔ فلاں روز ہماری طبیعت غلیل ہو گئی۔ فلاں دن لڑکے کا پاؤں پھسل گیا۔ فلاں فلاں لڑکا حرم سراء میں پیدا ہو گیا۔ فلاں مقدمہ میں ہمیں جیت ہو گئی وغیرہ۔ ذلک من الخرافات۔ ان نشانات پر ہم کسی قدر روشنی ڈالیں گے لیکن ان نشانات کا نمبر بھی (۲۰۵) تک پہنچ کر ختم ہو گیا چنانچہ آخری یہی نمبر تہ حقیقۃ الوحی میں درج ہو کر خاتمہ ہو گیا ہے۔

مناسب تو یہ تھا کہ مرزا جی کی اس صریح دھوکہ بازی اور ابلہ فریبی کو دیکھ کر مسلمان ہوشیار ہو جاتے اور سمجھ لیتے کہ یہ سب دکانداری ہے اور روپیہ ٹکے بنورنے کا سامان ہے اور

شان انیا میں بہت سے عقل کے اندھے ایسے بھی موجود ہیں کہ اپنی خوش اعتقادی سے صحت بازوں کی دکان کی گرم بازاری کا باعث بننے میں چنانچہ کی ایک اشخاص آپ کے مدد میں داخل ہو گئے۔ مرزا جی کا اس سے حوصلہ بلند ہو گیا وہ طرح طرح کے دعاوی بنائے۔ پہلے صرف ملہمیت اور مجددیت کا دعویٰ کیا پھر ظلی و بروزی نبی کے بھیس میں آئے۔ بالآخر کامل و مکمل نبی و رسول ہونے کا دعویٰ فرمایا بلکہ الوہیت کا جامہ پہن کر آسمان اور بنی زمین کی خالقیت کا بھی دم بھرنے لگے۔ اور ابن اللہ بلکہ معاذ اللہ ابواللہ بننے لگے۔ بھی الہام تراشے گئے۔ انکی تفصیل آگے آئیگی۔

مرزا جی کا جہاد

اگرچہ مرزا جی (عصمت بی بی از بیچادری) جہاد باسیف کی قدرت نہ رکھنے کے باعث امریزوں کو خوش کرنے کے لیے حرمت جہاد کا فتوے دیکریوں گہرا نشانہ کرنے لگے: اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال دیں کے لیے حرام ہے اب جنگ اور قتال لیکن آپ کے جہاد باللسان و القلم کی زو سے بند و مسلمان عیسائی وغیرہ کوئی قوم نہیں بچ سکی۔ بلکہ سچ پوچھو تو انبیاء کرام بالخصوص بنی آخر الزمان ﷺ اور آپ کی آل اہل بیت بھی آپ کی بدگوئی کا نشانہ بنے۔

توہین انبیاء

سب سے اول آپ کی دشنام طرازی کا تختہ مشق حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام بنے

اب مرزا نے تو حرمت جہاد فتویٰ دے دیا لیکن فرزند ارجمند (مرزا محمود) نے ایک چوٹی آہنی جنگ عظیم کے چھاتی کر دی کہ دو مسلمانوں (تروں) نے جنگ کریں، نیز جس روز بغداد اندری کے ہاتھ پرچہ مرزا انبیا

جن کے آپ جانشین اور مثل بھی بنتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں: ”آپکا خاندان بھی نہایت پاک مطہر ہے تین دایاں اور نائیاں آپکی زنا کار اور کسی عورتیں تھی جن کے خون سے آپکا وجود ظہور پذیر ہوا۔“ (حاشیہ صفحہ ۷، ضمیمہ انجام ۴۴۴)

”آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اس وجہ سے تھی کہ جدی مناسبت درمیان ہے ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک کنجری (کسی) کو یہ موقع نہیں دیتا کہ وہ اسکے سر پر ناپاک ہاتھ لگائے اور زنا کاری کی کمائی کا پلید عطر اسکے سر پرے اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے۔“ (حاشیہ صفحہ ۷، ضمیمہ انجام ۴۴۴)

یہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات کی توہین ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو وجیہا فی الدنیا والآخرۃ ومن المقربین (الآیۃ) فرما کر ان کی توصیف کی ہے پھر ان کے معجزات کی تحقیر کی جن کی شہادت صریح طور پر قرآن میں پائی جاتی ہے۔ چنانچہ حاشیہ ضمیمہ انجام ۴۴۴ صفحہ ۷ پر رقمطراز ہیں: ”ممکن ہے کہ آپ نے معمولی تدبیر کے ساتھ کسی شکور کو اچھا کیا ہو یا کسی اور بیماری کا علاج کیا ہو مگر آپ کی بدقسمتی سے اس زمانہ میں ایک تالاب بھی موجود تھا۔ جس سے بڑے بڑے نشان ظاہر ہوتے تھے۔ خیال ہو سکتا ہے کہ اس تالاب کی مٹی آپ بھی استعمال کرتے ہوں گے۔ اسی تالاب سے آپ کے معجزات کی پوری حقیقت کھلتی ہے اور اسی تالاب نے فیصد کر دیا ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ بھی ظاہر ہوا ہو تو وہ معجزہ آپ کا نہیں بلکہ اس تالاب کا معجزہ ہے اور آپ کے ہاتھ میں سوائے مکرو فریب کے اور کچھ نہ تھا۔“

ایسا ہی ازالہ اوبامہ صفحہ ۳۰۲ حاشیہ میں لکھا ہے: ”جو لوگ فرعون کے وقت مصر میں ایسے ایسے کام کرتے تھے جو سانپ بنا کر دکھلا دیتے تھے اور کئی قسم کے جانور تیار کر کے

ان وزندہ جانوروں کی طرح چلا دیتے تھے۔ وہ حضرت مسیح کے وقت عام طور پر یہودیوں میں پھیل گئے اور یہودیوں نے انکے بہت سے ساحرانہ کام سیکھ لئے تھے۔ سو تعجب کی جگہ نہیں کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح کو عقلی طور پر ایسے طریق (یعنی سحر اور جادوگری) پر اطلاع دیدی ہو جو ایک مٹی کا کھلونا کسی کل کے دبائے یا کسی بھونک مارنے کے طور پر ایسا پرواز کرتا ہو جیسا پرندہ پرواز کرتا ہے۔“

دوسری جگہ حاشیہ ازالہ اوبامہ ۳۰۹ میں ارشاد ہوتا ہے: ”اب یہ بات قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم باذن و حکم الہی المسیح نبی کی طرح اس عمل الہی (مسیحیت) میں کمال رکھتے تھے اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا ہو تو خدا تعالیٰ کے فضل سے امید تو کی رکھتا تھا کہ ان عجوبہ نمایوں میں حضرت مسیح ابن مریم سے کم نہ رہتا۔“

اسی کتاب کے صفحہ ۱۰۰ پر درج ہے: ”مسیح اپنے باپ یوسف کیساتھ بائیس سال تک تجارتی کرتے رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ بڑھئی کا کام درحقیقت ایسا ہے جس میں ہوں کی ایجاد میں عقل تیز ہو جاتی ہے پس کچھ تعجب نہیں کہ مسیح نے داود سلیمان کی طرح یہ عقلی معجزہ دکھلایا ہو ایسا معجزہ عقل سے بعید بھی نہیں حال کے زمانہ میں بھی اکثر حناغ ایسی ایسی چیزیاں بنا لیتے ہیں کہ بولتی بھی ہیں، ہلتی بھی ہیں، دم بھی ہلاتی ہیں اور میں نے سنا ہے کہ ان چیزیاں کل کے ذریعہ سے پرواز بھی کرتی ہیں، بمبئی اور ممبئی میں ایسے کھلونے بہت بننے لگے ہیں۔“

۱۔ اس شخص کا بے پردہ ہونا مسئلہ عقیدہ ہے اور قرآن کی نص صریح کی شہ ہے مرناسی نے بھی ادا کیا ہے۔ ۲۔ ۳۔ ۴۔ ۵۔ ۶۔ ۷۔ ۸۔ ۹۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰

جائے غور ہے کہ اللہ تعالیٰ تو حضرت مسیح کے معجزات کو ان کی فضیلت اور کمال نبوت کا نشان قرار دے کر یوں بیان فرمائے: اِنِّیْ قَدْ جِئْتُکُمْ بِاٰیَةٍ مِنْ رَبِّکُمْ اِنِّیْ اَخْلَقْتُ لَکُمْ مِنَ الطِّیْنِ کَھِیْنَةَ الطَّیْرِ فَاَنْفَخْتُ فِیْہِ فِیْکُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِ اللّٰہِ وَاِبْرَئِیْ الْاَکْمَہِ وَالْاَبْرَصَ وَاَحْیِی الْمَوْتِیْ بِاِذْنِ اللّٰہِ وَاَنْبِئْتُکُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدْخُلُوْنَ فِیْ بُیُوْتِکُمْ اِنْ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَةٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ ترجمہ: بیشک میں تمہارے پاس تمہارے رب سے یہ معجزات لے کر آیا ہوں کہ میں مٹی سے پرند کی سی صورت بنا کر اس میں پھونک مارتا ہوں پس وہ خدا کے حکم سے پرند ہو جاتی ہے اور میں مجکم خدا مرد زاد اندھے کو بینا کرتا اور مردے زندہ کرتا ہوں اور تمہیں بتا دیتا ہوں جو تم کھاتے اور جو گھروں میں ذخیرہ بنا رکھتے ہو۔ بیشک اس میں تمہارے لیے بڑا معجزہ ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔“ لیکن مثیل مسیح چونکہ اصل مسیح کی طرح ایسے معجزات و کرامات دکھانے سے قاصر تھے اس لیے کمال جہارت سے حضرت مسیح کے ان کھئے معجزات کو جسکی تصدیق قرآن کریم کے کھلے لفظوں میں ہے صاف جھٹلاتے اور ان کو صرف کھیل مناشہ اور شعبہ بازی اور سر اسر کر و فریب سے تعبیر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں ایسی باتوں کو مکر وہ اور قابل نفرت نہ سمجھوں تو مسیح سے بڑھ کر ایسے معجزات دکھلا سکتا ہوں۔ کیا یہ قرآن پاک کی صاف تکذیب نہیں ہے؟ پھر مرزا صاحب کے ان اقوال اور قول کفار میں کیا امتیاز ہے جو معجزات انبیاء کو دیکھ کر کہہ دیا کرتے تھے کہ یہ تو سحر اور مکر و فریب ہے جیسا کہ قرآن میں ہے: فَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِنْ هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ۝ ترجمہ: جب کفار نے یہ معجزات دیکھے تو کہنے لگے یہ تو صریح جادو ہے۔

یہ بات قابل غور ہے کہ ایک اولوالعزم نبی اللہ کی یوں تو ہیں اور اس کے معجزات اور نشانات کی استقدر تحقیر اور آیات قرآن کی ایسی تکذیب کرنے والا شخص مسلمان بھی رہ سکتا

بہ؟ چہ جائے کہ وہ ملہم، مجہد، نبی، رسول اور کیا کیا ہو۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ خیر مسیح سے تو رقابت تھی ان پر جس قدر برستے اس کی ایک وجہ ہو سکتی تھی لیکن آپ نے تو باقی تمام انبیاء بالخصوص نبی آخر الزمان کی تنقید صاف میں بھی کچھ کسرا تکی نہیں چھڑی۔ چنانچہ الہامات ذیل پر غور کیجئے:

۱۔ وَمَا اَرْسَلْنَاکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ ہم نے تجھے (مرزا کو) رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے۔ (ہیجۃ الوحی صفحہ ۸۲)

۲۔ لَوْلَاکَ لَمَّا خَلَقْتَ الْاَفْلَکَ۔ اگر تجھے پیدا نہ کرتا تو آسمانوں کو پیدا کرتا۔ (ہیجۃ الوحی صفحہ ۹۹)

۳۔ سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بَعْدَہٗ لَیْلًا۔ پاک ہے خدا جس نے اپنے بندے (مرزا) کورات کی سیر (معراج) کرائی۔ (ضمیر ہیجۃ الوحی صفحہ ۸۱)

۴۔ اَتُرٰکَ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ خَدَانٌ تَجِبُّ ہر ایک چیز پر فضیلت دی ہے۔ (ہیجۃ الوحی صفحہ ۸۵)

۵۔ آسمان سے کئی تخت اترے پر تیرا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا ہے۔ (ہیجۃ الوحی صفحہ ۸۹)

۶۔ لَہٗ خُسْفٌ الْقَمَرِ الْمَنِیْرُ وَاِنْ لِّیْ خُسْفًا الْقَمَرَانِ الْمَشْرِقَانِ اَتُنْکَرُ رسول پاک کے لیے خسوف قمر ہوا تو میرے لیے خسوف قمر و شمس ہوا۔ کیا تو انکار کر سکتا ہے۔

۷۔ مَبْشُرًا بِرَسُولٍ یَّاتِیْ مِنْ بَعْدِیْ اِسْمَہٗ اَحْمَدُ۔ بشارت دینے والا رسول (مرزا) کی جو بعد میں آئے گا اور اس کا اسم احمد ہوگا۔ (ازالہ صفحہ ۶۵)

۸۔ هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْہِدٰی۔ خدا وہ ہے جس نے اپنے رسول (مرزا) کو ہدایت کے ساتھ بھیجا۔ (ازالہ صفحہ ۶۵)

۹..... میرے نشان تین لاکھ ہیں۔ (حیدر الہی صفحہ ۱۱)

تخت گولڑوی میں لکھا ہے کہ آنحضرت سے تین ہزار مجزے ظاہر ہوئے۔

۱۰..... آنحضرت پر وصال کی حقیقت نہ کھلی۔ (ازادہ صفحہ ۶۵)

۱۱..... سورج کی کرنوں کی اب برداشت نہیں اب چاند کی ٹھنڈی روشنی کی ضرورت ہے۔ اور

وہ احمد کے رنگ میں ہو کر میں آیا ہوں۔ اب اسمہ احمد کا نمونہ ظاہر کرنے کا وقت ہے۔

اس لیے خدا نے جلالی رنگ کو منسوخ کر کے اسمہ احمد کا نمونہ ظاہر کرنا چاہا۔

غور کیجئے نمبر اول: میں مرزا جی حضور ﷺ کے خطاب رحمۃ اللعالمین جو آپ سے مختص ہے،

کے غاصب بنتے ہیں۔

نمبر دوم: میں آپ باعث تکوین عالم بنتے ہیں جس کا مفہوم یہ ہے کہ مرزا نہ ہوتے تو

حضور ﷺ بھی نہ ہوتے۔ (معاذ اللہ)

نمبر سوم: میں معراج کے رتبہ اعلیٰ میں جو حضور ﷺ کیلئے مخصوص تھا، شریک بنتے ہیں۔

نمبر چہارم: میں تمام چیزوں سے برتری کا دعویٰ ہے حتیٰ کہ محمد ﷺ سے بھی۔

نمبر پنجم: میں یہ ادعا ہے کہ مرزا کا تخت (رتبہ) سب سے بلند ہے حتیٰ کہ رسالت

مآب ﷺ سے بھی۔ (استغفر اللہ)

نمبر ششم: میں یہ ڈیگ ہے کہ حضور ﷺ نے لیے صرف خسوف قمر ہوا تو کیا میرے لئے

شمس و قمر دونوں کا خسوف ہوا۔

نمبر ہفتم: میں یہ ادعا ہے کہ آیت اسمہ احمد میں آنحضرت ﷺ کی نہیں بلکہ میری

بشارت ہے۔

نمبر ہشتم: میں یہ کہ حضور نہیں بلکہ ہدایت خلق کے لیے مرزا رسول مبعوث ہوا ہے۔

نمبر نهم: کا یہ مدعا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے صرف چند سو چند ہزار نشان تھے، لیکن مرزا کے

نشان لاکھ نشان ہیں۔ ان نشانات کا کچھ پتہ؟

نمبر دہم: میں تصریح ہے کہ مرزا پر ایسے حقائق کھلے جو حضور ﷺ پر نہیں کھل سکے۔ (مواذ اللہ)

نمبر یازدہم: میں حضور ﷺ کی نبوت و شریعت کی منسوخی کی تصریح ہے کہ آپ کی کریمیں

درج کی کرنوں کی طرح اذیت دینے والی (جلانیوالی) ہیں لیکن مرزا کی شعاعیں چاند کی

کرنوں کی طرح ٹھنڈک پہنچانیوالی ہیں اور مرزا ہی اسمہ احمد کا مصداق جمالی رنگ

ہیں، ہو کر دنیا میں جلوہ گر ہوا ہے۔

دیکھئے ان خرافات میں کس قدر تو بین رسول پاک اور مرزا کی انانیت کی بانگ

دہی مٹی ہے۔ کیا رسول خدا سے فضیلت و برتری کا مدعی آپ کی شان ارفع کی تنقیص کرنے

والا شخص بھی مسلمانوں میں شمار ہو سکتا ہے؟

اگر درخانہ کس است ہمیں حرف بس است

آل رسول ﷺ کی تذلیل

جب مرزا جی رسول پاک ﷺ کی ہیک شان سے نہیں ملے تو آل رسول

ﷺ کی انکسول میں کیا عزت ہو سکتی تھی۔ صاف کہنے لگے: کہ ”ایک تم میں ہے (یعنی

مرزا) جو علی ﷺ سے افضل ہے۔“ دوسری جگہ فرماتے ہیں:

نربلا نیست سیر ہر آنم صد حسین است در گریبانم

ایک حضرت امام حسین ﷺ کی کیسی تحقیق کی گئی ہے۔ اسی پر استغناء نہیں اور کیجئے۔

حضرت امام حسین نے معرکہ کربلا میں اپنے مبارک سامنے یہ معنی خیز جرز پڑھی تھی:

انا ابن علی الخیر من آل ہاشم کفانی بهذا مفخروا حین الفخر
میں علی سردار بنی ہاشم کا فرزند ہوں یہ فخر میرے لیے کافی ہے جب میں فخر کروں۔
و جدی رسول اکرم مما مشی ونحن سراج الله فی الناس یتلوه
میرے جد پاک رسول اکرم ﷺ تمام کائنات کے سردار ہیں۔ اور ہم لوگوں کے لیے خدا کی
طرف سے چراغ ہرایت ہیں۔

وفاطمہ امی سلالۃ احمد وعمی یدعی ذالجناتین جعفر
میری والدہ فاطمہ جگر گوشہ رسول ہیں اور میرے چچا جعفر طیار ہیں۔

چونکہ آپ کا یہ بیان مبنی بر حقیقت تھا اسلئے مخالفین (یزیدیوں) کو اس کا کوئی
جواب دینے کی جرأت نہ ہوئی لیکن افسوس کہ چودہویں صدی کے یزیدی صفت متنبی
قادیان (مرزا) نے اس کی کوپورا کیا۔ اسی بحرقہ فیہ میں اس کا معارضہ یوں کیا گیا ہے۔

والی قتیل الحب لکن حسینکم قتیل العدی والفرق اجلی و اظہر
میں محبت کا قتیل ہوں لیکن تمہارا حسین قتیل اعداء تھا یہ فرق ظاہر ہے۔

فوالله لیست فیہ منی زیادة وعندی شہادات من الله فانظروا
بخدا حسین کو مجھ سے کوئی فضیلت نہیں میرے پاس اس کے متعلق الہی شہادت ہیں،
سو چوتھی!

وشتان ما بینی و بین حسینکم فانی اؤید کل ان وانصر
مجھ میں اور تمہارے حسین میں بڑا فرق ہے کیونکہ مجھے ہر آن تائید الہی حاصل ہوتی ہے۔

واما حسین فاذکروا دشت کربلا الی ہذہ الایام تبکون فانظروا
لیکن حسین! تم دشت کربلا کو یاد کرو، آج دن تک تم در رہے ہو۔

معاذ اللہ ایسی گستاخی۔ حضور ﷺ نے حسین کو سید شباب اہل الجنة
فرمایا کہ تعریف کی ہے لیکن مرزا ہے کہ مسلمان کہلا کر آل رسول کی یوں ہتک شان کر رہا
ہے۔ حسینکم (تمہارا حسین) جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حسین مسلمانوں کا ہے مرزا کو
اس سے کچھ لگاؤ نہیں۔ سچ کہا کفار کومومنوں سے کیا تعلق؟ رسول پاک اور آل اطہار تو کیا
مرزا جی نے تو خدائے قدوس کی ہتک و توہین سے بھی دریغ نہیں کیا۔

توہین خدا

الہامات ذیل پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا جی خدا کے شریک ہی نہیں
بلکہ خدا سے اعلیٰ و افضل بننے کے مدعی ہیں:

۱ یا شمس یا قمر انت منی و انا منک (ہجیتہ الوی ص ۷۷)

اے سورج اے چاند تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔

۲ انت منی بمنزلۃ ولدی۔ تو میرے فرزند کی جگہ ہے۔ (ہجیتہ الوی ص ۷۷)

۳ ... الارض والسما معک کما هو معی (ہجیتہ الوی ص ۸۱)

زمین و آسمان تیرے (مرزا) کے ایسے ہی تابع ہیں جیسے میرے (خدا) کے تابع ہیں۔

۴ انما امرک اذا اردت شیئا ان تقول لہ کن فیکون۔

تیری شان یہ ہے کہ جب کسی چیز کو کہہ دے ہو چاہے تو وہ ہو جاتی ہے۔ (ہجیتہ الوی ص ۱۰۵)

۵ یتیم اسمک ولا یتیم اسمی۔

تیرا (مرزا) کا نام کامل ہوگا اور میرا (خدا) کا نام ناقص ناقص رہے گا۔

۶ ربنا العاج ہمارا خدا ہاتھی یا گوبر کا ہے۔ (براہین احمدیہ ص ۵۵)

۷ ہا یعنی ربی خدا نے مرزا سے بیعت کی ہے۔ (دفع ابانہ ص ۲۰)

۸..... انی مع الرسول اجیب اخطی و اصبیب. (ہیئۃ الوحی صفحہ ۱۰۳)

میں خدا، رسول مرزا کے ساتھ ہو کر جواب دیتا ہوں خطا بھی کرتا ہوں اور صواب بھی۔

۹..... یحمدک اللہ یمشی الیک. (ہیئۃ الوحی صفحہ ۸۹)

خدا تیری حمد کرتا ہے اور تیری طرف چل کر آتا ہے۔

۱۰..... انت من مائنا و ہم من فسل. (ابھین نمبر ۲، صفحہ ۳)

تو (مرزا) میرے پانی سے ہے اور دوسرے خشکی سے۔

۱۱..... خدا تعالیٰ اپنی تجلی کے ساتھ انسان پر سوار ہوا جیسے اونٹنی پر سوار ہوتا ہے۔

(توضیح المرام صفحہ ۸۵)

۱۲..... اس وجود اعظم (خدا) کے ہاتھ پیر ہیں، عرض و طول رکھتا ہے اور تیندوے کی طرح

اس کی تاریں ہیں۔ (توضیح المرام صفحہ ۸۵)

۱۳..... میں فنا کرنے والا اور پرورش کرنے والا درگوپال (کرشن) ہوں۔

(ہیئۃ الوحی صفحہ ۸۵)

۱۴..... میں نے کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں۔ اور یقین کیا کہ وہی ہوں اس حالت

میں میں یوں کہہ رہا تھا کہ ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں تو میں نے

پہلے تو آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا۔ جس میں کوئی ترتیب اور تفریق نہ تھی۔

پھر میں نے منشاء حق کے مطابق اسکی ترتیب اور تفریق کی اور میں دیکھتا ہوں کہ میں اس

کی خلق پر قادر ہوں۔ پھر میں نے آسمان دنیا کو پیدا کیا اور کہا انا ذینا السماء الدنیا

بمصاییح پھر میں نے کہا اواب انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کریں۔

(تہذیب النہر صفحہ ۷۸، ۷۹)

۱۵ انا نبشرك بعلام مظهر الحق و العلاکان نزل من السماء.

(ہیئۃ الوحی صفحہ ۹۵)

۱۶ میں نے اپنے ہاتھ سے کئی ایک پیشگوئیاں لکھیں اور وہ کاغذ دستخط کرانے کیلئے خدا

تعالیٰ کے سامنے پیش کیا۔ اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی تامل کے سرخی کی قلم سے دستخط کئے۔ اس

وقت قلم کو چھڑکا تو سرخی کے قطرے میرے کرتے اور عبد اللہ سنوری کی ٹوپی پر بھی گرے جو

اس وقت میرے پاؤں دہا رہا تھا۔ (ہیئۃ الوحی صفحہ ۲۵۵)

۱۷... قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔ (ہیئۃ الوحی صفحہ ۸۲)

الہامات بالا پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا جی کلمات شرک میں فرعون

مصر سے بھی نمبر لے گئے بلکہ آج تک ایسے کلمات کفر کی انسان کے منہ سے نہ نکلے ہوں

گئے۔

نمبر ۱: میں یہ تصریح ہے کہ مرزا خدا سے اور خدا مرزا سے ہے یعنی دونوں کا تعلق باہم باپ

بیٹے کا یا خلق و مخلوق کا ہے۔

نمبر ۲: میں یہ اقرار ہے کہ مرزا خدا کے بیٹے کی جگہ ہے یعنی خدا کا ضرور کوئی بیٹا ہے۔ اور مرزا

کا قائم مقام ہے۔ کیا وہی خدا جس کی تعریف لم یلد ولم یولد ہے اور جس نے فرمایا:

نکاد السموت یفطرون منه وتنشق الارض وتخر الجبال هدای ان دعوا

للرحمن ولدا ۵ (الاقیہ)

اب ان آیات کو منسوخ کر کے مرزا کو اپنا بیٹا یا بیٹے کی جگہ بنا دیتا ہے۔

نمبر ۳: میں یہ دعویٰ ہے کہ زمین و آسمان جیسے خدا کے تابع ہیں ویسے ہی بلا کم و کاست مرزا

کے تابع ہیں۔ (اسفغرا اللہ)

نمبر ۴: کا یہ مفہوم ہے کہ مرزا خدا کی صفت خالقیت میں اسکا شریک ہے خدا کی طرح یہ بھی کسی کو کہے کہ ہو جا تو پیدا ہو جاتی ہے۔

نمبر ۵: میں اپنے نام کو کامل اور خدا کے نام کو ناقص ثابت کیا گیا ہے۔ کیا کسی کافر نے پہلے بھی ایسا کہا؟

نمبر ۶: میں خدا کو مجسم ہاتھی دانت یا گوبر سے بنا ہوا بت قرار دیا ہے۔ (خدا تیری پناہ)
نمبر ۷: میں معاذ اللہ مرزا خود مرشد بیعت لینے والا اور خدا کو مرید بیعت کرنے والا قرار دیتا ہے۔ (اللہ رے جرات)

نمبر ۸: میں خدا مرزا کا ساتھ دے کر خطا کا ر بھی بن جاتا ہے۔ (نعوذ باللہ)
نمبر ۹: میں خدا مرزا کی تعریف کرتا ہوں اس کے پاس چل کر آتا ہے۔ (بالعجب)
نمبر ۱۰: میں مرزا خدا کے پانی سے اور مخلوق خشکی سے۔ خود ہی خیال کیجئے اس پانی سے کیا مراد ہے؟ ویسے تو خدا فرماتا ہے: کہ ہم نے ہر ایک چیز کو پانی سے بنایا ہے۔

نمبر ۱۱: میں خدا بے مثال کو ایک جانور اونٹ سے تشبیہ دی گئی ہے۔
نمبر ۱۲: میں خدا کو ہاتھ پیر عرض و طول رکھنے والا اور بہت تاروں والا تیندوا بنا دیا گیا۔ کیا یہ الہام رحمانی ہیں یا شیطانی؟

نمبر ۱۳: میں مرزا ہر چیز کے فنا کرنے والا اور پرورش کرنے والا محی و ممیت بن جاتا ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی صفات مختصہ سے ہیں۔

نمبر ۱۴: میں صریح خالق السموات والارض ما فیہا کا دعویٰ ہی نہیں بلکہ عملی طور پر بھی کائنات کی تخلیق اپنے ہاتھ سے کروینے کی لاف زنی کی گئی ہے۔ کیا مرزائی ایسا آسمان وزمین جو مرزا نے بنائے ہیں کہیں دکھا بھی سکتے ہیں؟

نمبر ۱۵: میں مرزا اپنے لڑکے کو خدا بنا دیتا ہے جو آسمان سے نازل ہوا۔ تو مرزا خدا کا باپ ۱۰۔ (معاذ اللہ)

نمبر ۱۶: میں تو مرزا جی نے خدا کو ایک خام نو لیس طفل مکتب بنا دیا ہے۔ جو کچھ وقت قلم بھاڑ کر اپنے اور بیگانے کے کپڑے خراب کر دیا کرتا ہے۔ کیا مرزائیوں مرزا جی کے اس فلسفہ کی داد دو گے؟ غالباً تم لوگوں نے بھی اس کرتے اور اس ٹوپی کے درشن کئے ہونگے۔

نمبر ۱۷: میں خدا پاک کی مقدس کلام قرآن کریم کو مرزا نے اپنے منہ کی باتیں کہہ کر اس کی تنقیص شان کی ہے۔ کیا کوئی ادنیٰ عقل والا انسان بھی ایسے خرافات سن کر پھر مرزا کو نہ مسلمان بلکہ ایک عاقل انسان بھی قرار دے سکتا ہے؟ ایسی زلیات تو پاگل بھی نہیں ہانکا کرتے۔ (مرزا یڈ! خدا را ہوش کرو)

مرزا جی کا ادعائے نبوت

مرزا جی کو دائرہ اسلام سے خارج کرنے کے لیے ان کا ادعائے نبوت ہی کافی دلیل ہے۔ آنحضرت ﷺ کے بڑے بڑے جلیل القدر صحابی تھے۔ کسی نے نبوت کا دعویٰ کرنے کی جرات نہ کی۔ آپ کے بعد بڑے بڑے پایہ کے اولیائے کرام حضرت غوث الاعظم عبدالقادر جیلانی جیسے سرخیل اولیاء کرام ہو گزرے ہیں لیکن ختم نبوت کی مہر توڑنے کا کسی کو حوصلہ نہ ہوا۔ لیکن چودہویں صدی کا مغض زادہ جس کے حسب و نسب کا پتہ ان کا ایک محرم راز، موطن حسب ذیل رباعی میں دیتا ہے۔

ایک قاطع نسل و یک مسجائے زماں یک مہتر لال بیکیان دوران
افتد چو گذر بقادیانت گاہے این خانہ تمام آفتاب است بداں
پہلے مبلغ اسلام کی حیثیت میں اٹھتا ہے پھر ملہم و مجدد و محدث کا خطاب حاصل

کر کے جھٹ مہدی پھر مثیل مسیح پھر یک لخت اصل مسیح بن جاتا ہے۔ پھر اس سے ترقی کر کے نبی ظلی بروزی کا جامہ پہنتا پھر کامل مکمل نبی و رسول بن کر دنیا کو لاکھ رتا ہے کہ میری رسالت کا کلمہ پڑھو ورنہ تم سب کا فر ہو۔ کیا ادعائے نبوت کوئی معمولی دعویٰ ہے۔ اگر سلطنت اسلام ہوتی تو پہلے ہی روز اس مدعی رسالت کا قصہ تمام کر دیا جاتا۔ کیا مسیلہ کذاب، اسود غسی کلہ تو حید کے قائل نہ تھے؟ کیا سجاح نے کوئی اور جرم کیا تھا کہ سب کام چھوڑ کر حضرت صدیق اکبر نے ان سے جہاد کی ٹھانی۔ اور سیف اللہ الجبار خالد جرار کو ان مرتدین کے استیصال کے لیے روانہ کیا۔ صرف ان لوگوں کا جرم ادعائے نبوت تھا جسکی وجہ سے خلیفہ اول کو ان پر فوج کشی کرنی پڑی اور ان لوگوں کی طاقت مرزائے قادیان سے کم نہ تھی، نہ ان کی جماعت مرزا کی جماعت سے کمزور تھی۔ مرزا تو اپنی امت کی تعداد بلا ثبوت لکھو کہا بیان کرتا ہے (اسکے متعلق کچھ آگے ذکر آئے گا) لیکن مسیلہ کذاب کے ماننے والوں کی تعداد فی الواقع لکھو کہا تھی چنانچہ کتب تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ جس وقت حضرت خالد سے اس کی نبرد آزمائی ہوئی اس وقت صرف مقدمہ الجیش میں مسیلہ کے چالیس ہزار سوار کا شمار کیا گیا تھا۔ آخر کار ان مدعیان نبوت کا خاتمہ کیا۔ آئندہ کے لیے ادعائے نبوت کا سد باب کر دیا گیا۔ اور آج تک کسی بطل کو دعویٰ نبوت کرنے کا حوصلہ نہ ہوا۔ چونکہ یہ زمانہ کفر والحاد کا ہے نبی و رسول تو کیا کوئی الوہیت کا مدعی بھی ہو کوئی نہیں پوچھتا کہ تمہارے منہ کے دانت ہیں۔ اسی لیے مرزا جی کو ادعائے نبوت کی جرأت ہوئی چنانچہ اسی لیے مرزا جی حکومت وقت کے ہمیشہ مدح و ثناء میں رطب اللسان رہے۔ چنانچہ ازالہ اوہام حصہ دوم صفحہ ۱۰۷ میں رقمطراز ہیں: ”اسلئے ہر ایک سعادت مند مسلمان کو دعا کرنا چاہیے کہ انگریز کی فتح ہو (خواہ سلطنت اسلامی سے مقابلہ کیوں نہ ہو۔ مصنف) کیونکہ یہ لوگ ہمارے محسن ہیں اور

سلطنت برطانیہ کے ہمارے سر پر بہت احسان ہیں“ (یہ کیا کم احسان ہے کہ آپ رسالت بلکہ الوہیت کے مدعی بن کر بھی صحیح و سلامت رہے..... مصنف)

دوسری جگہ فرماتے ہیں: ”سخت جاہل اور سخت نادان وہ مسلمان ہے جو اس گورنمنٹ سے کینہ رکھے۔ اگر ہم ان کا شکریہ نہ کریں تو پھر ہم خدا تعالیٰ کے شکر گزار نہیں کیونکہ ہم نے جو اس گورنمنٹ کے زیر سایہ آرام پایا۔ (خلق خدا کو لوٹا اور مزے اڑائے۔ مصنف) اور پار ہے ہیں وہ ہم کسی اسلامی سلطنت میں بھی نہیں پاسکتے۔“

سچ ہے اسلامی گورنمنٹ کب گوارا کر سکتی تھی کہ آپ نبی و رسول کہلا کر اپنے مسکن کو دارالامان، اپنے کنبہ کو اہل بیت، اپنی مستورات کو امہات المؤمنین کے خطابات عطا کریں۔ اونچی مسجد کو مسجد اقصیٰ سے تعبیر کریں تمام انبیاء و رسل پر اپنا تفوق ظاہر کر کے لکھیں:

آنکہ داد است ہر نبی را جام داد این جام را مرا تمام
غرض مرزا جی عجیب ذوقن شخص تھے ان کی ہر ایک بات ذو معنی ہوتی تھی جو کلام کرتے اس کے دونوں پہلے ملحوظ رکھا کرتے چنانچہ دعویٰ نبوت میں بھی دونوں پہلو ملحوظ خاطر رہے۔ ادعائے نبوت بھی کیا اور انکار نبوت بھی کرتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ بیچاری امت بھی ایسے پیچیدہ کلام کے باعث بھول بھلیاں میں پڑی ہوئی ادھر ادھر بھٹکتی پھرتی ہے۔ ایک جماعت لاہوری کہتی ہے کہ مرزا جی نے ہرگز نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ جو ان کو مدعی نبوت سمجھے جھوٹا ہے، بطلان ہے۔ دوسرا گروہ قادیانی کہتا ہے کہ مرزا جی حقیقی نبی تھے۔ انہوں نے کھلے لفظوں میں نبی و رسول ہونے کا دعویٰ کیا جو ان کو نبی و رسول نہیں مانتا وہ مسلمان نہیں وہ صاف کافر ہے۔

اب ہم مرزا صاحب کی کتابوں سے ادعائے نبوت اور انکار نبوت ہر دو امور پر بتصریح عبارات روشنی ڈالتے ہیں۔

ادعائے نبوت

مرزا جی کے دعوے نبوت و رسالت پر ان کے حسب ذیل ارشادات شاہد عدل ہیں۔

۱..... هو الذي ارسل رسوله بالهدى ميرے متعلق ہے۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۷)

۲ ... و مبشرا برسول ياتي من بعدى اسمه احمد كما صدق بين ہوں۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۷)

۳ بچا خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔ (دفع الہام صفحہ ۱۱)

۴..... طاعون گوستر برس دنیا میں رہے خدا قادیان کو اس کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا

کیونکہ یہ اس کے رسول کی تخت گاہ ہے۔ (دفع الہام)

۵..... ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نبی و رسول ہیں۔ (اخبار بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸)

۶..... میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اسی نے مجھے بھیجا

ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے۔ (تحریر حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۸)

۷..... جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء ابدال و اقطاب اس امت میں گذر چکے ہیں ان کو حصہ

کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ اسی وجہ سے نبی کا نام پانے سے میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۹)

۸..... اب خدا تعالیٰ نے میری وحی اور میری تعلیم اور میری بیعت کو مدار نجات ٹھہرایا

ہے۔ (اربعین نمبر ۲ صفحہ ۶)

۹..... مجھے اپنی وحی پر ایسا ہی ایمان ہے جیسے قرآن کریم پر۔ (اربعین نمبر ۲ صفحہ ۱۰)

۱۰..... جو مجھے نہیں مانتا وہ کافر اور مردود اور اس کے اعمال نام مقبول اور دنیا میں معذب اور

آخرت میں ملعون ہوگا۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۷)

۱۱..... وما ارسلناك الا رحمة للعالمين۔ ہم نے تجھے تمام دنیا پر رحمت کرنے کیلئے

بھیجا ہے۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۶)

۱۲..... لا تخف اني لا يخاف لذي المرسلون۔ مت ڈر میرے قرب میں میرے

رسول ڈر نہیں کرتے۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۱)

۱۳..... انا ارسلنا اليكم رسولا شاهدا عليكم كما ارسلنا الى فرعون

رسولا۔ ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا ہے اس رسول کی مانند کہ فرعون کی طرف بھیجا

گیا تھا۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۰۱)

۱۴..... اني مع الرسول اجيب اخطي واصيب۔ میں رسول کے ساتھ ہو کر جواب

دوٹا گا خطا بھی کروں گا اور صواب بھی۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۰۳)

۱۵..... اني مع الرسول افوم افطر واصوم میں اپنے رسول کے ساتھ کھڑا ہوں

گا۔ افطار کروں گا اور روزہ بھی رکھوں گا۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۰۳-۱۰۴)

یہ ایسے کھلے الفاظ و کلمات ہیں کہ ان کو دیکھ کر کوئی ذی بصیرت مرزا جی کے

ادعائے نبوت و رسالت میں شک و شبہ نہیں کر سکتا۔ لیکن تعجب ہے کہ باوجود ان تصریحات

کے مرزا جی کی امت کا ایک فریق ناہوری جماعت اس پر پردہ ڈالنے کی سعی بے سود کر رہے

ہیں اور لکھتے ہیں: کہ مرزا جی نے ہرگز نبوت و رسالت کا دعویٰ نہیں کیا۔ امت بچاری کا کیا

تصور۔

”چہ دلاور است دزدے کہ بکفت چراغ دارد“

مرزا جی خود ایسے خدا کے بندے ہیں کہ ایسے الہامات و دعا وحی کے ہوتے

ہوئے پھر دعویٰ نبوت و رسالت سے انکار بھی کرتے ہیں:

دو گونہ رنج و عذاب است جانِ مجنوں را بلائے صحبتِ لیلی و فرقتِ لیلی
انکار دعوی نبوت

عبارات ذیل میں، جو مرزا کی تصانیف میں ہیں، دعویٰ نبوت سے صاف انکار کیا گیا ہے اور یہ کہ مدعی نبوت کا فردائرہ اسلام سے خارج ہے۔

۱..... نبوت کا دعوے نہیں محدثیت کا ہے اور محدثیت کے دعوے سے دعویٰ نبوت نہیں ہو سکتا۔
(ازالہ ابہام صفحہ ۴۳۲)

۲..... محدث ناقص طور پر نبی ہوتا ہے۔ (ازالہ ابہام صفحہ ۵۲۹)

(پھر ایسا گھٹیا نبی بننے سے کیا فائدہ۔ مصنف)

۳..... رسول اور امتی کا مفہوم متباہن ہوتا ہے۔ (ازالہ ابہام صفحہ ۵۷۷)

(یعنی مرزاجی کا امتی ہو کر نبی بننا اجتماع نقیضین ہے جو محال ہے۔ مصنف)

۴..... وہ وعدہ کر چکا ہے کہ بعد آنحضرت ﷺ کوئی رسول نہیں بھیجا جائے گا۔

(ازالہ ابہام صفحہ ۵۸۶)

(خدا تعالیٰ کے دعویٰ میں تخلف نہیں ہو سکتا اسلئے مرزا ہرگز نبی نہیں ہو سکتا۔ مصنف)

۵..... صاحب نبوت نامہ ہرگز امتی نہیں ہو سکتا۔ (ازالہ ابہام صفحہ ۵۲۹) (مرزاجی امتی ہو کر نبی بننے کے اہل نہیں۔ مصنف)

۶..... معنی خاتم النبیین ختم کرنے والا نبیوں کا۔ (ازالہ ابہام صفحہ ۲۱۳) (مرزاجی نے خاتم النبیین کا معنی خود کر دیا ہے اب اس کے خلاف تاویلات قابلِ سماعت نہیں۔ مصنف)

وما کان لی ان ادعی النبوة والخرج الاسلام والحق بقوم کافرین
وما اننی لا اصدق الہاما من الہامانی الا بعد ان اعرضہ علی کتاب اللہ

واعلم ان کلما ینخالف القرآن فہو کذب والحاد و زندقہ فکیف ادعی النبوة وانا من المسلمین۔ (عماد البشری) ترجمہ: میرے لیے کتب روا ہے کہ نبوت کا دعویٰ کروں اور اسلام سے خارج ہو کر کافروں میں داخل ہو جاؤں خبردار میں اپنے کسی الہام کو سچا نہیں سمجھتا جب تک اسکو کتاب اللہ (قرآن) پر پیش نہ کر لوں۔ یہ معلوم ہو کہ جو دعویٰ قرآن کے مخالف ہو وہ الحاد اور زندقہ (بیدینی) ہے پھر میں کس طرح نبوت کا دعوے کر سکتا ہوں حالانکہ میں مسلمان ہوں۔

اس عبارت میں مرزاجی نے بڑی صفائی سے فیصلہ کر دیا ہے کہ دعویٰ نبوت کرنا کسی مسلمان کی جرأت نہیں ہے بلکہ یہ دعوے خلاف قرآن ہونے کی وجہ سے کفر و الحاد اور زندقہ ہے اور یہ کہ مدعی نبوت کا فردائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ گویا نمر

کیا لطف کہ غیر پر وہ کھولے جادو وہ جو سر پر چڑھ کے بولے
مرزاجی نے اپنے ہاتھ سے اپنے کفر کا فتویٰ لکھ دیا ہے یعنی دعویٰ نبوت کفر ہے اور مرزاجی مدعی نبوت ہیں اس لیے وہ مفتویٰ خود کا فرطہ اور زندیق ہیں نمر

ہو ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں زلیخانے کیا خود پاک دامن ماہ کنعان کا
مرزا نبیوالے اپنے مرشد کا فتویٰ اور قطعی فیصلہ سن لیا۔ کیا اب بھی کچھ شک و شبہ باقی ہے۔ مع
”کلا و حاشا ہر کہ شک آورد کافر گردد“

۸..... وما قلت للناس الا ما کتبت فی کتبی من اننی محدث و یکلمنی اللہ
کما یکلم المحدثین۔ میں نے لوگوں سے وہی بات کہی جو اپنی کتابوں میں لکھ دیا کہ میں نبی نہیں بلکہ محدث ہوں مجھ سے خدا کلام کرتا ہے جیسا محدثین سے کرتا ہے۔

پھر مرزاجی کے قادیانی مریدوں اور مرزا محمود کو کیا ہو گیا ہے۔ مرشد کی مخالفت

کر کے ان کو حقیقی نبی و رسول کہہ رہے ہیں؟ کیا یہ مرشدِ جی کی صریح تا فرمائی نہیں ہے۔

۹..... آپ نے لا نبی بعدی کہہ کر کسی نئے یا دوبارہ آنے والے نبی کا قطعاً دروازہ بند کر دیا۔ (ایام الصلح صفحہ ۱۵۲)

۱۰..... میں مدعی نبوت نہیں ہوں بلکہ ایسے مدعی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔ (فیصلۃ جانی صفحہ ۱۵۲)

ناظرین غور کریں! مرزا صاحب کی اس دورنگی چال کا کیا کہنا۔ کھلے الفاظ میں نبوت و رسالت کا دعویٰ بھی کرتے ہیں پھر اس سے صاف انکار بھی کرتے ہیں اور اپنی نسبت اپنے ہاتھ سے فتویٰ تکفیر بھی صادر کرتے ہیں۔ اب مرزائیوں کے لیے سخت مشکل کا سامنا ہے ان کو نبوت کا مدعی قرار دیں تو ان کے دیئے ہوئے فتویٰ پر ایمان لا کر ان کو کافر، ملحد اور زندیق بھی ماننا پڑتا ہے۔ اگر ان کو نبی و رسول نہ مانیں تو احمدیت سے خارج سمجھے جاتے ہیں اور نیز ان الہامات و دعاوی کا انکار کرنا پڑتا ہے جن میں نبوت و رسالت کا صاف اعلان کیا گیا ہے۔ بلکہ آپ نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے

منم مسیح زمان و منم کلیم خدا منم محمد و احمد کہ مجتہبی باشد بہتر صورت یہی ہے کہ ان کے اعلان نبوت کو بھی درست سمجھیں اور ان کے مدلل فتوے کی بنا پر ان کے فتوے تکفیر پر مہر کر دیں۔

مرزا جی کی اخلاقی حالت

نبی، ولی، مجدد، محدث تو کیا ہر ایک شریف انسان کی شرافت کا معیار اسکی اخلاقی حالت سے معلوم کیا جاسکتا ہے۔ ہمارے نبی آخر الزمان کو کفار کی طرف سے کس قدر اذیات و تکالیف پہنچیں۔ راستوں میں کانٹے بچھائے جاتے، نماز پڑھتے ہوئے آپ کی گردن مبارک پر مرداروں کا گلا سزا سجدہ (اوجھڑی) پھینکی جاتی، آپ کے گھوئے مبارک

میں کپڑاؤں لٹکرائے جاتے، آپ کے مبارک جسم کو پتھر اڑ کر کے لبو لہان کیا جاتا اور ہر قسم کی اذیتیں دی جاتیں لیکن آپ کی زبان مبارک سے برا تو کیا کلمہ بدو عابھی نہ نکلتا بلکہ فرمایا کرتے اللھم اھد قومی انھم لا یعلمون اے خدا میری قوم کو ہدایت کر دے، یہ تیرے نبی کی شان جانتے نہیں۔ سبحان اللہ یہی خلقِ عظیم تھا جس نے بیگانوں کو اپنا اور دشمن کو دوست بنا دیا۔ اور بڑے بڑے گردن گش گبر بھی اس سے متاثر ہو کر کلمہ طیبہ پڑھا کر اسلام کی آغوش میں آ جانے پر مجبور ہو گئے۔ لیکن مرزا جی عجیب رسول ہیں کہ بجائے رحمت کے سارے جہان کے لیے زحمت ثابت ہوئے۔ کسی تنفس کیلئے آپ کے منہ سے کبھی کلمہ خیر نہ نکلا بلکہ ہر ایک کو سب و شتم کا نشانہ بنایا اور یہی کہتے رہے کہ میری وجہ سے ملک میں دبا، طاعون نازل ہوئی۔ میرا ہی وجود مسعود باعث زلازل و حوادث ہوا۔ میری ہی ذات موجب بربادی ملک و تباہی خلق ہوئی۔ واہ چہ خوش

”قوت نیکی نداری بد کن“

آپ کے کلمات طیبات میں سے شتے نمونہ از خردارے چند کلمات درج ذیل ہیں:

۱..... علماء و صوفیاء کی نسبت ارشاد ہے: این وقت زیر سقف نیلگون چچ تنفس قدرت ندارد کہ لاف برابری با من زند (آج تک دنیا میں کوئی تنفس لاف زنی میں آپ کا ہمتاء نہیں ہے۔ من آشکار میگویم ہرگز باک ندارم آپ کو کیا خوف ہے گورنمنٹ برطانیہ کا ظلم و عداوت آپ کے سر پر ہے)۔ ای اہل اسلام در میا شما جماعتی باشند کہ گردن بدعویٰ محدثیت و مفسریت بر میگردانند و گروہی اند کہ از نازش ادب پا بر زمین نکلند و گردوی اند کہ دم از خدا شناسی زند خود دار چشتی و قادری و سہروردی و نقشبندی و چہا چہا گویند این جملہ طوائف را نزد من بیارید۔ چیلنج تو بڑے زور سے دیا جاتا ہے لیکن جب ایک مرد خدا سرتاج چشتیاں پیر صاحب

گوٹروی آپ کے مقابلہ کے لیے لاہور میں جاتے ہیں تو جری اللہ کو قادیان کی چار دیواری سے ٹکنا موت ہو جاتا ہے۔

مرزا جی بدزبانی اور بدکلامی میں استاذِ زمانہ مانے گئے ہیں آپ کی بدگوئی سے نہ کوئی چھوٹا بچا ہے نہ بڑا۔ دیکھئے غوثِ وقت قطبِ دوران حضرت پیر گوٹروی مدظلہ العالی کی نسبت اپنی کتاب مواہب الرحمن میں کیسی ہرزہ درائی کی ہے۔ لکھا ہے: خبیث و خبیث ما یخرج منه فیہ (یہ شخص خود بھی پلید ہے اور اس کے منہ سے جو کچھ نکلتا ہے وہ بھی پلید ہے)۔

ٹھیک ہے المرء بقیس علی نفسه اور کل اناء یترشع بما فیہ اب دیکھئے سراپا اخلاق حضرت پیر صاحب اس کے جواب میں خالقِ محمدی کا کیا نمونہ پیش کرتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں: نمر بدم گفتی و خور ستم عفاک اللہ کو کر دی جواب تلخی زہد لب لعل شکر خارا بندہ خدا مجھے تو جو چاہو کہہ لو لیکن میرے منہ سے تو اسمِ خدا بھی نکلتا ہے۔ اس کی نسبت ایسا نظا استعمال کرنا اندیشہ ہے کہ قیامت میں اسکا مواخذہ ہو۔ یہ ہوتے ہیں اخلاق بزرگانِ دین کے جس کی وجہ سے خلقِ خدا ان کے قدموں میں گر جاتی ہے۔

ایسا ہی مرزا جی نے تمام ایسے مسلمانوں کو جو زمانہ اور خیر قرون کے بعد مرزا کے وقت تک گزر چکے ہیں ان سب کو فیجِ اعوج (باطل گردہ) قرار دیا ہے۔ (دیکھو گزوی صفحہ ۸۱) پھر جو مسلمان آپ کے دعویٰ قبول نہیں کرتے ہیں یعنی آپ کی رسالت کا کلمہ نہیں پڑھتے ہیں ان کو بلا استثناء ذریعہ البغایا ولد الحرام کہہ کر اپنے حسنِ اخلاق کا ثبوت دیتے

۱۔ دیکھو کتاب تبلیغ مؤلفہ مرزا صفحہ ۵۳۸-۵۳۷ میں عبارت ذیل: تلک کتب طر الیہا کل مسلم بعین المحبة المودة و ینتفع من معارفہا و یقبلنی و یصدق دعوتی الا ذریۃ البغایا الذین ختم اللہ علی قلوبہم فہم لا یصلوننی..... الخ ترجمہ: یہ کتابیں ہیں جن کو ہر ایک مسلمان عینِ محبت سے دیکھتا اور ان سے معارف سے مستفید ہوتا اور مجھے قبول کرتا ہے اور میرے دعویٰ کی تصدیق کرتا ہے مگر خبیثوں کی اولاد جن کے دلوں پر خدا نے مہر کر دی ہے پس وہ مجھے قبول نہیں کرتے۔

جب اپنے ہم مذہب مسلمانوں سے مرزا کا یہ سلوک ہے تو غیر مذہب ہندو، سکھ، آریہ، عیسائی کی نسبت تو جتنا بھی بریں تھوڑا ہے۔

رسالہ شیعہ حق صفحہ ۶۹ میں رقمطراز ہیں: ”اے آریو مبارک باد تمہارے پر میشر کی ساری حقیقت کھل گئی اور خود یا مندی گوانی سے ثابت ہو گیا کہ تمہارے پر میشر کا ایک قیق جسم ہے جو دوسرے ردخوں کی طرح زمین پر گرتا ہے اور تزکاری کی طرح کھایا جاتا ہے“ ۱۰۰ بھی رام چندر تھا کبھی کرشن اور کہیں چھ اور ایک مرتبہ تو خوک یعنی سور بکر اور سوروں کے ۱۰۰ اقلق لطیف غذائیں کھا کر اپنے درشن کرنے والوں کو خوش کر دیا۔“

اس رسالہ صفحہ ۵۸، ۶۰ میں بعض آریوں کے خطاب میں حلال زادہ اور ولدِ ۱۰۰ نا بکھر مادی خصلت وغیرہ الفاظ استعمال کئے ہیں اور ایک ہندو کو صرف یہ بات کہنے پر کہ

۱۰۰ اللہ آپ اس وجہ کو پہنچ گئے اس کے ہر بڑی نہ کرنا۔

۱۰۱ الخ امر شد کی تہذیب کی راویہ اور ان کا یہ شعر بھی پڑھنا

کامیاب سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو دم ہے جوش میں اور فیض گھٹا ہم نے

۱۰۲ کے جوش میں اس حالت کو پہنچ گئے ہیں ان آج سے تو زمین و آسمان کو زبرد کر دیتے۔

مرزا قرضدار ہے لکھتے ہیں: کہ جو شخص اپنی دختر کی نسبت ناطہ کسی سے کرنا چاہتا ہے وہ اس کی جائداد و عالی حیثیت کو دیکھا کرتا ہے۔

کیا ایسے اخلاق کا شخص نبی رسول یا مجدد و ملہم و محدث یا ولی ہو سکتا ہے۔ یا ایسے شخص کو ایک شریف انسان بھی کہا جاسکتا ہے۔ شرفاء کا قاعدہ ہے کہ گالیاں سنکر ایسے گزر جاتے ہیں گویا ان سے کسی نے خطاب ہی نہیں کیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللّٰغُوِ مَعْرُضُونَ اَوْ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا۔

حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام کا قول ہے: ”وَلَقَدْ مَرَرْتُ عَلَى اللَّيْثِمِ يَمِينِي فَمَضَيْتُ ثُمَّ قُلْتُ لَا يَعْنِينِي“ ترجمہ: میں ایک سفلہ کے پاس سے گذرا جو مجھے برا بھلا کہہ رہا تھا میں وہاں سے گذر گیا یہ کہہ کر اس کا خطاب کسی اور شخص سے ہے۔

۲..... نبی رسول، ولی، مومن، بلکہ شریف انسان کبھی جھوٹ نہیں بولا کرتے مرزا جی کے جھوٹوں کی فہرست لکھنے لگیں تو ایک کتاب تیار ہو جائے۔

ذیل میں چند ایک صریح غلط بیانیوں آپ کی لکھی جاتی ہیں:

۱..... تعداد مریدان کی نسبت غلط بیانی ۱۹۰۰ء میں منشی تاج الدین تحصیلدار کے سامنے بمقدمہ انکم ٹیکس آپ نے تعداد مریدان کل تین سو اٹھارہ (۳۱۸) لکھائی تحصیلدار نے اپنی رپورٹ میں یہ تعداد لکھی جس کی نقل ”ضرورة الامام“ میں درج ہے۔

۲..... تحفہ غزنویہ مطبوعہ اکتوبر ۱۹۰۲ء میں مرزا صاحب نے تعداد مریدان تمیں

۱۔ سحر
ہمیں نہ دے خدا تجھے اسے نہ دے تجھ کو
اور نہ تو دے گا عقل کے بچے اور پھر تو

۱۔ (۳۰۰۰۰) لکھی۔ گویا صرف دو سال میں تین سو اٹھارہ (۳۱۸) سے تیس ہزار (۳۰۰۰۰) تک اضافہ ہو گیا۔

۲۔ اور سنئے تحفۃ الندوہ مطبوعہ ۶ اکتوبر ۱۹۰۲ء میں آپ نے تعداد مریدان ایک لاکھ (۱۰۰۰۰۰) سے زیادہ درج فرمائی۔

(دونوں کتابیں ایک ہی سن ایک ہی ماہ میں طبع ہوئیں کہاں تیس ہزار (۳۰۰۰۰) اور کہاں ایک لاکھ (۱۰۰۰۰۰) سے بھی زیادہ۔ کیا ان کی کوئی تظہیق ہو سکتی ہے؟ ایسا سفید جھوٹ..... الامان)

۳۔ مواہب الرحمن مطبوعہ ۱۳ جنوری ۱۹۰۳ء میں بھی تعداد مریدان ایک لاکھ سے زیادہ بتائی۔ گویا اکتوبر ۱۹۰۲ء سے جنوری ۱۹۰۳ء تک اضافہ صفر۔

۵۔ پھر الحکم ۷ مئی ۱۹۰۳ء میں تعداد دو لاکھ (۲۰۰۰۰۰) بتائی گئی۔ صرف تین ماہ میں ایک لاکھ کا اضافہ۔ (بالعجب)

۶۔ پھر الحکم مورخہ ۱۰ جولائی ۱۹۰۳ء میں جو تقریر مرزا جی کی چھپی ہے اس میں تعداد مریدان تین لاکھ (۳۰۰۰۰۰) بتائی گئی ہے طرفہ یہ کہ ۹ جولائی ۱۹۰۳ء میں جب ہمارے مقدمہ میں آپ نے اپنا حلفی بیان دیا اس میں تعداد مریدان صرف دو لاکھ (۲۰۰۰۰۰) بتائی۔

جیب بات ہے کہ ایک سال کے بعد ایک لاکھ کا خسارہ کیسے ہو گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ سب کچھ لغو بیانی اور زرا جھوٹ تھا۔ عدالت میں جب آپ پر سوال ہوا کہ آپ کے پاس کوئی رجسٹر ہے جس سے تعداد مریدان معلوم ہو سکے۔ تو آپ نے فرمایا میرے پاس کوئی رجسٹر نہیں ہے لیکن مولوی عبدالکریم نے ایک رجسٹر ۱۰ ماہ سے بنوایا تھا۔ مگر مرزا صاحب کے کاتب الوحی مولوی عبدالکریم کا جب ۱۶ جولائی ۱۹۰۳ء کو بمقدمہ

حکیم فضل الدین بنام مولوی کرم الدین بیان حافی ہوا۔ تو آپ نے مرزا صاحب کی تکذیب کرتے ہوئے اپنے پاس ایسا رجسٹر ہونے سے انکار کر کے لکھایا کہ مرزا صاحب کے مریدوں کا ایک رجسٹر ہے جو اور صاحب کے سپرد ہے۔

ان بیانات سے ثابت ہوا کہ تعداد مریدان کا نہ کوئی رجسٹر ہے، نہ حساب کتاب۔ جس نے چاہا بڑھانک دی درحقیقت تعداد مریدان لاکھوں کی نہیں صرف ہزاروں کی تعداد ہو تو ہو۔ باقی سب مبالغہ جھوٹ اور دروغ بانی ہے۔

۲..... عمر مرزا کے متعلق غلط بیانی۔ عمر کے متعلق آپ کی پیشگوئی تھی۔ (وسب حبیك حیوة طيبة ثمانین حولاً او قریباً من ذلک) (درمیں ۳۳ صفحہ ۳۲)۔ پھر حقیقتہً الوئی میں ہے۔ اطلال اللہ بفانک۔ اسی یا اس پر پانچ چار زیادہ یا پانچ چار کم۔ (حیۃ الہی صفحہ ۹۶) (گویا مرزا جی کے خدا کو پانچ چار کی کمی بیشی کے متعلق اشتباہ ہی رہا۔ صنف)

اشتباہ تبصرہ میں درج ہے: تیری عمر کو بڑھا دوں گا اور تیری موت کی پیشگوئی کرنے والوں کو تباہ کر دوں گا۔ (پیشگوئی کرنے والے زندہ رہے اور آپ تباہ ہو گئے۔ صنف)

بمقدمہ یعقوب علی ایڈیٹر الحکم بنام مولوی کرم الدین ۶ جولائی ۱۹۰۳ء کو مرزا صاحب نے اپنے حلفی بیان میں اپنی عمر پینسٹھ (۶۵) سال لکھائی، آپ کا انتقال ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو ہو گیا اس حساب سے آپ کی کل عمر اتر (۶۹) سال ہوتی ہے، جو ثمانین حولاً اور اسی (۸۰) سال یا پانچ کم یا زیادہ کی پیشگوئی کو خاک میں ملا دیتی ہے۔

ہاں ہم مرزا جی کی کذب بیانی کا ذکر کر رہے تھے۔ اخبار الحکم ۱۹۰۳ء میں آنجناب نے اپنی عمر ۹۵ سال لکھی۔ بتائیے حضرت جی کا کونسا بیان سچا اور کونسا جھوٹا ہے۔

۳..... قبر مسیح کے متعلق غلط بیانی۔ ازالد اوہام صفحہ ۲۷۳ میں لکھا: کہ مسیح اپنے وطن گلیل میں فوت ہوا۔ کشتی نوح صفحہ ۵۳، ۵۴، میں درج ہے: کہ مسیح کشمیر میں فوت ہوا۔ سری نگر محلہ خانیار میں اس کی قبر موجود ہے۔

اتمام الحجۃ حاشیہ صفحہ ۱۹ میں ہے: قبر مسیح بلذہ اقدس میں ہے۔ اس پر ایک گرجہ میں قبر مریم ہے۔

فرمائیے حضرت جی کے تین بیان ہیں جن میں تناقض صریح ہے ان میں سے کونسا سچا کونسا جھوٹا ہے۔

۴..... طاعون پڑنے کے متعلق غلط بیانی۔ کشتی نوح صفحہ ۵، میں آپ نے لکھا ہے: کہ قرآن شریف میں بلکہ تورات کے بعض صحف میں بھی یہ خبر موجود ہے کہ مسیح موعود کے وقت میں طاعون پڑے گی۔ بلکہ حضرت مسیح نے انجیل میں بھی یہ خبر دی ہے۔

آؤ قرآن کریم کی ورق گردانی کرو۔ کہاں کس پارہ کس رکوع کس آیت میں لکھا ہے کہ مسیح موعود کے وقت طاعون پڑے گی؟ یہ کیسا افتراء علی اللہ اور ذیل جھوٹ ہے۔ ایسا ہی تورات انجیل میں بھی ہرگز ایسا نہیں لکھا ہوا۔ مرزا جی کی یہ سب دروغ بانی ہے۔

۵..... مرزا صاحب نے براہین احمدیہ حصہ ۵ صفحہ ۹۱ میں لکھا ہے: کہ بعض احادیث میں آیا ہے کہ آنے والے مسیح کی ایک یہ بھی نشانی ہوگی کہ وہ ذوالقرنین ہوگا۔

ہم مرزائیوں کو چیلنج دیتے ہیں کہ ایسی کوئی حدیث کسی کتاب حدیث سے دکھلائیں۔ ہرگز ایسی کوئی حدیث نہیں ہے۔ یہ محض افتراء علی الرسول اور کذب محض ہے۔

۶..... قرآن میں قادیان کا نام ہونے کے متعلق غلط بیانی۔ ازالد اوہام صفحہ ۷۷ میں ہے: قادیان کا نام قرآن شریف میں موجود ہے۔

دکھلاؤ قرآن میں کس پارہ کس رکوع کس آیت میں قادیان کا نام لکھا ہے؟ ایسے دروگو کا کیا کہنا۔ ع

چہ دلاور است دزدے کہ بکفت چراغ دارد
..... ازالہ اوہام صفحہ ۷۷ میں ہے: انا انزلہ قریبا من القادیان قرآن کے دائیں صفحہ پر میں نے دیکھا۔

کونے قرآن میں اس قرآن میں تو دائیں بائیں ایسی من گھڑت آیت کا کوئی نشان نہیں ملتا۔
۸..... تین شہروں مکہ، مدینہ اور قادیان کے نام قرآن شریف میں اعزاز کیساتھ درج ہیں۔ مکہ مدینہ کا ذکر تو قرآن شریف میں موجود ہے قادیان کا نام کوئی مرزائی دکھلا دے اور من مانگا انعام حاصل کرے یا اپنے مرشد کی کذب بیانی پر مہر کر دے۔

۹..... توضیح الہام صفحہ ۳۰ میں ہے: قرآن شریف میں ہے کہ سیارات اور کواکب اپنے اپنے قابلوں کے متعلق ایک ایک روح رکھتے ہیں۔ جن کو لغوی کواکب سے بھی نامزد کر سکتے ہیں۔

بتاؤ قرآن میں یہ کہاں لکھا ہے کس آیت کا یہ ترجمہ ہے؟ قرآن میں ہرگز کہیں ایسا نہیں لکھا، یہ بھی سفید جھوٹ ہے۔

۱۰..... ادعائے نبوت و انکار دعوے نبوت دونوں باتیں مرزا کی تصانیف میں موجود ہیں۔ جن کا ذکر مفصل اوپر کیا جا چکا ہے۔ ان دونوں میں سے کوئی بات سچی کوئی جھوٹی ہے۔ ع دروغ گو را حافظہ نبا۔

۱۱..... ازالہ اوہام صفحہ ۱۹ میں ہے: ”میں مثیل مسیح ہوں میرا دعویٰ ہرگز مسیح موعود کا نہیں اگر کوئی شخص مجھے مسیح موعود سمجھتا ہے تو وہ مجھ پر افتراء کرتا ہے۔“

پھر اسی کتاب صفحہ ۲۶۱ میں ہے: یہ عاجز مجازی طور پر اور روحانی طور پر وہی مسیح موعود ہے جس کے آنے کی خبر قرآن وحدیث میں درج ہے۔ میں نے براہین میں صاف لکھا ہے کہ میں روحانی طور پر وہی مسیح موعود ہوں جس کی اللہ اور رسول نے پہلے سے خبر دے رکھی ہے۔

بتاؤ ان دونوں باتوں سے کہ میں مسیح موعود نہیں جو ایسا سمجھتا ہے وہ مجھ پر افتراء کرتا ہے۔ اور پھر یہ کہ میں ہی وہ مسیح موعود ہوں جس کے آنے کی خبر قرآن وحدیث میں ہے۔ کوئی بات سچ ہے اور کوئی جھوٹ ہے۔

۱۲..... مسیح ہندوستان میں صفحہ ۹۱: بنو اسرائیل کے دس فرقے جن کا انجیل میں گم شدہ بھیڑیں نام رکھا گیا ہے ان ملکوں (ہندوستان) میں آگئے تھے جن کے آنے میں کسی مورخ کو اختلاف نہیں ہے۔ اس لیے ضروری تھا کہ حضرت مسیح اس ملک کی طرف سفر کرتے اور گم شدہ بھیڑوں کو خدا کا پیغام دیتے۔ (بتاؤ کس تاریخ میں مسیح کا ہندوستان میں آنا اور کشمیر میں فوت ہونا لکھا ہے)

۱۳..... ازالہ اوہام صفحہ ۳۷ میں ہے: سر
کرم کے بودم مرا کردی بشر من عجب تر از مسیح بے پدر
اس شعر میں مسیح کے بے پدر ہونے کا اقرار ہے۔ نیز کتاب مواہب الرحمن صفحہ ۷۰، ۷۱ میں بھی مسیح کا بے باپ ہونا تسلیم کیا گیا ہے۔

بھرازالہ صفحہ ۳۰۳ میں اس کے خلاف لکھا ہے: کہ مسیح علیہ السلام اپنے والد یوسف نجار کے ساتھ نجاری کا کام کر کے چڑیاں بناتا تھا۔
فرمایے دونوں اقوال سے کونسا قول سچ ہے کونسا جھوٹ ہے۔

۱۴..... مرزا جی نے حاشیہ براہین احمدیہ صفحہ ۴۹۸ میں لکھا ہے: هو الذی ارسل رسولہ بالہدی و دہن الحق لیظہرہ علی الدین کلہ یہ آیت جسمانی اور سیاسی ملکی کے

طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیشگوئی ہے اور جس غلبہ دین اسلام کا اس میں وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ ظہور میں آئے گا۔ اور جب حضرت مسیح دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمع آفاق و اقطار میں پھیل جائے گا۔

نیز اسی کتاب صفحہ ۵۰۴ میں ہے: یعنی اگر طرق رفق و نرمی و لطف اور احسان کو قبول نہیں کریں گے۔ اور حق جو محض دلائل اور آیات بینہ سے کھل گیا ہے اس سے سرکش رہیں گے تو وہ زمانہ بھی آنے والا ہے۔ یعنی زمانہ مسیح و مہدی موعود جب خدا تعالیٰ بحرین کے لیے شدت اور غضب اور قہر اور سختی کو استعمال کرے گا۔ اور حضرت مسیح نہایت سیاست کیساتھ دنیا پر اتریں گے تمام راہوں اور سڑکوں کو خس و خاشاک سے صاف کر دیں گے اور کج و نارسا کا نام و نشان نہ رہے گا اور جلال الہی گمراہی کے ختم کو اپنی بجلی قہر سے نیست و نابود کر دے گا اور یہ زمانہ اس زمانہ کے لیے بطور ارباب واقع ہوا ہے یعنی جلالی طور اور جسمانی طور پر خدا تعالیٰ اتمام حجت کرے گا۔ اب بجائے اسکے جمالی طور پر رفق و احسان سے اتمام حجت کر رہا ہے۔

اس عبارت میں نص آیت قرآن سے استدلال کرتے ہوئے مرزا جی جسمانی طور پر مسیح علیہ السلام کے نزول اجلال کی خبر دے رہے ہیں اور اب قرآنی استدلال کے رو سے اس کے خلاف مسیح کے نزول اور جسمانی طور پر آنے کا شد و مد سے انکار کر رہے ہیں اب بتایا جائے مرزا صاحب کا کونسا بیان سچا اور کونسا جھوٹا ہے۔ بہتر یہی ہے کہ براہین والے بیان کو سچا قرار دیا جائے تاکہ جمہور اہل اسلام کے عقیدہ سے تطابق ہو جائے اور حال کے بیان کو بالکل جھوٹ قرار دیا جائے جس میں یہ خود غرضی پائی جاتی ہے کہ مسیح کو فوت کر کے اپنے لیے جگہ خالی کرنا منظور ہے۔

مرزا جی کے عجیب و غریب اقوال

عورت بنکر حاملہ ہو جانا اور بچہ جنم

چونکہ آپ مسیح موعود ہونے کے مدعی ہیں حالانکہ آنے والے مسیح کا نام عیسیٰ بن مریم ہے اور آپ کا یہ نام نہیں، نہ مریم کے بیٹے ہیں اس لئے آپ نے عیسیٰ بن مریم بننے کی توجیہ فرمائی کہ پڑھ کر ہنس آتی ہے۔ فرماتے ہیں: جیسا کہ براہین احمدیہ سے ظاہر ہے، برس تک صفت مریمیت میں پرورش فرمائی اور پردہ میں نشو و نما پاتا رہا پھر جب اس پر اس گندہ گندہ کے توجیہ فرمائی کہ براہین احمدیہ میں ہے۔ مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی لی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور کئی مہینہ بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں مریم سے عیسیٰ بنایا گیا۔ اس طور سے میں عیسیٰ بن مریم ٹھہرا۔ (کشتی نوح ص ۵۵، ۵۶)

عیسائیوں کی تثلیث تو سناتے تھے۔ مرزا جی ان سے بھی بڑھ گئے۔ آپ مرد عورت بن گئے دو سال تک عورت کی صفت میں پرورش پائی پھر آپ کو حمل ہو گیا جو دس مہینہ رہا پھر بچہ عیسیٰ بنا۔ مرزا جی تھے تو ایک مگر آپ ہی مرد (غلام احمد) آپ ہی عورت (مریم) آپ ہی بچہ (عیسیٰ) ہیں۔ سبحان اللہ۔ سر

اینا چہ بوالعجبی است خود کوزہ و خود کوزہ گر و گل کوزہ
ہاں ان رازوں کو کون سمجھے۔ کوئی جانے تو کیا جانے کوئی سمجھے تو کیا سمجھے۔

ایک عجیب فرشتہ

مرزا جی بقول فحشہ جیسی روح دیسے فرشتے خود بدولت پنجابی نبی ہیں۔ البام تو دہلی انگریزی اردو ہوتے ہیں البتہ فرشتے کبھی پنجابی بھی آ جاتے ہیں اور وحی بھی پنجابی

ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں: ۵ مارچ ۱۹۰۵ء کو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص جو فرشتہ معلوم ہوتا تھا۔ میرے پاس آیا اور اس نے بہت سارے پیہ میرے دامن میں ڈال دیا۔ میں نے اس کا نام پوچھا اس نے کہا کوئی نام نہیں میں نے کہا آخر کچھ نام تو ہونا چاہیے۔ اس نے کہا میرا نام ٹیچی ٹیچی ہے۔ پنجابی میں وقت مقررہ کو کہتے ہیں یعنی عین وقت ضرورت پر آنے والا۔ تب میری آنکھ کھل گئی بعد اس کے خدا تعالیٰ کی طرف سے کیا ڈاک کے ذریعہ سے اور کیا براہ راست لوگوں کے ہاتھ سے اس قدر مالی فتوحات ہوئیں جن کا خیال دماغ بھی نہ تھا اور کئی ہزار روپیہ آیا۔ (حقیقۃ الخیر، صفحہ ۳۳)

کیا آج تک کسی نے فرشتہ کا یہ انوکھا نام ٹیچی ٹیچی سنا؟ مرزا جی نبی نہیں تو فرشتوں کے ایسے ایسے عجیب و غریب نام بتائیں۔ واہ کیا کہنا مرزا صاحب کا یہ الہام نہیں اضافاتِ احلام ہیں۔ پنجابی میں مثل مشہور ہے بلی کا خواب چھوڑے۔ مرزا کورویوں ہی کے خواب آتے ہیں اور ایسے ایسے فرشتوں کا نزول ہوتا ہے کہ نام سکر ہی دنگ رہ جائیں۔ تعجب ہے کہ مرزائی صاحبان لکھے پڑھے ہو کر ایسے خرافات دیکھ سکر بھی ایسے خطی شخص کو اپنا پیشوا بنائے ہوئے ہیں۔

مرزا جی کو حیض آتا ہے

مرزا جی کا ایک اور عجیب الہام ہے: بریدون ان یروا طمشک الخ یعنی بابو الہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے یا کسی پابندی اور ناپاکی پر اطلاع پائے پر خدا تعالیٰ تجھے انعامات دکھائے گا اور تجھ میں حیض نہیں بلکہ وہ بچہ ہو گیا ایسا جو بمنزلہ اطفال اللہ ہے۔ مرزا ایو! مرشد کے الہامات کی داد دینے مرزا جی کو حیض آیا پھر وہ بچہ ہو گیا بچہ بھی ایسا جو بمنزلہ اطفال اللہ ہے۔ (ان هذا لشربک عظیم)

مرزا جی کی پیشگوئیاں

مرزا جی چونکہ مدعی نبوت تھے اس لیے ضروری تھا کہ پیشگوئیاں بھی کرتے، جو بات سے ہیں۔ مگر بد قسمتی سے آپ کی کوئی پیشگوئی بھی صحیح نہ نکلی منجھوں رمالوں میں ارز پوپوں کی پیشگوئیاں کبھی کبھی درست نکل آتی ہیں لیکن مرزا صاحب کی کبھی کوئی بات درست نہ نکلی چند ایک کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

اپنی عبداللہ آتھم کی پیشگوئی:

۱۔ اپنی مذکور کی نسبت ۵ جون ۱۹۰۳ء کی پیشگوئی کی تھی کہ وہ ۱۵ ماہ تک باویہ میں گرایا جائے گا۔ اس کو سخت ذلت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے میں اقرار کرتا ہوں کہ پیشدہ کی جھوٹی ننگی وہ پندرہ ماہ کے عرصے میں سزائے موت سے باویہ میں نہ پڑے تو ایک سزا کے لیے تیار ہوں۔ مجھ کو ذلیل کیا جائے، روسیہ کیا جائے، میرے گلے میں ڈال دیا جائے گا، مجھ کو پھنسی دی جائے۔ ہر ایک بات کے لیے تیز ہوں اور میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ ضرور ایسا کرے گا ضرور کریگا ضرور کریگا، زمین آسمان ٹل جائیں اس کی باتیں نہ ٹلیں گی (جگہ، قدر صفحہ ۱۸۸)۔

۲۔ پندرہ ماہ گزر گئے۔ آتھم نہ مرا عیسائیوں نے خوشیاں منائیں طرح طرح کے بد اس کے کیا ہو سکتا تھا۔ ع

خود کردہ را علاج نیست

۳۔ دستور مرزا جی کہنے لگے کہ آتھم نے حق کی طرف رجوع کر لیا اور موت مل گئی۔

۴۔ یہ کیا؟ کیا مسلمان ہو گیا اور اپنے اسلام لانے کا اعلان کر دیا۔ کل وح شاعیہ کی کا

عیسائی ہی رہا عیسائیت پر ہی اسکا خاتمہ ہوا۔ مرزا جی کی گندی تاویل ۲

”دل کے بہلانے کو تو غالب یہ خیال اچھا ہے“

۲..... تبصرہ کے عنوان سے ایک اشتہار شائع کیا گیا۔ اور پیشگوئی کی گئی کہ ڈاکٹر عبدالحکیم

اسسٹنٹ سرجن پٹیلہ کی نسبت خدا تعالیٰ نے الفاظ ذیل میں مجھے اطلاع دی ہے:

خدا کے مقدسوں میں قبولیت کے نمونے اور علامتیں ہوتی ہیں اور وہ سلامتی کے شہزادے کہلاتے ہیں ان پر کوئی غالب نہیں آ سکتا فرشتوں کی کبھی ہوئی تلوار تیرے آگے ہے پر تو نے وقت کو نہ پہچانا، نہ دیکھا، نہ جاننا، بے فرق، بین صادق و کاذب انت تری

کل مصلح و کاذب، (چھپوٹی صفحہ ۳۹۰ شیعہ)

خدا تعالیٰ کا یہ فقرہ کہ وہ سلامتی کے شہزادے کہلاتے ہیں یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے عبدالحکیم خاں کے اس فقرہ کا رد ہے کہ جو مجھے کاذب اور شریر قرار دیکر لکھا ہے کہ صادق کے ساتھ شریر فنا ہو جائے گا۔ گویا میں کاذب ہوں اور وہ صادق اور وہ مرد صالح ہے اور میں شریر اور خدا تعالیٰ کے اس کے رد میں فرماتا ہے کہ جو خدا کے خاص لوگ ہیں وہ سلامتی کے شہزادے

کہلاتے ہیں۔ ذلت کی موت اور ذلت کا عذاب ان کو نصیب نہیں ہونا اگر ایسا ہو تو دنیا تباہ ہو جائے اور صادق و کاذب میں کوئی امر فرق نہ رہے۔ غرض یہ کہ عبدالحکیم خاں مرزا صاحب کی زندگی میں مر جائے گا اگر اس کے عکس ہوا تو مرزا جی کاذب شریر مفتری سب کچھ ہونگے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مرزا جی عبدالحکیم خاں کی زندگی میں فوت ہو کر اپنے لکھے ہوئے خطاب کے مصداق ہو گئے۔ عبدالحکیم خاں کی پیشگوئی مورخہ ۱۲ جولائی ۱۹۰۶ء کہ مرزا تین سال تک جاک ہو جائے گا اور پھر کیم جولائی ۱۹۰۷ء کہ آج سے ۱۵ ماہ تک مرزائے موت باویہ میں گرایا

۳..... پوری ہوئیں کہ آپ ۱۶ مئی ۱۹۰۸ء کو فوت ہو کر قصہ پاک کر گئے۔

مردی بیگم کے نکاح کی پیشگوئی۔

۱۸ جولائی ۱۹۰۸ء کو آپ کو الہام ہوا کہ اس سے تیری شادی ہوگی۔ انا زوجنا کھیا

اسکھیکھم اللہ و یردھا الیک لا تبدیل لکلمات اللہ۔ غرض اس کے متعلق

آپ بڑے دھڑلے کے الہام ہوتے رہے کوششیں بھی ہوئیں لیکن محمدی بیگم دوسرے

میں سلطان محمد سے بیاہی گئی۔ پھر یہ کہا کہ بیوہ ہو کر ضرور واپس سے گی۔ آخر وقت تک

آپ اس کی ہوس رہی لیکن مرزا جی یہ حسرت دل میں لے کر قبر میں جاسوئے ان کی منکوحہ

دانی دوسرے کی آغوش میں دھڑا دھڑپے جن رہی ہے۔ مرزائی بیچارے دیکھ دیکھ کر کڑھ

ہے یہ لیکن اللہ رے خوش اعتقادی کہ اب بھی ایسے جھوٹے شخص کو مرشد سمجھا ہوا ہے

دوسروایا اولی الابصار۔ کہاں تک شمار کیا جائے ہم چوتھ کی اور بھی کئی پیشگوئیاں کی

ہیں جو جھوٹی نکلیں۔ مثلاً:

نام حلیم کی بشارت جو بمنزل مبارک احمد ہوگا۔ (جھوٹی نکلی مصنف)

بیگم کی بشارت کہ وہ زندہ رہے گا۔ (صفر)

عالم کباب کی پیدائش کی پیشگوئی جن کے پیدا ہوتے ہی تمام عالم تباہ ہو جائے گا۔

۱۰ جون ۱۹۰۶ء (مدارد)

شوخی و شند کا پیدا ہوگا۔ (لڑکی پیدا ہوئی مصنف)

۱۱ خواتین مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو نصرت بیگم کے بعد پاسے گا تیری نسل

کے آتی۔ (اشتہار ۲ فروری ۱۸۸۶ء)

کوئی خاتون نصیب نہ ہوئی، نہ اس سے نسل بڑھی۔ غرض آپ کی کوئی پیشگوئی بھی پوری نہ ہوئی۔ لیکن پھر بھی آپ صادق مصدوق مہدی مسعود مسیح موعود بنے رہے اور مریدان خوش اعتقاد و مسر تسلیم خم کرتے رہے۔ (بالعجب)

مرزاجی کی تصانیف

مرزائی صاحبان مرزاجی کے کمال نبوت و رسالت پر ایک یہ بھی دلیل پیش کیا کرتے ہیں کہ آپ نے بہت سی کتابیں عربی، فارسی، اردو میں تصنیف کی ہیں۔ اور عربی قصیدے بھی لکھے ہیں جن کا کوئی جواب نہیں دے سکا۔ سو واضح ہو کہ مرزائی صاحبان نے مینڈک کی طرح صرف کنواں تلک ہی اپنی نگاہ کو محدود کیا ہوا ہے۔ نعر

چو آں کرم کہ درنگ نہان است زمین و آسمان او بہان است
کاش وہ منتقدین فضلہ کی تصانیف دیکھتے تو یہ ریک استدلال پیش کرنے کی جرأت نہ کرتے کیا ان کو معلوم نہیں ہے کہ فقہاء کرام و محدثین نے کس قدر ضخیم کتابیں لکھ کر ان میں علوم و معارف بھر دیے۔ مبسوط سرخی تیس ضخیم جلدوں میں ہے جس میں فقہ کے مسائل کی تشریح کی گئی ہے، علامہ ابن عابدین معروف شامی نے پانچ بڑی بڑی جلدوں میں درمختار کی شرح رد المحتار تصنیف کی اس کے علاوہ ان کی اور بھی بہت سی تصانیف موجود ہیں۔ امام فخر الدین رازمی کی تفسیر کبیر دیکھو، ایسا ہی روح البیان وغیرہ۔

چند مصنفین اسلام

۱۔ ابوعلی حسین بن عبداللہ بن سینا بڑے پایہ کا فاضل اور مصنف تھا۔ اس کا کمال دیکھ کر شمس الدولہ والی گورگاں نے اسکو عہدہ وزارت پر سرفراز فرمایا۔ وزارت کے ایام میں ۱۲۰ مریضوں کا ہاتھ دیکھ کر کھانا کھایا کرتا تھا۔ علم طب میں ۲۶ کتابیں، فقہ اور توحید میں ۱۲۰، حاصل و محصول ۲۰ جلد، البر والاثم ۸ جلد اس کی تصانیف سے ہیں۔ لغت میں ۲ منطق میں ۶، طب اور ریاضی میں ۱۱۵ اور سیاست و موسیقی میں ۷ تصانیف ہیں۔

۲۔ طبری مشہور مصنف ہے۔ اصل نام ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب تھا۔ شہر اہل واقعہ طبرستان میں ۲۲۵ھ میں پیدا ہوا۔ فن تاریخ میں کامل مہارت تھی علامہ حموری نے معجم الادباء میں لکھا ہے کہ طبری نے چالیس سال تک تصنیف و تالیف کا سلسلہ قائم رکھا ہر روز چالیس (۴۰) ورق لکھا کرتا تھا اور نظر ثانی نہ کرتا تھا اس نے کل پانچ لاکھ چھیانوے ہزار چار سو ورق لکھے۔ ایک روز اس نے اپنے دوستوں سے پوچھا تم اس بات سے خوش ہو کہ میں نے ایک تاریخ لکھی ہے جس میں آدم سے آج تک کے واقعات ہیں، اس کی ضخامت اکتیس ہزار ورق ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس کے مطالعہ کے لیے بڑی عمر چاہیے۔ طبری نے کہا افسوس تمہاری ہمتیں پست ہو گئیں، پھر اسکو مختصر کیا۔ جامع البیان فی تاویل القرآن ۲۵ جلد اس کی تصنیف ہے۔ جواب بھی کتب خانہ خدیوہ میں قلمی موجود ہے۔ تاریخ الملوک والامم ۱۱ جلد لندن میں چھاپی گئی ہے۔ مورخ موصوف شوال ۳۱۰ھ میں فوت ہوا اور بعدہ اپنے گھر میں دفن ہوا۔

مرزائی صاحبان بتائیں کہ آپ کے مرزا کی ان مصنفین کے مقابلہ میں کیا

حقیقت ہے آپ نے کوئی تفسیر قرآن یا فن فقہ اصول اور حدیث میں کوئی کتاب تصنیف کی۔ آپ کی تمام کتابوں میں یا دوسرے لوگوں کو گالیاں یا اپنی خود ستائی درج ہے کہ میں مسیح موعود، میں مہدی مسعود، میں نبی و رسول، میں رام چندر، میں کرشن، میں شری شکرنگ جگوان کا اوتار، میں ایسا میں دیا ہوں۔

مرزا جی کی فصاحت و بلاغت

مرزا صاحب کی فصاحت و بلاغت کا یہ حال کہ اردو تک بھی صحیح نہ تھی۔ چنانچہ حقیقۃ الوحی میں لکھا ہے: کہ کسی من چلے مرید نے آپ کی بودی اردو دیکھ کر اعتراض کر دیا کہ حضور عالی اردو میں پنجابی الفاظ گھسیڑ دیا کرتے ہیں۔ تو فرمائیے گئے کیوں نہ ہو آخر پنجابی ہوں جب عربی فارسی الفاظ اردو میں ملے جلتے ہیں تو پنجابی الفاظ کی مادت پر کیا اعتراض ہے۔ (واہ کیا عمدہ جواب ہے۔ مصنف) ع

”برین نکتہ دانی بہاید گریست“

عربی عبارت کا تو کیا کہنا۔ اعجاز المسیح نام کی ایک کتاب تصنیف فرمائی جسکو قرآن کا ہم پلہ بٹایا گیا۔ اس میں اکثر عبارات مقامات حریری کی سرقت کر کے لکھی گئی جیسا کہ عدالت میں آپ کے مخلص مرید حکیم فضل دین بھیروی کو حلفی بیان دیتے وقت جب وہ عبارتیں دکھائی گئیں تو سوائے تسلیم کے چارہ نہ ہوا۔ آخر تو اردو کا غدر لنگ پیش کر دیا۔ چنانچہ بیان یوں ہے: اعجاز المسیح میں مقامات حریری سے عبارتیں نقل کی گئی ہیں۔ حوالہ نقل کا نہیں ہے حوالہ نہ دینے سے مصنف اعجاز المسیح سرقت کا ملزم نہیں ہے۔

(خود بخود بیان کیا کہ جن عبارتوں کے سرقت کا الزام لگایا گیا ہے۔ اعجاز المسیح پر وہ عبارتیں سرقت نہیں کہی جاسکتیں۔ اس لیے کہ بعض وقت تو اردو کے طور پر دوسرے مصنف کا

ہاتھ دیا جاتا ہے حالانکہ وہ فقرہ پہلے مصنف کا نہیں ہوتا اپنا طبع زاد ہوتا ہے۔ اس لیے میں اس کہہ سکتا کہ یہ کل عبارتیں اصل ہیں یا نقل؟ (ملاحظہ ہو برین نکتہ فضل الدین مستغنی سورہ ۱۹۱۰ء-۲۳۰۶ء احوال تہذیب آقارام بحسبیت درجہ اول گورداسپور)

مخلص مرید کا مرشد کی کتاب میں مقامات حریری کی بکثرت عبارت دیکھ کر بہت ہوجانا اور یہ بودی توجیہ پیش کرنے پر مجبور ہونا کہ یہ تو اردو بھی ہو سکتا ہے، قابل توجہ ہے۔ کیا اسی برت پر جناب مرزا صاحب اپنی اس کتاب کی نسبت لکھتے ہیں: ان کلامی ہذا قد جعل من المعجزات (این کلام من بطور معجزہ گرانیدہ شد) وای معجزۃ اعظم من اعجاز قد وقع ظل القرآن و شانہ کلام اللہ فی کونہ ابعث من طاقۃ الانسان (و کلام معجزہ ازان معجزہ بزرگ تر خواہد بود کہ قرآن را ہم چوں ظل واقع شدہ ہوا، مہم الہی را در خیارق عادت بودن مماثل گشتہ)

اگر عبارات اعجاز المسیح باوجود سرقت ہونے کے معجزہ ہیں تو مسروق منہ مقامات حریری کی عبارات کو کیوں نہ سب سے بڑا معجزہ مانا جائے۔

علاوہ ازیں جس قدر اغلاط کی بھرمار اس کتاب مماثل قرآن ”اعجاز المسیح“ میں مانی جاتی ہیں اس کی تفصیل سیف چشتیائی مؤلفہ حضرت پیر صاحب گولڑوی میں درج ہے۔ آپ کی کسی عربی کتاب کا کوئی صفحہ اٹھا کر دیکھو، درجنوں اغلاط پائی جائیں گی۔ چنانچہ آگے مائل کر ہم معزز ناظرین کو مرزا صاحب کی وہ عبارت مندرجہ مواہب الرحمن دکھائیں گے مانی بنا، پر خا کسار کی طرف سے مرزا جی پر استغاثہ ہوا۔ نمونہ کے طور پر آپ کے ایک باب کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔ الارض والسماء معک کما هو معی یہ الہم یہ ہونے کے علاوہ ایسا غلط ہے کہ ایک مہندی بھی اس کی غلطی نکال سکتا ہے۔ چنانچہ اس

میں ہو ضمیر واحد غائب ہے جو ارض و سماء و چیزوں کی طرف راجع ہے۔ اس لیے ہو نہیں سکتا ضمیر ثانیہ ہونی چاہیے۔ اگر واحد کی ضمیر بھی ہو تو چونکہ لفظ ارض و سماء مؤنثات سماعیہ سے ہیں اس لیے ضمیر واحد مؤنث ہی ہونی چاہیے تھی۔ وادجی واہ مرزا جی کی فصاحت و بلاغت کا کیا کہنا۔

یہ بات کہ آپ کے قصائد عربیہ کا کسی نے جواب نہیں لکھا۔ سو گالیوں کا جواب گالیوں سے دینا کون بھلا بانس پسند کرتا ہے۔ چنانچہ آپ کے پاکیزہ کلام کے دو شعر نمونہ کے طور پر درج ذیل کئے جاتے ہیں۔ تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴ میں درج ہیں۔

ومن اللثام ارای رجیلاً فاسقاً غولاً لعیناً نطفۃ السفہاء
اور لہموں میں سے ایک فاسق مرد کو دیکھتا ہوں کہ ایک شیطان ملعون ہے
سفیموں کا نطفہ۔

شکسٌ خبیثٌ مفسدٌ و مزورٌ نحسٌ یسمی السعد فی الجہلاء
ترجمہ: بدگو ہے اور خبیث اور مفسد اور جھوٹ کو طمع کر کے دکھانے والا منحوس ہے جس کا نام جابلوں نے سعد اللہ رکھا ہے۔

بتائیے ایسی بیبودہ اور فحش گالیوں کے جواب میں قلم اٹھانے کی کسی شریف کو جرات ہو سکتی ہے؟ علاوہ ازیں علماء و فضلاء کے پاس مرزا کی طرح پرلین نہیں تاکہ وہ اپنے قصائد کو شائع کرتے رہیں۔ میرے پاس کئی قلمی تحریریں عربی نظم و نثر ایسی پڑی ہیں جو علماء نے مرزا کی تردید میں لکھیں جن کی مرزا صاحب کے مریدوں کو سمجھ بھی نہیں آ سکتی۔ مگر وہ چیخنے سے رہ گئیں۔

ہاں! علامہ دہر جناب ابوالفیض مولوی محمد حسن صاحب فیض کا وہ قصیدہ جو بے

عالم فہم میں آپ نے لکھ کر سیالکوٹ میں مرزا صاحب کے پیش کیا تھا جس کو دیکھ کر مرزا صاحب مبہوت ہو گئے تھے، (سراج الاخبار جہلم۔ رسالہ انجمن نصاب لاہور) روئیداد مقدمات قادیانی میں چمپا وا موجود ہے۔ باوجود عرصہ مستغرقہ گزر جانے کے مرزا ایسا کسی مرزائی کو اس کا جواب دینے کی قدرت نہ ہوئی۔ یہ قصیدہ ہم آگے چل کر درج کریں گے۔ اور مرزائیوں کو چیلنج دیں گے۔ اب بھی اگر قدرت ہے تو اس کا جواب دیں۔ علامہ مدوح نے سورہ فاتحہ کی ایک کھلم بے نقط حروف میں لکھی تھی جو قلمی موجود ہے۔ نیز آپ کی ایک کتاب علم فرائض میں فی نظم میں اشعار کی جھجھی ہوئی ہے جس کو دیکھنے سے علامہ مدوح کے بحر علمی کا اور علم ادب کی قابلیت کا پتہ چلتا ہے۔ ہاں مرزائی صاحبان نے علامہ فیضی فیاضی (وزیر دربار اکبری) کی تفسیر سواطع الالہام تو ضرور دیکھی ہوگی۔ جو ایک ضخیم تفسیر قرآن بے نقطہ حروف میں ہے انصاف کریں کہ مرزا صاحب کی تصانیف کی اس کے مقابلہ میں کیا حقیقت ہے۔ غرض مرزا صاحب کی ایسی ان اپ شتاپ اغلاط سے بھرپور تصانیف بھی ان کی نبوت و رسالت یا اہل اقت کی ہرگز دلیل نہیں ہو سکتیں جن پر مرزائی ناز کر رہے ہیں۔

مرزا صاحب کے نشانات

مرزا صاحب خدا کا خوف نہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: میری تائید میں اس نے وہ نشان ظاہر فرمائے ہیں کہ آج کی تاریخ سے جو ۱۶ فروری ۱۹۰۶ء ہے اگر میں ان کو افراد شمار کروں تو میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ تیرا لاکھ سے بھی زیادہ ہیں۔ اور اگر وہ میری قسم کا اعتبار نہ کرے تو میں اس کو ثبوت دے سکتا ہوں۔ (ہفتہ اونی صفحہ ۶)۔

۱۶۔ ہزارویہ صفحہ ۵۵ پر لکھا ہے: کہ رسول اللہ ﷺ سے تین ہزار معجزے ظاہر ہوئے۔

اس سے ثابت ہوا کہ معاذ اللہ معجزہ نما کی میں آپ کو رسول اللہ ﷺ پر بھی فضیلت

ہے۔ ہاں جناب آپ کی قسم پر اعتبار کر کے تو ایسا جھوٹ جو زمین و آسمان میں نہیں ساسکتا کون تسلیم کر سکتا ہے۔ ہم آپ سے اس پر ثبوت مانگتے ہیں، مثلاً یہ وہ کیا ہے؟ آپ نے اپنی آخری تصنیف حقیقۃ الوحی میں جو اپنے نشانات کی فہرست دی ہے۔ باوجودیکہ ایک ایک واقعہ کو دس دس بارہ بارہ دفعہ بیان کر کے تعداد بڑھانے کی کوشش کی ہے پھر بھی نشانات کا آخری نمبر ۲۰۵ تک پہنچ سکا ہے۔ اگر تین لاکھ نشان تھے تو کم سے کم تین ہزار اگر یہ بھی نہیں تو تین سو تو پورے کرتے۔ (جھوٹ کی حد ہوگئی..... معذرت)

آپ نے اعجاز احمدی صفحہ ۱۰۷ میں یہ بھی تحریر فرمایا ہے: کہ میری پیشگوئیوں کے مصدق ساٹھ لاکھ ہیں ذرا ان کا اند پتہ ہی بتا دیا ہوتا۔ ع
”تاسیہ روئے شود ہر کہ دروغش باشد“

ہاں! ہم آپ کے بعض ان نشانات پر نظر کرتے ہیں۔ جو آپ نے حقیقۃ الوحی میں درج فرمائے ہیں جن میں متعدد نمبر مقدمات جہلم و گورداسپور کے بھی دیے گئے ہیں۔ اور اسی وجہ سے ہم کو اب دوبارہ روئید و مقدمات شائع کرنی پڑی ہے کہ آپ نے ان واقعات کو جو آپ کی ذلت کے چمکتے ہوئے نشان تھے عزت و صداقت کے نشان قرار دیکر پبلک کو دھوکہ دینا چاہا ہے بلکہ آپ کے خلیفہ محمود اور یعنی گواہ مولوی محمد علی نے بھی ان مقدمات کو مرزا صاحب کے معجزات میں شمار کر کے بہت کچھ خامہ فرسائی کی ہے۔ مرزا اور ان کے مریدوں کی شوخ چٹائی اور احباب کے اصرار سے اب یہ روایت اور لکھی جا رہی ہے تاکہ مسلمانوں پر اضمحلت مشکف ہو جائے کہ مقدمات میں مرزا جی مظفر و منصور ہوئے ہیں یا ان میں اللہ تعالیٰ نے ان کو وہ ذلت اور شکست دی جس کو قبر میں بھی نہ بھولے ہوں گے۔ سو نشانات مندرجہ حقیقۃ الوحی کی ایک بہت مقدار تو حرم سرا میں لڑکوں اور لڑکیوں کی

۱۰۰ وفات یا بیماری یا تیار داری وغیرہ سے مہیا کی گئی ہے جن کی تفصیل ترتیب وار درج ہے۔

۳۱۔ ایک لڑکا مر گیا تھا اس کے بعد ایک اور پیدا ہو گیا جس کا نام محمود رکھا گیا۔

۳۲۔ اس کے بعد ایک اور لڑکا پیدا ہو گیا اس کا نام بشیر احمد رکھا گیا۔

۳۳۔ بشیر احمد کے بعد ایک اور لڑکا پیدا ہوا اس کا نام شریف احمد رکھا گیا۔

۳۴۔ پھر حمل کے ایام میں ایک لڑکی کی بشارت ملی وہ پیدا ہوئی اور مبارکہ بیگم نام رکھا گیا اس کے عقیدے کے روز لکھنؤ ام مارا گیا۔

۳۵۔ لڑکی کے بعد ایک اور لڑکا تولد ہوا جس کا نام مبارک احمد رکھا گیا۔

۳۶۔ ایک اور لڑکی کی بشارت ہوئی وہ پیدا ہو کر چند ماہ بعد مر گئی۔

۳۷۔ پھر دخت کرام ایک اور لڑکی کی بشارت ہوئی جو پیدا ہوگئی اس کا نام امہ الحفیظ رکھا گیا یہ زندہ ہے۔

۳۸۔ ایک پیشگوئی اربعۃ من البنین یوں پوری ہوئی کہ چار لڑکے محمود احمد، بشیر احمد، عبدالمبارک احمد۔ (پورا گنڈا پیدا ہوئے)

۳۹۔ پانچویں لڑکے نافلہ کی بھی بشارت تھی، وہ بھی ہو گیا نصیر احمد نام رکھا گیا۔

۴۰۔ بشیر احمد بیمار ہو گیا تھا آشوب چشم تھا۔ ابرق طفلی بشیر (بے معنی)۔

۴۱۔ الہام ہوا لڑکا دوسرے دن شفا یاب ہو گیا۔

۴۲۔ مجھے تلخ ہو گیا سولہ دن پاخانہ سے خون آتا رہا۔ دریا کی ریت تیج و درود پڑھ کر خون آرام ہو گیا۔

۴۳۔ میرے دانت کو درد ہو گیا القا ہوا فاذا مرضت فہو بشفی درد سے آرام ہو گیا۔

نشان ۱۸۷: دہلی میں شادی رچائی سامان عروسی کا گھر تھا الہام ہوا۔ ج

ہرچہ باید نو عروسی را ہمہ سامان کنم

ایک جگہ سے پانچ سو اور دوسری جگہ سے تین سو روپیہ قرض مل گیا۔ سامان عروسی تیار ہو گیا۔

نشان ۱۸۸: ایک لڑکی غاسق پیدا ہو کر مر گئی۔

نشان ۱۸۵: خواب میں دیکھا کہ مبارک احمد کا پاؤں پھسل گیا ہے۔ اپنی عورت سے یہ

کشف بیان کیا۔ تھوڑی دیر بعد لڑکا ایک طرف سے دوڑا آیا جب چٹائی کے پاس آیا پاؤں

پھسل گیا، پیشگوئی پوری ہوئی۔

پیشگوئی کرنے والے مرزا خود بدولت گواہ اپنی جور۔

نشان ۱۸۶: مبارک احمد کو پیاس لگی کہا باپانی میں نے دوڑ کر کنویں سے پانی پلا دیا الہام پورا

ہو گیا۔

غور فرمائیے یہ پندرہ نشانات گھر ہی سے مل گئے۔ ہمیشہ انسان کے گھر اولاد پیدا

ہوتی رہتی ہے بالخصوص ایسے شخص کے ہاں جس نے مقوی ادویہ مشکِ عنبر یا قوتیاں اپنی

روزانہ خوراک بنا رکھی ہوں پھر جب آٹا رحل ظاہر ہوئے تو پیشگوئی جڑی۔ لڑکا ہو گا یا

لڑکی۔ آخر کچھ تو ہو گا جو کچھ بھی پیدا ہو انسان پورا ہو گیا۔ گواہ بھی گھر کے آدمی ہیں جھٹلائے گا

کون؟ جتنے لڑکے یا لڑکیاں پیدا ہوں نہیں زندہ رہیں تو بہتر، مر جائیں تو بلا سے۔ آخر نشان تو

ہو گیا۔ ایسا ہی مرزا جی کو قبض ہو کر پھر پاخانہ آ گیا تو بھی نشان پورا ہو گیا۔ ڈاڑھ درد کرنے

لگی پھر درد سے آرام ہو گیا۔ ہر ایک شخص کو ایسے واقعات پیش آتے رہتے ہیں۔ بس نشان

پورا ہو گیا۔ شادی رچائی معمولی آدمیوں کو بھی ایسی تقدیریں پر قرضے مل جاتے ہیں سات

آٹھ سو روپیہ قرض مل گیا سامان عروسی تیار ہو گیا۔ شادی کی شادی اور نشان کا نشان۔ ایسے

نشانات کا کیا کہنا گھر میں کسی لڑکے نے گہ دیا یا مونیا پاؤں پھسل گیا یا پانی مانگا۔ بابا جی کا

نشان بن گیا۔ خوب ۔

این کرامات میرا چه عجب گرہ شاشید گفت باران شد

منفور والا ان الہامات کو تو ہضم کر گئے جو صاف جھوٹے ہو کر ملہم کی کذب بیانی پر مہر کر گئے۔ مثلاً

علامِ حلیم کی بشارت جو بمنزلہ مبارک احمد ہو گا۔

بچی کی بشارت جو زندہ رہے گا۔

مالم کہاب کی بشارت جس کی پیدائش سے جہاں درہم برہم ہو جائے گا۔

شوخی و شنگ لڑکا کی بشارت جو لڑکی کی شکل میں نمودار ہوا۔

خواتین مبارکہ کی بشارت جو نصرت جہاں بیگم کے بعد ہوئی اور اس سے نسب بہت بڑھے

کی۔ (ندارد)

عمدی بیگم کی بشارت جس کا آسمان پر نکاح بھی پڑھا گیا۔ مرزا جی اسی ہوں میں مر گئے وہ

رقیب کے پاس چین اڑا رہی ہے۔ مرزا جی عمر بھر یہی کہتے رہے۔ سحر

رقیب آزاد ہا فرمودو جائے آشتی نگداشت کہ بس عمریست کایں بیمار سر بر آستان دار

مقدمات کے نشان

مرزا صاحب کے خلاف دو استغاثے ہوئے۔ ایک جہنم میں جو ایک قانونی ہار

خارج ہو گیا۔ آپ نے آسمان سر پر اٹھالیا، پیشگوئیوں کی بھرمار کر دی۔ نادانی سے جوش میں

آ کر جہنم میں ایک کتاب مطبوعہ مواہب الرحمن تقسیم کی گئی جس میں میرا نام لکھ کر گالیاں دی

گئیں۔ اس کی بنا پر دوسرا استغاثہ کیا گیا جو آپ کیلئے بلائے بے درماں ثابت ہوا۔ قریباً

۱۰ سال اس میں سرگردان رہے جو تکالیف برداشت کیں ان کا ذکر آئے گا آخر عدالت بہت

آتمارام صاحب سے آپ کو پانچ سو (۵۰۰) روپیہ جرمانہ یا چھ (۶) ماہ قید کی سزا ہوئی۔ آپ کے مخلص مرید حکیم فضل دین صاحب بھیروی کو اسی مقدمہ میں دو سو (۲۰۰) روپیہ جرمانہ یا پانچ (۵) ماہ قید کی سزا ہوئی۔ آخر عدالت سیشن کورٹ میں اپیل کرنے پر بعد مشکل رہائی ہوئی۔ صرف اس ایک واقعہ کی بنا پر آپ نے کتنے نمبر نشانات مشہر کئے۔ ان کی تفصیل سنیے۔

حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۱۳ میں ان نشانات کا اندارج شروع ہوتا ہے جو درج ذیل ہیں:

نشان نمبر ۲۵: کرم دین جہلمی کے مقدمہ فوجداری کی نسبت پیشگوئی تھی رب کل شیئ خاد مک فاحفظنی و انصرنی و ارحمینی (اس عبارت میں مقدمہ فوجداری یا بریت کا کوئی ذکر نہیں) خدا نے مجھے اس مقدمہ سے بری کیا۔

نشان نمبر ۲۶: کرم دین جہلمی کے اس مقدمہ فوجداری میں مجھے بریت ہوئی جو گورداسپور میں دائر تھا۔

نشان نمبر ۲۷: کرم دین جہلمی کی سزائیابی کی نسبت پیشگوئی تھی جو مواہب الرحمن میں درج ہے اس میں وہ سزا پا گیا۔ (حالانکہ بیانات حلفی میں مقدمہ کی نسبت پیشگوئی سے انکار کرتے رہے) اس کا ذکر آگے آئے گا۔

نشان ۲۸: آتمارام کی اولاد کی موت کی نسبت پیشگوئی تھی جس دن میں اسکے دولڑکے مر گئے۔ (ہرگز یہ پیشگوئی کسی کتاب اخبار یا اشتہار میں شائع نہیں کی گئی۔ بعد از واقعہ یہ پیشگوئی گھڑی گئی اور آتمارام کی اولاد کے مرنے سے فائدہ کیا ہوا؟ آتمارام نے آپ کو طرح طرح تکالیف میں مبتلا کرنے کے بعد پانچ سو (۵۰۰) روپیہ جرمانہ یا چھ (۶) ماہ قید کی سزا بھی دیدی۔ فائدہ تو جب تھا کہ آتمارام مر گیا ہوتا اور مرزا جی سزا سے بچ جاتے۔)

۲۹: لال چند لال مجسٹریٹ کے تنزل کی پیشگوئی تھی۔ چنانچہ وہ گورداسپور سے تہذیل لکھنؤ منتقلی پر چلا گیا۔ (کلا و حاشا کسی کتاب یا اخبار یا اشتہار میں اس پیشگوئی کا نام نہیں لیا اگر مرزا جی کو علم ہوتا کہ ان کی پیشگوئی کے مطابق مجسٹریٹ نے تہذیل ہو جانا ہے حال مقدمات کی زحمت چیف کورٹ تک کیوں گوارا کی جاتی۔ پھر لال چند لال کی تہذیلی سزائیابی کو کیا فائدہ ہوا؟ ان کے دو مقدمات جو خاکسار کیخلاف دائر تھے وہ خارج کر گئے ان کے وقت تو مرزا جی پیشی مقدمہ کے وقت آرام سے کرسی پر بیٹھے رہتے تھے ان کی تہذیلی پر ایک ایسا جابر حاکم مہتہ آتمارام آ گیا کہ جس نے عدالت میں روزانہ چھ، چھ، مرزا جی کو طرزموں کے کنہرے پر پاؤں پر کھڑا رکھا۔ آخر پانچ سو (۵۰۰) روپیہ جرمانہ دیدی (۶) ماہ قید کی سزا بھی دیدی۔ فائدہ تو تب ہوتا کہ لال چند لال کی تہذیلی پر مرزا جی کا ولی مخلص مرید مجسٹریٹ یہاں آ جاتا اور مرزا جی کو بری کر دیتا۔)

نشان ۶۲: براہین احمدیہ میں فتح مقدمات کی پیشگوئی تھی مجھے فتح ہوتی رہی۔

نشان ۱۰۱: کرم دین کے فوجداری مقدمہ کے لیے جہلم جارا ہا تھا تو الہام ادریک ہر نکات کل طرف جہلم میں مجھے قریباً دس ہزار آدمی دیکھنے آیا گیا رہ سومر اور دو سو عورت نے نکات کی۔ (جھوٹ سفید جھوٹ اس کے متعلق ہم آگے چل کر بحث کریں گے) مقدمہ میں جہلمیت ہوئی۔

نشان ۱۱۸: کرم دین جہلمی کے مقدمہ فوجداری کے لیے گورداسپور گیا تو مجھے الہام ہوا سلونک عن شانک قل اللہ ثم ذرہم فی خوضہم یلعون اپنا ہما عمت کو یہ مسناد یا خوب کمال الدین اور مولوی محمد علی بھی موجود تھے (خوبہ کے گواہ ڈڈو) کچہری کے تو فریق ثانی کے وکیل نے سوال کیا۔ کیا آپ کی شان اور مرتبہ ایسا ہے جیسا تریاق

القلوب میں لکھا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ خدا کے فضل سے یہی مرتبہ ہے جو اس نے یہ مرتبہ مجھے عطا کیا ہے۔ تب وہ صبح کا الہام پورا ہو گیا۔ (یہ ہے حضرت اقدس کا سفید جھوٹ آپ کے ہر دو بیانات طغی آگے بچھڑے درج ہو گئے۔ ان میں نہ اس سوال کا ذکر ہے، نہ جواب کا۔ ایسے الہامات اور ایسے اقوال کا کیا کہنا۔ جعفر تو جھوٹ نہیں کہا کرتے۔ مرزا جی عجیب نبی ہیں کہ تانا بانساں سب جھوٹ ہی جھوٹ ہے۔)

نشان ۱۷۰: ۲۹ جون ۱۹۰۳ء کو رات کے وقت یہ فکر ہو رہی تھی کہ مقدمات کرم دین کا کیا انجام ہوگا۔ الہام ہوا ان الله مع الذين اتقوا والذين هم محسنون نتیجہ یہ ہوا کہ مقدمات کا فیصلہ ہمارے حق میں ہوا۔

نشان ۱۷۹: مولوی کرم دین کے مقدمہ میں جو گورداسپور میں ہوئے کرم دین لتیم اور کذاب کے معنی سنگین بیان کرتا تھا۔ ہم خفیف ان دنوں الہام ہوا۔ مع ”معنی دیگر نہ پسندیم ما“

آخر فیصلہ ہمارے معنی پسند کئے گئے۔

نشان ۱۸۰: ایک دفعہ ۱۹۰۲ء میں الہام ہوا: یریدون لیطفنوا نورک و یتحفظنوا عرضک وانی معک و مع اهلک ان دنوں میں نے خواب دیکھا کہ تین قوی ہیکل سنڈھے (پنجابی اردو..... مصنف) مجھے مارنے کو کھڑے ہیں۔ ایک نے ان سے مجھ پر حملہ کیا میں نے ہٹا دیا۔ پھر دوسرے نے حملہ کیا وہ بھی ہاتھ سے ہٹا دیا۔ تیسرا بڑی شدت سے آیا قریب آیا تو دیوار سے لگ کر کھڑا ہو گیا۔ اور میں اس کے ساتھ رگڑ کر (پنجابی.....

مصنف) اس کے پاس سے گزر گیا۔ پھر القا ہوا رب کل شیء خادمک..... صلح اس سے سمجھا کہ کوئی مجھ پر مقدمہ ہوگا۔ آخر کرم دین نے جہنم میں مجھ پر مقدمہ کیا مقدمہ سخت تھا

شرف کے مطابق اس میں تین وکیل تھے۔ (اس مقدمہ میں تین نہیں بلکہ سات وکیل تھے البتہ جس وقت وکلاء مرزا نے مسل دیکھی اس وقت تین تھے۔ وہی بات ذہن میں لی شرف بن گیا) آخر کار مقدمہ خارج ہو گیا۔ (غور کیجئے مقدمہ خارج ہونے کو کتنے دن میں بار بار بیان کر کے نشانات کے نمبروں میں اضافہ کیا گیا ہے۔)

ناظرین غور فرمائیں! صرف دو مقدمات (جہلم و گورداسپور) کا بار بار اعادہ کیا رہے نشانات بنائے گئے ہیں۔ بات کا ہنگڑا اسی کو کہتے ہیں۔ بچارے کیا کریں! جن احمدیہ کے خریدار تین سو دلائل حقانیت اسلام مانگتے ہیں وہ تو نہ لکھے جاسکے ان کو مقدمات کی شکل میں لا کر خریداروں کی آنکھ میں خاک جھونکنے کی کوشش کی گئی۔ ایک ایک دفعہ کے بارہ بارہ پندرہ پندرہ نمبر دکھائے گئے پھر بھی تین سو کی تعداد پوری نہ ہوئی۔ (خسر الدنيا والآخرة)

مرزا جی کا پیشگوئی مقدمات سے انکار

اب جب جناب والا کو مقدمات سے مرمر کر نجات ملی پیشگوئیوں کی بھرمار ہونے لگی ہے لیکن دوران مقدمہ ایسی کوئی پیشگوئی ہونے سے صاف انکار فرماتے رہے چنانچہ آپ نے جو بیان حلفی بمقدمہ حکیم فضل دین بنام مولوی کرم الدین جرم ۴۲۰ تعزیرات ہند ۱۸۰۰ لالہ چند لال صاحب مجسٹریٹ میں بحیثیت گواہ صفائی لکھا یا اس میں صاف بیان کیا تھا۔

”مواعب الرحمن جنوری ۱۹۰۳ء میں شائع ہوئی اس سے پہلے لکھی گئی تاریخ سن ۱۳۲۱ یا وہیں ہے کیونکہ بشریت ساتھ ہے۔ اچھی طرح یاد نہیں ہے کہ کتاب کب چھپی

ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ کب لکھی گئی اور کب شروع ہوئی۔ البتہ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ جب جہم گیا تھا تو اس وقت یہ کتاب ساتھ گئی تھی یعنی چھپی ہوئی تھی۔ صفحہ ۱۲۹ مواہب الرحمن میں نے دیکھی اس میں کرم الدین کا حوالہ ہے۔ مقدمہ کا ذکر نہیں ہے مگر اگلے صفحہ ۱۳۰ پر استغاثہ کا ذکر ہے جو کرم الدین کی طرف سے ہوا۔

اس بیان میں آپ نے کتنے بہرہ پھر کئے پہلے صاف فرمایا کہ صفحہ ۱۲۹ پر مقدمہ کا ذکر نہیں ہے۔ حالانکہ اب اسی صفحہ کی عبارت کو مقدمہ کی پیشگوئی بنایا جاتا ہے آخر مجبور ہو کر دہلی زبان سے کہنا پڑا کہ صفحہ ۱۳۰ پر استغاثہ کا ذکر ہے۔ اگر یہ پیشگوئی منجانب اللہ تھی تو کیوں نہ صاف صاف فرمایا یہ تو مقدمہ فوجداری کرم الدین کی نسبت پیشگوئی تھی جو پوری ہوئی۔ اور مقدمہ مدح راج ہو گیا۔

اب دیکھئے! حکیم الامت مولانا نور الدین خلیفہ اول اس عبارت کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ آپ نے جو بیان حلقی بمقدمہ مولوی کرم الدین بنام مرزا غلام احمد بہ حیثیت گواہ صفائی بعد الہ امتارام صاحب مجسٹریٹ درجہ اول گورداپور میں لکھایا اس میں صاف لکھاتے ہیں۔ کہ اس میں مقدمات کا کچھ تعلق نہیں نہ تین خامیوں سے مراد تین وکیل ہیں۔ بیان یوں ہے۔

میں نے یہ کتاب (مواہب الرحمن) پڑھی ہے مثل غربی خوانوں کے جو اس کتاب کو سمجھ سکتے ہیں میں سمجھ کہ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ مجھے خدا نے خبر دی ہے۔

۱۔ ایک حکیم اور بہتان والے آدمی کے متعلق۔

۲۔ وہ تیری آبروریزی کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔

آخرد تیرا نشانہ بنے گا۔

اس نے تین آدمی تجویز کئے ہیں جن کے ذریعہ سے تیری اہانت ہو۔

کہ میں ایک محکمہ میں حاضر کیا گیا ہوں۔

آخر میں نجات ہوگی۔

یہ واقعات بالکل الگ الگ ہیں اس کو پڑھ کر یقین نہیں ہو سکتا کہ کس بات کی

یہ بیان ہے۔ کرم الدین کے نام سے بھی یقین نہیں ہوتا۔ اگر واقعات اور اخباروں کو مد

نہرھا جائے۔ صفحہ ۱۳۰ پر استغاثہ کا پتہ لگتا ہے۔ بعد آخری سطر صفحہ ۱۲۹ کے یہ پتہ لگتا ہے

م الدین نے سب امن کا ارادہ کیا ہے اور وکلاء کے لئے کچھ مال رکھا ہے اور کچھ لوگوں

اپنے ساتھ ملایا ہے واقعات کے لحاظ سے میں یہ سمجھا کہ نسیم اور بہتان باندھنے والا خطوط

ان اخبار سے پیدا ہوگا۔ اور آبروریزی کا ارادہ انہی خطوط و اخباروں کا نتیجہ ہے۔

ان میں فرماتے ہیں ”ذلک“ اشارہ واحد ہے۔ اس کی تعین خواب میں نہیں ہوئی

امات نے تصریح نہیں کی کہ کیا ہیں؟ واقعات کے قرائن نے بتلایا کہ شہاب الدین، بیر

ب اور ایڈیٹر سراج الاخبار یہ تین مددگار ہیں۔ ارادہ توہین ہوا بذریعہ خطوط اخبار اور

مقام جہلم۔ کتاب سے کسی مددگار کا پتہ نہیں چلتا۔ وکیل مددگار نہیں ہوا کرتے۔

کیل مزمان جس غرض کے لیے کرم دین نشانہ بنا تھا اس سے نجات نہیں ہوئی اس

یہ ہے کہ خط اور مضمون کرم دین کا قرار دیا گیا۔

دیکھئے خلیفہ اول نے کیا صاف الفاظ میں ساری پیشگوئی پر پانی پھیر کر مرشد کی

الہامی کو غارت کر دیا۔

آبروریزی سے مراد مقدمہ نہیں خطوط و اخبار بیان کئے۔ اور تین مددگار وکیل نہیں بلکہ شہاب الدین، پیر صاحب اور ایڈیٹر سراج الاخبار قرار دیئے گئے۔

اور کھلے الفاظ میں مرزا صاحب کے قول کی تکذیب کرتے ہوئے فرمایا کہ وکیل مددگار نہیں ہوا کرتے۔

اور کرم دین کا نشانہ بننے سے یہ مراد نہیں کہ مقدمہ میں سزا ہوئی بلکہ یہ کہ خط و اخبار کا مضمون اس کے قرار دیئے گئے۔

کیا مرزائی صاحبان خلیفہ اول حکیم الامتہ کے اس بیان کی تصدیق کرتے ہوئے تسلیم کریں گے کہ مقدمات کے متعلق پیشگوئی ہونا اور ثلث حماۃ (تین مددگار) سے تین وکیل مراد ہونا قطعاً غلط ہے۔ نہ کوئی پیشگوئی تھی نہ کوئی الہام تھا ایسے گول مول الہامات اور پیشگوئیاں تو ”ارڈ پو پو“ بھی کر دیا کرتے ہیں اور واقعات کے بعد ان کو اپنے مطلب کے مطابق کرنے کی کوشش کیا کرتے ہیں۔ اب مرزا جی کے حلفی بیان اور مولانا نور الدین کے حلفی بیان کے بعد یہ ساری بنیاد جو نشانات کی تعمیر کے لیے قائم کی گئی تھی بالکل متزلزل ہو جاتی ہے۔

فیضی کی وفات کی پیشگوئی

اسی طرح مرزا صاحب نے حسب عادت وفات فیضی کو بھی دو نمبروں میں بیان کر کے نشانات کی تعداد بڑھائی ہے۔ چنانچہ حقیقتہً الوحی صفحہ ۲۲۸ میں ہے۔

نشان ۷۴: ایسا ہی مولوی محمد حسن بھین والا میری پیشگوئی کے مطابق مراجعہ کیا کہ میں نے مفصل اپنی کتاب مواہب الرحمن میں لکھا ہے۔

۱۵۲: مولوی محمد حسن بھین والے نے میری کتاب اعجاز احمدی کے حاشیہ پر لعنت علی الکاذبین لکھ کر اپنے تئیں مباہلہ میں ڈالا چنانچہ اس تحریر پر ایک سال بھی نہیں مہرا تھا کہ مرگیا۔ لیکن جو اس سے سخت کلمات مرزا جی کی نسبت استعمال کرتے رہے ان ہاں بھی بیکانہ ہوا بلکہ مرزا جی ان سے پہلے خود چل بے۔

عدالت میں اس پیشگوئی سے انکار

لیکن تعجب تو یہ ہے کہ مرزا جی نے عدالت میں مولوی محمد حسن کی نسبت پیشگوئی نے سے بھی صاف انکار کیا اب کس منہ سے ان کو اپنی پیشگوئی کا مصداق قرار دے رہے ہیں۔

”شرم چہ کنی است کہ پیش مرداں بیاید“

ہمقدمہ حکیم فضل دین بنام مولوی کرم الدین مرزا جی کا جو حلفی بیان بحیثیت گواہ مادی عدالت لالہ چند لال صاحب محسٹریٹ میں ہوا اس میں یوں ارشاد ہے۔

الہام ”انسی مہین من اراد اہانتک“ کئی سال پہلے مجھ کو ہوا تھا۔ یعنی سات سے کئی سال پہلے یہ پیشگوئی: من قام للجواب وتنصرف سوف یری انه دم و ندھر۔ فیضی کی نسبت نہیں ہے۔ پھر آگے چل کر فرماتے ہیں۔

سوال: یہ دونوں الہام آپ کے سچے ہوئے کہ نہیں بہ متعلق مولوی محمد حسن اور پیر مہر علی

مواہب پہلے میں نے قبل مراجع الاخبار شائع ہونے کے خیال کیا تھا کہ یہ دونوں الہام گئے ہیں مگر سراج الاخبار کے شائع ہونے کے بعد میں نے یقین کر لیا کہ یہ میری

رائے غلط تھی۔ کیونکہ پیشگوئیوں کا مصداق قائم کرنا اکثر رائے سے ہوا کرتا ہے۔ یہ بات صرف رائے کے متعلق ہے نفس پیشگوئیوں کو اس سے کچھ تعلق نہیں۔

پھر اب اس حلفی بیان کیخلاف مرزا جی کا یہ کہنا کہ مولوی محمد حسن میری پیشگوئی کے مطابق فوت ہوا ہے، کس قدر دھتائی ہے۔

مرزائیوں کی مقدمہ بازی

اب ہم اس قدر تمہید لکھنے کے بعد اپنے اصل مقصود کی طرف آتے ہیں سو واضح ہو کہ مقدمہ بازی کا سلسلہ پہلے جناب مرزا صاحب کے حکم سے مرزائیوں نے چھیڑا۔ اس کا نام اخبارات و اشتہارات میں جہاد رکھا۔ گویا یہ ان کا قانونی جہاد تھا۔ اور اس جہاد کے بہانہ سے مریدوں کو خوب لوٹا چنانچہ آخری روز فیصلہ کے دن خواجہ کمال الدین صاحب بی اے وکیل مرزا نے سر عدالت تسلیم کیا کہ مقدمہ بازی میں ہمارے تیس ہزار روپے صرف ہوئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ مرزا جی نے جیسا کہ ان کے بیانات سے ظاہر ہوگا اپنی گرد سے ایک پیسہ بھی خرچ نہیں کیا، نہ ہی فریق مقدمات حکیم فضل الدین بھیروی یا شیخ یعقوب علی تراب ایڈیٹر الحکم کی یہ حیثیت تھی کہ چند ہی ہزار روپیہ کے مصارف پورے کرتے۔ یہ سارا بوجھ مرزا جی کے خوش اعتقاد مریدوں نے برداشت کیا اور پبلک کا ناحق روپیہ اس فضول کام مقدمہ بازی میں پانی کی طرح بہایا گیا۔

سو یہ بات کہ یہ ناگوار سلسلہ مقدمہ بازی مابین فریقین کیوں شروع ہوا۔ سو جہاں تک ہم غور کرتے ہیں درحقیقت یہ سلسلہ حسب منشاء قدرت ایزدی جاری ہوا۔ اور لے جیسا کہ اخبار القلم ۳۱ جنوری ۱۹۰۳ء ایک "منزل" جہاد کی فہرستی "صفحہ ۳۲ میں درج ہے، اور دوسرا عنوان "ہمارے مقدمہ" "صفحہ ۱۸۳ میں اس کی تصریح ہے۔

مقدمات میں قدرت کے عجیب عجیب کرشمے نمودار ہوتے رہے۔ ہر چند اس سلسلہ میں نے والے مرزا جی، بہادر اور ان کے اراکین دوست تھے اور انہوں نے اس غرض سے یہ سلسلہ چھیڑا تھا کہ دنیا پر اپنا رعب قائم کریں گے اور اپنے جلیس قانونی مشیروں کی قانونی قابلیت اور افراط زور اور گرجوش جماعت کی متفقہ طاقت سے چشم زدن کی طرف فریق کو نیست و نابود کر کے "لمن الملک" کا نظارہ دنیا میں بجا دیں گے لیکن اہل علم تھا کہ: ع

"ما در چہ خیالیم و فلک در چہ خیال"

اس چھیڑ خانی کا نتیجہ ان کے حق میں آخر کیا نکلے گا؟ اگر ان کو یہ علم ہوتا کہ یہ مقدمہ بازی ہمارے لیے وبال جان ہو جائے گی تو ہرگز اس کا نام نہ لیتے لیکن خدائے علیم و مہربان نے زبردست طاقت کا دکھانا اور مرزا کی پندار و غرور کو خاک میں ملانا منظور تھا اور یہ کہ ان کی طاقت و جبروت کے سامنے زور و زور تمام انسانی طاقتیں پر پٹے کی سی بھی ہستی نہیں ہیں، چاہے تو بڑے بڑے طاقتور اور شہ زور انسانوں کو پکڑ کر ایک ضعیف سے ضعیف کے پاؤں میں ڈال دے سچ ہے۔ و تعز من تشاء وتذل من تشاء بيدك الخير انك على كل شئ قدير o

مرزائیوں کا پہلا مقدمہ فوجداری

سو واضح ہو کہ سب سے پہلے مرزا جی کے حکم سے ان کے مخلص مرید حکیم فضل الدین نے مجھ پر زبردستی ۳۱ تعزیرات ہند (دغا) گورداسپور میں استغاثہ دائر کیا۔ یہ ۱۰ نومبر ۱۹۰۲ء کو دائر کیا گیا رام صاحب اکثر اس سسٹنٹ کمشنر و مجسٹریٹ درجہ اول

گوردا سپور میں حکیم مذکور نے معرفت خواجہ کمال الدین و مولوی محمد علی و کلاء دائر کیا۔ رائے گزنگ رام صاحب تھوڑے عرصہ کے بعد وہاں سے تبدیل ہو گئے پھر یہ مقدمہ ان کے جانشین لالہ چند لال صاحب اکسٹرا اسٹنٹ کمشنر و مجسٹریٹ درجہ اول کی عدالت میں چلتا رہا۔ اس مقدمہ میں استغاثہ کی طرف سے علاوہ دیگر گواہان کے مرزائی جماعت کے اعلیٰ ارکان مولوی نور الدین صاحب اور مولوی عبدالکریم صاحب کی بھی شہادتیں گزریں اور نیز بابو غلام حیدر تحصیلدار کی بھی شہادت ہوئی اور صفائی کی طرف سے اس مقدمہ میں باقی سلسلہ مرزائیہ جناب مرزا غلام احمد صاحب کی بھی شہادت گزری۔ اس مقدمہ میں فتح و نصرت کے البہامات بارش کی طرح نازل ہوتے رہے لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ مقدمہ خارج اور ملزم عزت کے ساتھ بری کر دیا گیا۔ مرزاجی کے البہامات کے پرچے اڑ گئے اور دنیا میں فریق مقابل کی فتح و ظفر کا نفاذ ہو گیا یہ فیصلہ عدالت لالہ چند لال صاحب مجسٹریٹ درجہ اول سے ۱۶ مارچ ۱۹۰۴ء کو صادر ہوا۔ مرزائیوں کو اس مقدمہ میں بڑی بڑی مصیبتوں کا سامنا ہوا اور بے انداز روپیہ صرف ہوا نتیجہ مقدمہ کے متعلق ہم وہ مضمون درج ذیل کرتے ہیں جو اس موقع پر سراج الاخبار جہلم مطبوعہ ۱۸ جنوری ۱۹۰۴ء میں شائع ہوا۔

مولوی کرم الدین صاحب کی فتح

۱۴ جنوری ۱۹۰۴ء کو مرزائیوں کا وہ البہامی مقدمہ فوجداری جو منجانب حکیم فضل دین مرزاجی کے خاص حکم سے برخلاف مولوی صاحب موصوف دائر کیا گیا تھا۔ اور ۱۲ مارچ ۱۹۰۴ء کو گوردا سپور میں جو خواجہ کمال الدین کے کلاس ٹیلو تھے ان مقدمہ میں مرزائیوں کی بہت کچھ پامردی کرتے تھے، چنانچہ ہم نے ان کی عدالت سے منتقل کرنے کے لئے چیف کورٹ میں درخواست کی تھی جس اثناء میں دو گوردا سپور سے تبدیل ہو گئے اس لئے اگر ہمارا دعویٰ بھی منہمک کا ہوتا تو جیسا کہ مرزا صاحب نے کہا کہ رائے چند لال ہماری پیشگوئی کچھ بن نہیں ہو گئے ہیں تو ہم بھی کہہ سکتے کہ رائے گوردا رام ہماری دعا سے تبدیل ہو گئے۔

پہل رہا تھا۔ اور جس کی نسبت مرزاجی کو متواتر نصرت و فتح کے البہامات بارش کی طرح نازل رہے تھے آخر کار انصاف مجسم حاکم جناب بابو چند لال صاحب بی اے مجسٹریٹ درجہ اول گوردا سپور کی عدالت سے خارج ہو گیا اور مولوی صاحب عزت سے بری ہو گئے۔ اس مقدمہ کو بہت سے احمدی جماعت کے ممبر دور دور سے مسافت طے کر کے آخری حکم سننے کے لیے جمع ہو گئے تھے۔ اور منتظر تھے کہ مرزاجی کا تازہ نشان (فتح مقدمہ) دیکھیں لیکن اب مجسٹریٹ کا یہ حکم سن کر سب کے رنگ فق ہو گئے۔ اور وہ سب امیدیں جو مرشد جی عدالت دراز سے فتح اور ظفر کی دلا رکھیں تھیں، خاک میں مل گئیں۔ اور مرزاجی کے البہامات نازل ہو گئے۔

کیوں جی مرزائی صاحبان بچ بتائیے گا وہ البہام جاعک الفتح ثم جاعک الفتح کیا ہوا؟ اور وہ مجموعہ فتوحات کا وعدہ کہاں اڑ گیا؟ اور انجام مقدمات کی پیشگوئی کیا ہوئی؟ اور ان تازہ البہامات مشتملہ الحکم ۱۷ دسمبر ۱۹۰۳ء ہماری فتح ہمارا غلبہ ظفر من اللہ و فتح مبین وغیرہ وغیرہ کا کیا حشر ہوا۔ آپ کے حضرت حجۃ اللہ بنے تو جیسا کہ الحکم میں چمپا۔ خواب میں اصحاب القبور (مردگان) کے سامنے بھی ہاتھ جوڑے اور میں کرانیں لیکن افسوس کہ وہ سب محنت اکارت گئی۔ سچ ہے و عندہ مفتاح الغیب لا علمہا الا هو۔ کیا مرزائی صاحبان اس معاملہ پر غور نہیں فرمائیں گے؟ یا رو! خدا را صاف الیس منکم رجل و شہید ذرا مرزاجی سے یہ تو پوچھئے گا کہ آپ نے خود انجام مقدمات کی پیشگوئی اس آیت سے فرمائی تھی۔ ان الله مع الذين اتقوا والذين هم محسنون۔ اب آپ ہی فرمائیے اہل تقویٰ آپ بنے یا آپ کے مخالف؟ میدان تو مولوی

صاحب جیت گئے خدا کی نصرت انکی یاور ہوئی پھر یا تو آپ کو اپنے ملاحم پر صاف بدنظر ہو جانا چاہیے یا اسکا فیصلہ مان لیجئے کہ حق آپ کے خلاف ہے۔ ایک اور آیت بھی آپ نے الحکم میں اس مقدمہ کی پیشگوئی میں شائع فرمائی تھی۔ الم ترکیف فعل ربک باصحاب الفیل الم یجعل کیدهم فی تضلیل وارسل علیہم طیرا ابابیل ترہیمہم..... الخ۔ سواب آپ ہی تشریح فرمائیے کہ اصحاب الفیل اس موقع پر کون ہیں؟ اور ان کے مقابلہ میں مظفر و منصور کون؟ ہم تو گورداسپور میں جہاں تک دیکھتے رہے۔ آپ کی ہی پارٹی بڑے کروفر سے رہوں اور گاڑیوں پر سوار ہو کر آتی تھی۔ پھر آپ کی نسبت طیرا ابابیل کا خیال کرنا تو نہایت بے ادبی ہے البتہ پہلی شق کی کوئی وجہ نکل سکتی ہے۔ تو براہ مہربانی اس الہام کی پوری تفسیر کر دیجئے گا۔ مرزائی صاحب مانیں یا نہ مانیں دنیا میں تو اب مولانا مولوی محمد کرم الدین صاحب کی فتح کا ڈنکا بج گیا اور مرزا جی کا وہ ظلم اعجاز دعوے (الہام) ٹوٹ گیا۔ الحق یعلی ولا یعلی۔ اب تو مرزائی صاحبان کو مرزاجی سے صاف کہہ دینا چاہیے: ع

”بس ہو چکی نماز مصلیٰ اٹھائیے“

افسوس ہے کہ مرزاجی کے جری سپاہی خواجہ کمال الدین صاحب وکیل یکسالہ محنت کا کارت گئی۔ اور برخلاف اسکے فاضل و کلاء جناب سید میر احمد شاہ صاحب پلیڈر بٹالہ اور شیخ نبی بخش صاحب پلیڈر گورداسپور باہو مولائیل صاحب بی اے وکیل گورداسپور نے میدان جیت لیا۔ ہم ان وکلاء صاحبان کو تہ دل سے مبارک باد دیتے ہیں اور ان کی محنت کا اعتراف کرتے ہیں اور پھر صد ہا مبارک باد مولانا صاحب مولوی محمد کرم الدین صاحب کی

ت میں عرض کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک زبردست فتح حاصل کی۔ (راقم ایک ۱۰ پوری)

اس مقدمہ میں بہت بڑی ترک مرزائیوں کو ایک یہ ٹی تھی کہ مقدمہ صرف اس سے چھیڑا گیا تھا کہ حضرت پیر صاحب گوڑوی مدظلہ العالی (جن کے باعث مرزا جی کی بحث سے ہار کے باعث سخت شرمندگی اٹھا چکے تھے اور پھر سیف چشتیائی کے باعث مرزاجی کی علمی پردہ دری ہو چکی تھی) کو عدالت میں بلوایا جائے اور جرح وغیرہ سے اب وجہ تکلیف دی جائے۔ لیکن باوجود مرزائیوں کی بے انتہا کوششوں اور درخواست پر عدالتیں گزرنے کے پیر صاحب عدالت میں نہ طلب ہو سکے۔ جو پیر صاحب کی کرامت کا بڑا نشان اور مرزا کی ناکامیابی کا بھاری نمونہ قیامت تک یادگار مقدمہ رہے گا۔

مرزائیوں کا دوسرا مقدمہ فوجداری

دوسرا مقدمہ بھی مرزا صاحب کے اسی مخلص جان نثار نے ۲۹ جون سنہ ۱۹۰۳ء کو لاہور میں ہیر سٹریٹ لاء لاہور و خواجہ کمال الدین وکیل عدالت لالہ چند لال صاحب بمسٹریٹ میں دائر کیا۔ اور اس مقدمہ کی بنا اس سے شروع ہوئی کہ حکیم فضل الدین کا مقدمہ ۳۱ قلعہ ریات ہند ہو رہا تھا جرح کے وقت اس کے ایک بیان کی تردید کے لیے کتاب نزول اسح کے چند اوراق پیش کر دیے۔ چونکہ اس سے اسکے پہلے بیان کی سبب ہوتی تھی اسلئے اس نے اسوقت اس کتاب کی ملکیت سے صاف انکار کیا۔ چنانچہ کتاب نزول اسح جو طرم نے پیش کی ہے اور جس پر نشان نمبرائے کا ہے اس کا پہلا صفحہ مارے مطبع کا معلوم ہوتا ہے باقی اوراق کی نسبت میں نہیں کہہ سکتا کہ ہمارے مطبع کے سے ہوں۔ پھر لکھا گیا کہ نزول اسح کی کاپی جو طرم کی طرف سے پیش ہوئی ہے جس پر

میں اعتبار نہیں کرتا ممکن ہے کہ ہمارے مطبع کے کاتب سے مل کر لکھائی ہو یا کسی اور کاتب سے لکھائی ہو جس کا خط ایسا ہی ہوا استاد کاتبوں کے خط مشابہ ہوتے ہیں۔

یہ بیان ۲۲ جون ۱۹۰۳ء کا ہے پھر ۲۹ جون ۱۹۰۳ء کو بعد صلاح و مشورہ ان اوراق کو مال مسروقہ ظاہر کر کے زیر دفعہ ۳۱۱ تعزیرات ہند استغاثہ دائر کیا گیا اور لکھایا کہ یہ کاپی ہماری ملکیت ہمارے ہی مطبع کی چھپی ہوئی ہے اور ہمارے ہی کاتبوں نے لکھی ہے۔ یہ ہے صداقت مرزا کی اراکین کی۔

یہ مقدمہ کیوں دائر کیا گیا

اس کتاب کی ملکیت سے انکار کر چکا تھا۔ جس کی تفصیل آگے گزر چکی۔ یہ بے وجود بے بنیاد بے حیثیت مقدمہ ۲۹ جون ۱۹۰۳ء کو رائے چند لال صاحب بہادر مجسٹریٹ درجہ اول گورداسپور کی عدالت میں حکیم فضل دین کی طرف سے بذریعہ مسٹر ادگار سن صاحب بیرسٹریٹ لاء و خواجہ کمال الدین صاحب وکیل دائر کیا گیا اور اس کی تحقیقات میں ناحق عدالت کے قیمتی اوقات میں سے قریباً نو (۹) ماہ صرف ہوئے۔ چونکہ ۳۱۷ والے مقدمہ کی کمزوری گواہان استغاثہ کے بیانات سے ظاہر ہو چکی تھی اور مرزائیوں کو اپنے اس مقدمہ میں کامیابی کی امید قریباً منقطع ہو چکی تھی اور ادھر مرشد جی کی طرف سے بہت سے الہامات فتح و نصرت کے پیش از وقت شائع ہو چکے تھے اسلئے بمصادیق الغریب یتشبص بالحشیش انہوں نے یہ دوسرا مقدمہ بے حقیقت دائر عدالت کر دیا۔ باوجودیکہ وہ خوب جانتے تھے کہ چند اوراق نزول المسیح (جنگلی قیمت چار آنے بھی نہیں ہو سکتی) کی چوری کرنے یا کرانے کی فریق ثانی کو کیا ضرورت تھی۔ اور اتنے دور دراز فاصلہ سے ایسے ناچیز مال کی

دی کرنا یا کرنا کس طرح باور کیا جاسکتا ہے۔ اور طرفہ یہ کہ فضل دین جو مقدمہ ہذا میں مذمت گردانا گیا پہلے اپنے حلفی بیان میں اس کتاب کی ملکیت سے انکار کر چکا تھا۔ جس کی تفصیل آگے گزر چکی ہے۔

لیکن ان کے نقطہ خیال میں یہ تھا کہ دفعہ مقدمہ ہذا ایسی ہے کہ محض مقدمہ دائر دینے سے ہی فریق ثانی کو بہت کچھ نقصان پہونچا سکتی ہے۔ جرم ناقابل ضمانت ہے لغات علیہ زیر حراست رہے گا اور ح

”تا تاریخ از عراق آوردہ شود مارگزیدہ مردہ شود“

اب تک کہ تحقیقات میں مقدمہ کی حقیقت کھلے گی اس سے پہلے ہی مرشد جی کے مشہور الہام اس مہینہ من اراد اہانتک کا کرشمہ ظاہر ہو جائیگا۔

لیکن خداوند کریم کا ہزار شکر ہے کہ عنان اختیار ایک ایسے متدین نکتہ رس انصاف مہم حاکم بابو چند لال صاحب بی اے مجسٹریٹ کے ہاتھ میں تھی جنہوں نے ہر حال میں انصاف کو اپنا جزو ایمان سمجھا ہوا تھا۔ انہوں نے مقدمہ کی حقیقت پر نگاہ ڈال کر اپنے طریقی اختیارات کو جائز طور پر استعمال فرمایا۔ اور اس بے وجود مقدمہ میں بجائے اے وارنٹ بلا ضمانت کے وارنٹ ضمانتی جاری فرمایا تاہم مرزائی جماعت نے یہ بھی امت سمجھا اور وارنٹ دتی حاصل کر کے تفصیل کے لیے ایک مخلص حواری شیخ یعقوب علی اب ایڈیٹر الحکم کو مامور کر دیا کہ خود فریق ثانی کے دیہہ مسکن میں بذریعہ پولیس پہنچ کر تفصیل اے تاکہ وہاں کے باشندگان یہ کاروائی دیکھیں اور اس کی خفت ہو۔ لیکن خداوند کریم نے یہ بھی منظور تھا کہ شیخی باز پارٹی اپنے تمام منصوبوں میں ناکام رہے اور فریق ثانی پر اس

کا کوئی جادو نہ چل سکے۔ اتفاق سے مستغاث علیہ ان دنوں میں اپنے دیہہ مسکن میں موجود نہ تھا۔ اس لیے مسٹر تراب صاحب دور دراز فاصلہ کی صعوبات سفر برداشت کر کے موضع بھین میں پہنچے اور ہر چند وہاں دشوار گزار کھنڈرات میں دن بھر بھٹکتے اور خاک چھانٹتے پھرے لیکن دل کی امنگ پوری نہ ہوئی۔ مستغاث علیہ کا پتہ نہ ملا آخر اپنے ارادہ میں ناکام، خود کردہ پریشیمان ہو کر بے نیل مرام بر جعت قہقری اپنے دارالامان قادیان میں بصد حسرت و امان لوٹ آئے۔ الغرض یہ بے اصل استغاثہ دائر ہونے اور اسکی کارروائی شروع ہو جانے پر مرزائی جماعت بڑی خوشیاں منا رہی تھی۔ اور بڑی بے صبری سے انتظار کیا جا رہا تھا کہ اگر پہلے نہیں تو اختتام شہادت پر مستغاث علیہ ضرور زیر حراست ہوگا۔ اور مرزائیوں کے دل ٹھنڈے ہو گئے۔ چنانچہ اختتام شہادت کے موقع پر اخبار الحکم نے صاف اعلان کر دیا تھا کہ اگر خدا نے چاہا تو ۲۴ اگست کا پرچہ ایک خاص پرچہ ہوگا۔ دیکھو الحکم۔ لیکن ہم اس ذات پاک جل و علائہ کی کمال قدرت پر قربان ہیں جس نے اس زبردست پارٹی کو

انفسوس کہ مسٹر تراب نہ ایک دفعہ بلکہ کئی دفعہ مختلف مقاصد کے لئے اس وحشت ناک سفر میں جتا ہوئے اور کبھی چکوال بھی ڈوبیں کبھی بھین اور کبھی بادشاہ اور احمد صحرانوردی فرماتے رہے، لیکن ایک دفعہ بھی فائز المرام نہ ہوئے، اور ہر ایک دفعہ بہت سی تکالیف برداشت کر کے یوں ہی واپس ہوتا پڑا کش مرزائی کا مصمم پہلے ہی سے ان کو آگاہ کر دیتا کہ کیاں کا ہے کو تکلیف اٹھاتے ہو تم نے اپنے ارادوں میں مزاحمتی رہنا ہے اور اگر اس مصمم میں کوئی طاقت تھی تو ان کی مدد کرتا اور فوراً ان کا مطلب پورا کر دیتا، نہایت تعجب ہے کہ مقدمات کی انکی لپی دوڑ میں فریق ثانی کو ایک دفعہ بھی قادیان جانے کی ضرورت پیش نہ آئی، اور مرزائی جماعت کو کم سے کم چھ سات دفعہ بھین کی زیارت طوعاً و نکرہ کرنی پڑی اور باتوں الیک من کل فیج عقیق کا الہم بجائے دارالامان قادیان کے الزامات بھین پر صادق آتا رہا۔ یہ سکر ناظرین کو تعجب ہوگا کہ مرزائی جماعت کے بعض صاحبان کی رنگ بدل کر بھین میں مقدمہ کا معاملہ لینے کیلئے گئے، چنانچہ ایک چمکی مرید ایک دفعہ مخزنوں کے لباس میں بدلتی اٹھا کر چنگ فروشی کے بھانڈے کو بکودر درخواب ہوتا رہا اور کئی دن تک ٹوگروائی کرتا رہا لیکن آخر یہ چارہ وہ بھی ساحل مقصد پر نہ پہنچا اور پھر ایک دفعہ وہی شخص سار جٹ پولیس سن رات کو موضع بھین میں گیا لیکن آخر بصد اہل مصرع "بہر گئے کہ خواہی جامہ پیش من انداز قدت دانستہ"۔ آخر ٹانڈے والے تڑ گئے کہ ضمیری پچہ دانگ بھر رہا ہے۔ کیا ایک راست باز کے بھین کو لسی چو لہا زیاں کرنا جائز ہیں؟ "ہرگز نہیں۔" عبرت عبرت۔

بوجود انگلی انتہائی سعی و طاقت خرچ ہونے کے اپنے ارادوں میں ناکامیاب رکھ کر اپنی پاک کلام و تعزمن تشاء وتذل من تشاء بیدک الخیر انک علی کل شی قدیر کی تصدیق کراؤ اور ان کے سارے دعویٰ اور پندار خاک میں ملا دیئے۔ ایسی نظائر سے گورنمنٹ عالیہ کے قابل قدر قوانین کی بھی داد دینی پڑتی ہے کہ اس نے اپنی روشن ضمیری سے قانونی اختیارات کے برتنے والوں (حکام) کو مجاز کر دیا ہوا ہے کہ وہ محل کو دیکھ کر جیسا موقعہ دیکھیں اختیار برتیں۔ ورنہ ایک شخص کے لئے کیسا آسان طریق ہے کہ کسی بے گناہ شریف شخص کے ذمہ اپنی ذاتی عداوت کی وجہ سے کسی سنگین تر الزام کو تھوپ کر اس کی عزت کو غارت کر دے۔ قابل تعریف ہیں وہ حکام جو اختیارات عطا شدہ کو برکل اور جائز طور پر استعمال میں لاتے ہیں۔

اس استغاثہ کی تائید میں جتنے گواہ گذرے ہیں وہ سارے کے سارے مرزا صاحب کے مختص مرید حکیم فضل دین مستغیث کے پیر بھائی تھے جو اس جہاد (مقدمہ بازی) میں حصہ لینے کی غرض سے بدول طلبی عدالت مختلف دور دراز شہروں سے تشریف لا کر تائید استغاثہ میں گواہ بنے تھے اور یہ سن کر ان سب کو انفسوس ہوا ہوگا کہ ان کی شہادت نے ان کے مرشد بھائی کو کچھ فائدہ نہ پہنچایا اور مقدمہ خارج ہو گیا۔ گواہان استغاثہ حسب ذیل تھے:

حفیظہ نور الدین، شیخ نور احمد، کرم علی، مفتی محمد صادق، ظفر احمد، حبیب الرحمن ریاست کپور تھلہ، نیاز احمد وزیر آباد، عبداللہ کشمیری امرتسر، شیخ رحمت اللہ صاحب مالک، بھٹی ہوس وغیرہ احمد دین اچل نویس گوجرانوالہ اور حکیم محمد حسین لاہوری ان گواہوں کی بالعموم یہی شہادت تھی کہ وہ مرزا صاحب کی تصانیف کے خریدار ہیں اور مدت سے حکیم فضل الدین کی معرفت کتابیں منگوا کر لیتے ہیں اور کتاب نزول المسیح تنازعہ عدان کے پاس نہیں پہنچتی۔

ان گواہوں کے متعلق صرف اس قدر کہہ دینا ضروری ہے کہ بالعموم اپنے بیانات میں انہوں نے لکھا یا کہ نو دہائیوں کے زائد عرصہ سے مرزا صاحب کی تصانیف حکیم فضل دین ہی سے کتب مؤلفہ مرزا صاحب منگوائیا کرتے اور اسی کو قیمت بھیجا کرتے ہیں لیکن مرزا صاحب اپنے بیان میں مقدمہ ۴۱۷، صاف لکھتے ہیں کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے جو دفتر میں کتابیں تھیں ان کی فروخت کسی میرے آدمی کی معرفت ہوتی تھی۔ مگر ۱۹۰۱ء کے بعد پھر میں نے یہ انتظام کیا کہ یہ تمام کتابیں حکیم فضل دین کے سپرد کر دیں کہ وہ فروخت کرے۔ (ماخذ ہومو ۴۲ مقدمہ ۲۰ صفحہ ۸۱۷)

بہن گواہان ۱۹۰۱ء سے پہلے کئی سالوں سے برخلاف قول مرزا صاحب فضل دین ہی سے کتابیں لینا بیان کرتے ہیں اور طرفہ یہ کہ بیان قیمت کتب میں بعض گواہان نے سخت ٹھوکریں کھائیں۔ چنانچہ حکیم محمد حسین گواہ نے اعجاز المسیح ایک تازہ تصنیف کی قیمت ۳ بیان کی ہنسی قیمت بقول حکیم فضل دین ص ۱۷۷ ہے۔ غرض یہ مقدمہ بھی ۴۱۷ والے مقدمہ کی طرح خارج ہو کر مرزا اور مرزائیوں کی رسوائی کا باعث ہوا۔

مرزائیوں کا تیسرا مقدمہ فوجداری

تیسرا مقدمہ شیخ یعقوب علی تراب ایڈیٹر اخبار الحکم کی طرف سے بتکم مرزا صاحب میرے اور مولوی فقیر محمد صاحب کے خلاف زیر دفعہ ۴۰۰ تعزیرات ہند ازالہ حیثیت عرفی دائر کیا گیا۔ اس مقدمہ میں صاحب مجسٹریٹ نے مستغاث علیہما کو الملحہ ص ۵۵ کا جرمات کیا جس کی اپنی نہیں کی گئی۔ اس مقدمہ میں بھی عجیب عجیب انکشافات ہوئے۔ مرزا صاحب کو بھی شہادۃ صفائی میں پیش کر کے آپ پر زبردست جرح کی گئی۔ (یہ بیان درج ہوگا)۔ شیخ یعقوب علی تراب تو دیان میں تو بڑے رکن رکن اور جنٹلمین بنے ہوئے

تھے۔ لیکن ہم کو بتانے والوں نے جب آپ کا اپنا پتہ بتایا تو معلوم ہوا کہ آپ ذات کے مراسی ہیں جب سوالات جرح میں آپ سے سوال کیا گیا کہ آپ کی ذات مراسی ہے تو خولجہ کمال الدین صاحب بڑے خفا ہو کر عدالت سے کہنے لگے کہ یہ دوسرا لائل ہے۔ عرض کی گئی کہ آپ گھبرا گئے ہیں ہمارے پاس اسکا ثبوت ہے۔ اور اسکے متعلق ہم تراب صاحب کے والد ماجد کو طلب کرا کر آپ کو ان کی زیارت کرائیں گے اور ان کے منہ سے اس امر کی کہ آپ مراسی ہیں تصدیق کرائیں گے۔ تراب صاحب دراصل ضلع چاندھڑ میں ایک موضع جاڑلہ کے باشندہ ہیں۔ پیدا ہوتے ہی برخوردار کا نام ”چچو“ رکھا گیا آپ کے والد کا نام ”چنو“ اور دادا کا نام تانا تھا اور ذات شریف میرا سی تھی۔

سوالات جرح میں تراب صاحب سے جب ذات پوچھی گئی تو آپ نے اپنے حلقی بیان میں اپنی ذات سے لاعلمی ظاہر کی اور لکھایا کہ نہیں معلوم میری قوم کیا ہے۔ یہ بھی پوچھا گیا کہ آپ شیخ کیوں کہلاتے ہیں؟ تو کہا کہ مسلمان کی حیثیت سے میں نے اپنے آپ کو شیخ لکھایا ہے نہ بلحاظ قومیت کے۔ یہ بھی پوچھا گیا کہ آپ کے والد صاحب کا نام ”چنو“ ہے یا نہیں؟ جواب میں فرمایا کہ میں نے نہیں سنا کہ میرے باپ کا نام چنو تھا۔ گواہان صفائی میں آپ کے والد ماجد کو طلب کرایا گیا۔ جن کے نام کا سمن اس پتہ پر تعمیل ہو کر آیا۔ بنام ”چنو“ ولد ”تانا“ عرف سلطان بخش ذات مراسی ساکن جاڑلہ ضلع چاندھڑ۔ جب میاں چنو عدالت میں پیش ہو کر پرشہادت کے لیے کھڑے ہوئے۔ تو باپ بیٹے پر نور (سیاہی) گھٹا باندھے دکھائی دینے لگا تو حاضرین مارے ہنسی کے لوٹ پوٹ ہو گئے۔ جب ان کی شہادت شروع ہوئی تو انہوں نے اپنی عرف چنو تسلیم کی اور ذات شیخ لکھائی۔ حالانکہ

یعقوب علی صاحب قوم شیخ ہونے سے انکار کر چکے تھے۔ جرح میں آپ سے سوال کیا گیا کہ اگر شیخ ہے تو مرا سی آپکو کیوں کہا جاتا ہے۔ چنانچہ کن بھی اسی پتہ پر قیام ہوا تو اس کے جواب میں وجہ یہ ظاہر فرمائی کہ میرے ایک بزرگ نے میرا سیوں کے گھر شادی کر لی تھی علاوہ ازیں بابو محمد افضل ایڈیٹر انبدر گواہ استغاثہ نے اپنی شہادت میں صاف لکھایا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یعقوب علی ذات کے مرا سی ہیں اور بھی بہت بڑی جرح ہوتی رہی۔ بہت طول طویل بیان ہوا۔ اس وقت تراب صاحب پبلیٹی کنٹ ترا با۔ کا ورد کر رہے تھے۔ خواجہ صاحب بھی یہ حالات دیکھ کن کر دنگ رہ گئے۔ اس مقدمہ میں بھی مرزائیوں کا بڑا رد یہ صرف ہوا۔ بڑے بڑے ایڈیٹر ان اخبار اور تحصیلدار ڈپٹی گواہان گذرے آخر نتیجہ کیا ہوا۔ کھودا پہاڑ نکلا چوہا۔ تراب صاحب کی عزت کی قیمت للعہ صے پڑی۔ دوران مقدمہ کی صعوبتیں اور زلتمیں مفت کی۔

مرزا قادیانی پر فوجداری مقدمہ

اب ہم اس محرکہ کے مقدمہ کا ذکر کرتے ہیں جو زبردقت ۵۰۲، ۵۰۱، ۵۰۰ تقزیرات ہند میری طرف سے مرزا صاحب اور ان کے مخلص مرید حکیم فضل دین بھیروی ثم اتقادیانی کے خلاف ازائہ حیثیت عرفی کا مواہب الرحمن کی عبارت مندرجہ صفحہ ۲۹، ۳۰ کی بنا پر دائر کیا گیا تھا۔ اور جس میں مرزا جی دو سال تک سرگردان و پریشان رہے۔ آخر عدالت بہت آتمہ رام صاحب مجسٹریٹ درجہ اول گورداسپور سے مرید و مرشد کو سات سو روپیہ جرمانہ ورنہ چھو پانچ ماہ قید کی سزا ہوئی۔ اور تین کمزروں روپے اپیل پر خرچ ہو کر مشکل جرمانہ معاف ہوا۔

وجد داری مقدمہ

ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ مرزا جی کی بدزبانی سے کسی ملت کسی فرقہ کا کوئی تنفس نہ پیا ہوگا۔ جو کہ ان کی گالیوں کا نشانہ نہ بنا ہو۔ بعض نے آپکو ترکی بہ ترکی سنا کیں اور بعض مجیدہ مزاجوں نے اپنی عالی وقاری سے مطلق سکوت کیا۔ جوں جوں دوسری طرف سے ناموشی ہوتی گئی مرزا صاحب کا حوصلہ بلند ہوتا گیا اور گالیوں میں مشاق ہوتے گئے حتیٰ کہ گویا فن گالیوں کے آپ پورے امام بن گئے اور گالیوں کی ایجاد میں آپ نے وہ بد طولی حاصل فرمایا کہ اس علم کے آپ استاد اور ادیب مانے جانے لگے اور دنیا قائل ہو گئی کہ کوئی تنفس امام الزمان کا مقابلہ اس فن میں کرنے کے قابل نہیں رہا ہے۔

آخر رفتہ رفتہ یہ معاملہ حکام وقت کے سامنے پیش آیا اور مختلف مواقع پر آپ کی تعینفات جو مغالطات کا ایک مجموعہ تھیں، دفتر عدالت میں پیش ہو گئیں۔ چنانچہ بعض بیدار دفتر حکام نے مرزا جی کو ڈانٹا کہ مرزا جی منہ کو سنبھالیے اور گورنمنٹ انگلشیہ کے اصول امن ہندی کو نظر انداز نہ فرمائیے۔ عامہ خلافت کی دل آزاری اور ایذا رسانی سے باز آئیے ورنہ عامہ دگرگوں ہو جائے گا۔ وہاں مرزا جی عدالت کے تیور بدلے ہوئے دیکھ کر آئینہ کیلئے قسم کھانے لگے کہ معاف کیجئے آئندہ ایسا نہ ہوگا۔ اس موقع پر مناسب ہے کہ ناظرین کی آگاہی کے لیے اس حلقی معاہدہ کی جو مرزا جی نے مسٹر ڈوئی صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر گورداسپور کی عدالت میں داخل کیا بحسنہ نقل کی جائے اور اسکے بعد مسٹر ڈوئی صاحب بہادر اپنی کمشنر کے فیصلہ کی نقل بھی درج کی جائے۔

نقل اقرار نامہ

میں مرزا غلام احمد قادیانی اپنے آپ کو بھنور خداوند تعالیٰ حاضر حاضر جان کر باقرار صالح اقرار کرتا ہوں کہ آئندہ

۱..... میں ایسی پیشگوئی جس سے کسی شخص کی حقیر (ذلت) کی جائے مناسب طور سے حقارت (ذلت) سمجھی جائے یا خداوند تعالیٰ کی ناراضگی کا مورد ہو، شائع کرنے سے اجتناب کروں گا۔

۲..... میں اس سے بھی اجتناب کروں گا شائع کرنے سے کہ خدا کی درگاہ میں دعا کی جائے کہ کسی شخص کو حقیر (ذلیل) کرنے کے واسطے جس سے ایسا نشان ظاہر ہو کہ وہ شخص مورد عقاب الہی بنے یا یہ ظاہر کرے کہ مباحثہ ہی میں کون صادق اور کون کاذب ہے۔

۳..... میں اس الہام کی اشاعت سے بھی پرہیز کروں گا جس سے کہ کسی شخص کا حقیر (ذلیل) ہونا یا مورد عتاب الہی ہونا ظاہر ہو یا ایسے اظہار کے وجوہ پائے جاتے ہوں۔

۴..... میں حتی الوسع ہر ایک شخص کو جس پر میرا اثر ہو سکتا ہے۔ اس طرح کا رہند ہونے کیلئے ترغیب دوں گا جیسا کہ میں نے فقرہ نمبر ۱-۲-۳ میں اقرار کیا ہے۔

۲۴ فروری ۱۸۹۹ء۔

دستخط :

صاحب مجسٹریٹ ضلع

بحروف انگریزی

دستخط :

مرزا غلام احمد قادیانی

بقلم خود

کمال الدین پٹیل

بحروف انگریزی مسرود کی

نقل حکم مسرود گلس صاحب بہادر

نقل حکم مسرود ۲۳ اگست ۱۸۹۷ء اجلاسی، جی ایم ڈبلیو۔ گلس صاحب بہادر
ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور۔

زیر دفعہ ۱۰ ضابطہ فوجداری

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ اگرچہ بمقدمہ ڈاکٹر کلارک صاحب ان کے برخلاف کافی شہادت نہیں ہے کہ ان سے ضمانت حفظ امن کی لی جائے لیکن جو تحریرات عدالت میں پیش کی گئی ہیں ان سے واضح ہوتا ہے کہ وہ فتنہ انگیز ہے درانحالیکہ کوئی شہادت اس کے باور کرنے کے واسطے نہیں ہے کہ مرزا صاحب خود یا کسی دیگر شخص کی معرفت نقص امن کریں گے۔ مگر ان کی تحریرات اس قسم کی ہیں کہ انہوں نے بلاشبہ طبائع کو اشتعال کی طرف مائل کر رکھا ہے۔ اور مرزا صاحب کو ذمہ دار ہونا چاہیے کہ یہ تحریرات ان کے مریدان پر کیا اثر رکھیں گی پس مرزا صاحب کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ وہ ملائم اور مناسب الفاظ میں اپنی تحریرات کو استعمال کریں ورنہ بہ حیثیت صاحب مجسٹریٹ ضلع ہم کو مزید کارروائی کرنے پڑے گی۔

دستخط :

صاحب مجسٹریٹ ضلع مسرود گلس صاحب

دستخط :

مرزا غلام احمد بقلم خود

سو یہ دونوں مرحلے جو مرزا جی کو ہر دو صاحبان ذہنی کشف ضلع گورداسپور کی عدالتوں میں مختلف اوقات میں پیش آئے۔ مرزا جی کو آئندہ عبرت دلانے کے لیے کافی

تھے۔

لیکن خدا کے جری (مرزا جی) کی شان والا سے ہمراہل بعید تھا کہ آپ تحریرات کے پابند رہتے افسوس کہ نہ تو آپ نے اس بات کی پرواہ کی کہ انہوں نے حضور گورنمنٹ عالیہ کے ذمہ دار افسروں کے سامنے معاہدہ کیا ہے جو دراصل گورنمنٹ کے سامنے تھا۔ اور سلطان وقت کے حکم کی اطاعت کرنا فرض ہے۔ اور نہ ہی اس بات کا خیال کیا کہ وہ نہ صرف مسرزدوئی صاحب کے سامنے معاہدہ کر رہے تھے بلکہ حکم الحاکمین کو حاضر ناظر جان کہ (جیسا کہ شروع میں لکھا ہے) حلفاً اقرار کیا تھا جو درحقیقت خدائے پاک سے معاہدہ تھا۔ اور ایفائے عہد ایک ضروری امر ہے اور عہد کا توڑنے والا بزرگ تو بجائے خود مسلمان کہلانے کے قابل بھی نہیں رہتا۔ بلکہ علامات منافق میں داخل ہے۔ اذاعاھد غدو اور قیامت میں عہد شکن جو (خدا سے گویا عذر کرنے والے ہیں) اس سزا کے مستوجب ہو گئے۔ جو رسول اللہ نے فرمایا ہے۔ لکل غادر لواء عند استہ یوم القیامة یعنی غادر (عہد شکن) کے چہرہ زوں میں قیامت کے روز جھنڈا ہوگا جو اس امر کی منادی کے لیے ہوگا کہ یہ عہد شکن غادر تھا۔

انفرض مرزا صاحب نے ہرگز اس اپنے معاہدہ حلفی کا پاس نہ کیا اور نہ ہی مسر دگل صاحب کی تنبیہ کا ہی کچھ خوف کیا۔ بے دھڑک اسی بیانیہ پر آپ کی تحریرات شائع ہوتی رہیں اور خلق خدا کو ایذا پہنچاتی رہیں اس بات کی نظارے تعداد ہیں جو مرزا صاحب کی تصانیف پڑھنے والوں پر اظہارِ سن الشمس ہیں۔ لیکن ہم اس موقع پر صرف ایک ہی نظیر کی طرف ناظرین کی توجہ دلائیں گے۔ جس سے وجہ واری مقدمات فریقین بھی ظاہر ہوگی۔

موضع بحین تحصیل چکوال ضلع جہلم میں ایک بے نظیر فاضل ابو الفیض مولوی محمد

صاحب فیضی تھے۔ جو کہ اعلیٰ درجہ کے ادیب اور جملہ علوم عربیہ کے مسلم فاضل اور مرزا صاحب کے مخالف تھے۔ مولوی صاحب موصوف تقدیر الہی سے ۱۸ اکتوبر ۱۹۰۱ء کو اس دہائی سے راہ گیر عالم جاودانی ہو گئے۔ جب مرزا کو فاضل مرحوم کی وفات کی خبر پہنچی تو انہوں نے سب عادت خلاف معاہدہ حلفی دنیا میں ڈیگ لگانے لگے کہ فاضل مرحوم ان کی بددعا سے موت بری موت سے فوت ہوئے ہیں اور مرزا کی پیشگوئی والہام کا نشانہ ہوئے ہیں۔ یہ سب آپ نے کشتی کو جہنم اندوہ، نزول المسیح اپنی تصانیف میں خود بھی شائع کئے اور ان کے الاعتقاد مرید ایڈیٹر الحکم قادیاں سے بھی اخبار میں شائع کرائے۔

فاضل مرحوم سے مرزا کی ناراضگی۔

یہ امر کہ مرزا کا فاضل مرحوم نے کیا نقصان کیا تھا اور کیوں انکو بعد وفات برا بھلا بتا دیا، متعدد ہوئے، واضح ہو کہ فاضل مرحوم ایک مہذب اور عالی ظرف تھے باوجود اس کہ مرزا کے عقائد کے مخالف تھے کبھی کسی تحریر یا تقریر میں آپ نے مرزا سے اختلاف کرتے ہوئے کبھی بھی سخت کلامی نہ کی تھی ان سے قصور صرف یہ سرزد ہوا کہ ایک دفعہ مرزا نے چند اکابر اسلام آپ سے لکھتے میں مرزا جی سے جا ملے اور آپ کے علمی کمالات کو مدح و تحسین دیتی رہتا تھا) کی قلعی یوں کھولی کہ ایک بے نقط قصیدہ عربیہ منظومہ خود مرزا نے لکھ کر پیش کیا کہ آپ اس کا جواب دیں۔ مرزا جی سخت گھبرائے اور کچھ سمجھ نہ سکے کہ قصیدہ کیا ہے نہ کوئی جواب دے سکے۔ مولوی صاحب مرحوم مرزا جی سے بے اعتقاد ہو کر مرزا کے اور اخبارات کے ذریعہ ساری کیفیت کھول دی اور وہ قصیدہ بھی ایک اسلامی انسان نما نبی لاہور میں شائع کر دیا جسکو شائع ہوئے قریباً چھ (۶) سال کا عرصہ گزر چکا تھا۔ مرزا جی یا ان کے کسی حواری کو جواب لکھنے کی طاقت نہ ہوئی اور نہ ہی اس

کیفیت کی جو اخبارات میں شائع ہوئی کسی مرزائی نے تردید لکھی (چچی بات کی تردید کیا کرتے) ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ وہ قصیدہ ہدیہ ناظرین کر دیں اہل علم ناظرین مرحوم کی علمی فضیلت کا اندازہ اس قصیدہ سے لگا سکیں گے۔ اور اس قصیدہ کو مرزاجی کے مدعی انجیل زکامی کے قصائد سے مقابلہ کرنے سے ہر دو صاحبان کی قادر الکلامی اور فصاحت کا بھی وزن کر سکیں گے اور غجوائے سع

”مشک آئست کہ خود ہوید نہ کہ عطار گوید“

قصیدہ خود اس کی شہادت دے گا کہ مرزاجی اس کے جواب دینے سے عاجز ہیں اور اس کا جواب دینا ان کے امکان سے باہر ہے۔ اور بیشتر اس کے کہ وہ قصیدہ لکھا جائے سراج الاخبار ۹ مئی ۱۸۹۹ء صفحہ ۷ سے ہم وہ مضمون نقل کرتے ہیں جو کہ فیضی مرحوم نے سیالکوٹ والی کیفیت اپنے قلم سے لکھ کر اخبار مذکور میں شائع کرائی تھی۔ وہو هذا

نقل مضمون سراج الاخبار ۹ مئی ۱۸۹۹ء مشتملہ فیضی مرحوم

ناظرین! مرزا صاحب کی حالت پر نہایت ہی افسوس آتا ہے کہ وہ باوجود یہ کہ لیاقت علمی بھی جیسا کہ چاہیے نہیں رکھتے۔ کس قدر قرآن وحدیث کا بگاڑ کر رہے ہیں۔ سیالکوٹ کے کئی ایک احباب جانتے ہو گئے کہ ۱۳ فروری ۱۸۹۹ء کو جب یہ خاکسار سیالکوٹ میں مسجد حکیم حسام الدین صاحب میں مرزا صاحب سے ملا تو ایک قصیدہ عربی بے نقط منظومہ خود مرزا صاحب کے ہدیہ کیا جس کا ترجمہ نہیں کیا ہوا تھا اس لیے کہ مرزا صاحب خود بھی عالم ہیں اور ان کے حواری بھی جو اس وقت حاضر محفل تھے، ماشاء اللہ فاضل ہیں۔ اور قصیدہ میں ایسا غریب لفظ بھی کوئی نہیں اور پھر اس میں یہ بھی لکھا تھا کہ اگر آپ کو الہام ہوتا

تو مجھے آپکی تصدیق الہام کے لیے یہی کافی ہے کہ اس قصیدہ کا مطلب حاضرین مجلس کو سمجھ سنا دیں۔ مزید براں مسائل متحدہ مرزا صاحب کی نسبت استفسار تھا۔ مرزا صاحب بہت دیر تک چپکے دیکھتے رہے اور مرزا صاحب کو اسکی عبارت بھی نہ آئی۔ باوجود یہ کہ ابلی خوش خط لکھا ہوا تھا۔ پھر انہوں نے ایک فاضل حواری کو دیا۔ جو بعد ملاحظہ فرمانے لگے کہ ہم کو تو پتہ نہیں ملتا آپ ترجمہ کر کے دیں۔ خاکسار نے واپس لے لیا۔ پھر زبان دراز کیا تو مرزا صاحب کلمہ شہادت اور آمینت باللہ الخ مجھے سناتے رہے اور کہتے رہے کہ میں نبی نہیں، نہ رسول ہوں، نہ میں نے یہ دعویٰ کیا۔ فرشتوں کو، لیلۃ القدر کو، سراج کو، احادیث کو، قرآن کریم کو مانتا ہوں مزید براں عقائد اسلامیہ کا اقرار کرتے ہیں۔ دوسرے دن حضرت مسیح کی وفات کی نسبت دلیل مانگی تو آیت فلما توفیتنی اور مصلحیک پڑھ سنائی معنی کے وقت علم عربی سے تجرد ظاہر ہوا۔ یہ پوچھا گیا کہ آپ کی مثال مسیح موعود ہیں آپ سے بہتر آجکل بھی اور پہلے کئی ایک دلی عالم گذرے ہیں۔ ان نہیں اور آپ کیوں ہیں؟ تو فرمایا میں گندم گوں ہوں اور میرے بال سیدھے ہیں مسیح اللہ کا خلیفہ ہے افسوس اس لیاقت پر یہ غل۔ جناب مرزا صاحب! وقت ہے توبہ کا۔ اخیر پر میں مرزا صاحب کو اشتہار دیتا ہوں کہ اگر وہ اپنے عقاید میں سچے ہوں تو صدر جہلم میں کسی مقام پر مجھ سے مباحثہ کریں۔ میں حاضر ہوں تحریری کریں یا ان کے تحریر ہو تو نشر میں کریں یا نظم میں عربی ہو یا فارسی یا اردو آئیے سنئے اور سنائیے۔

راقم ابوالفتح محمد حسن فیضی خلی ساکن بہمن ضلع جہلم۔

نقل قصيده عربيه مبهمه منظومه فيض مرحوم مشتهره رساله انجمن نعمانيه لاهور

مطبوعه فروری ۱۸۹۹ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله الذي علم ادم الاسماء كلها

لما لك ملكه حمد سلام
حمود احمد و محمد و
اما مملوك احمد اهل علم
لودك كم مدى همع الدموع
على مر المدى وكع الموده
هواك الدهر ما دار السماء
اطاعك عالم طوعا و سهلا
محامدك الا واسع هم امالح
هداك الله مسلك اهل ود
وكم مرأ سعوا وراو احلاك
وكم مدحوك لما هم اطاعوا
حكوا الملائح الكلم المدلل
رسائل حرر واسطر واحلاك
وهم علموك موعود الرسول

امام الدهر مرسول الاله
دعوا اعلى الدعاء الا هلموا
رسائلك الرسائل للهداء
كلا ملك للدواه لهم دواء
وما ارواحهم الا وداك
وهم رهط اولو ورع و حلم
وكم عادوك ما والوك اصل
راوا اليهامك الولوج الموسوس
وسموك الماول للصرائح
وهاكم لهوا راء العدول
عدول مرسل المسعود سهل
و محمود عطاء العالم اسما
اوائله الكرام امام سلم
علومهم كامطار الدهور
دراكم دارهم كحل المدارك
عصامهم الحسام لكل عذر
مدى اعماله اعلام علم
ممد للارلاء العلوم
اما والله اسئلك المسائل

الاهل صار دعونك الرسالة كموحى الله معصوم المحال
 ام اصطاد وامعادوك هواء املهم الهوى سوء الملال
 وما املاكه ملك العلوم وملهم واحد وهدى كسال
 وهل كلم الرسول اصول علم كمستور الاله على الاصل
 وهل كلم الهدى مدلولها ما درى العلماء ملمع الدلال
 ام اسرار ومسلكه معنى وما اطلع العوام على المثال
 كلام الله هل موحى العلوم ا ادراها الاله لكل وال
 كما ادراك ام لا علم كلا
 سوى العلام محمود و عال

اب بھی ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ مرزا صاحب اس قصیدہ کا جواب اس صنعت کے عربی قصیدہ کے ذریعہ ایک ماہ تک لکھنے کی طاقت رکھتے ہیں یا نہیں۔ ہر دو قصائد کا موازنہ پبلک خود کر لگی لیکن تہذیب و متانت سے جواب دیا جائے۔

اس کے بعد پھر دوسری خطا فیضی مرحوم سے یہ ہوئی کہ ایک مطبوعہ چٹھی کے ذریعے مرزا جی کو بڑی متانت سے ان کے اس ادعا پر کہ ان کے کلام میں قرآن کریم جیسا اعجاز ہے، متنبہ کیا کہ آپ کا دعویٰ چھند و جوہ غلط ہے۔ اور نیز چیلنج کیا کہ اگر آپ میں عربی لکھنے کی طاقت ہے تو جہاں آپ مجھے بلاویں مقابلہ کے لیے حاضر ہوں۔ اس چٹھی کا جواب بھی مرزا کی طرف سے فیضی مرحوم کی زندگی میں ہرگز نہ ملا۔ نہ مرزا جی کو طاقت مقابلہ ہوئی وہ چٹھی بھی سراج الاخبار میں چھپی جس کی نقل درج ذیل ہے:

نقل چٹھی فیضی مرحوم مطبوعہ سراج الاخبار ۱۱۳ اگست ۱۹۰۰ء صفحہ ۶

مکرمی مرزا صاحب زید اشفاقہ

والسلام علی من اتبع الهدی آپ ۲۰ اور ۲۲ جولائی ۱۹۰۰ء کے مطبوعہ اشتہار کے ذریعہ میر علی شاہ صاحب سجادہ نشین گولڑہ شریف اور دیگر علماء کو یہ دعوت کرتے ہیں کہ لاہور میں آ کر میرے ساتھ پابندی شرائط مخصوصہ فصیح و بلیغ عربی میں قرآن کریم کی چالیس آیات یا اس قدر سورہ کی تفسیر لکھیں۔ فریقین کو سات (۷) گھنٹہ سے زیادہ وقت نہ ملے اور ہر دو تحریرات بیس (۲۰) ورق سے کم نہ ہوں۔ آپ تجویز کرتے ہیں کہ ان ہر دو تحریرات کو تین بے تعلق علماء کے حوالہ کر دیا جائے گا۔ جس تحریر کو وہ حلفاً فصیح و بلیغ کہہ دیں گے وہ فریق سچا اور دوسرا جھوٹا ہوگا۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ ہر دو فریق کی تحریرات کے اندر بصدق و غلطیاں نکلیں گی وہ سبہ و نسیان پر محمول نہیں کی جائیں گی بلکہ واقعی اس فریق کی نادانی اور جہالت پر محمول کی جائیں گی۔ مجھے آپ کے اس معیار صداقت پر بعض شکوک ہیں جن کو میں ذیل میں درج کرتا ہوں۔

۱۔ کسی عربی عبارت کے متعلق یہ دعویٰ کرنا کہ اس کے مقابلہ میں کوئی شخص اس انداز و فصاحت کی دوسری عبارت معارضہ کے طور پر نہیں لکھ سکتا آج سے پہلے صرف قرآنی عبارت کا خاصہ تھا۔ بشر کا کلام اعجاز کی حد پر نہیں پہنچ سکتا حتیٰ کہ فصیح العرب حضرت سید المرسل ﷺ نے بھی اپنے کلام کی نسبت یہ دعویٰ نہیں کیا اور نہ معارضہ کیلئے فصحاء عرب کو پایا۔ اگر مان لیا جائے کہ بجز کلام خدا کے دوسرے کلام بھی حداغی رنگ پہنچ جاتے ہیں تو پھر فرمائیے کہ الہی کلام اور بندہ کے کلام میں بہ الامتیاز کیا رہا؟

الاهل صار دعونك الرسالة كموحى الله معصوم المحال
ام اصطاد وامعادوك هواء املهم الهوى سوء الملال
وما املاكه ملك العلوم وملهم واحد وهدي كمال
وهل كلم الرسول اصول علم كمستور الاله على الاصال
وهل كلم الهدى مدلولها ما درى العلماء ملمع الدلال
ام اسرار ومسلكه معنى وما اطلع العوام على المثال
كلام الله هل محوى العلوم ا ادراها الاله لكل وال

كما ادراك ام لا علم كلا
سوى العلام محمود و عال

اب بھی ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ مرزا صاحب اس قصیدہ کا جواب اس صنعت کے عربی قصیدہ کے ذریعہ ایک ماہ تک لکھنے کی طاقت رکھتے ہیں یا نہیں۔ ہر دو قصائد کا موازنہ پبلک خود کر لگی لیکن تہذیب و متانت سے جواب دیا جائے۔

اس کے بعد پھر دوسری خطا فیضی مرحوم سے یہ ہوئی کہ ایک مطبوعہ چٹھی کے ذریعے مرزا جی کو بڑی متانت سے ان کے اس ادعا پر کہ ان کے کلام میں قرآن کریم جیسا اعجاز ہے، متنبہ کیا کہ آپ کا دعویٰ چند وجوہ غلط ہے۔ اور نیز چیلنج کیا کہ اگر آپ میں عربی لکھنے کی طاقت ہے تو جہاں آپ مجھے بلا دیں مقابلہ کے لیے حاضر ہوں۔ اس چٹھی کا جواب بھی مرزا کی طرف سے فیضی مرحوم کی زندگی میں ہرگز نہ ملا۔ نہ مرزا جی کو طاقت مقابلہ ہوئی وہ چٹھی بھی سراج الاخبار میں چھپی جس کی نقل درج ذیل ہے:

نقل چٹھی فیضی مرحوم مطبوعہ سراج الاخبار ۱۱۳ اگست ۱۹۰۰ء صفحہ ۶

مرزا صاحب زید اشفاقہ

والسلام علی من اتبع الهدی آپ ۲۰ اور ۲۲ جولائی ۱۹۰۰ء کے مطبوعہ اشتہار کے ذریعہ میر علی شاہ صاحب سجادہ نشین گولڑہ شریف اور دیگر علماء کو یہ دعوت کرتے ہیں کہ لاہور میں آ کر میرے ساتھ پابندی شرائط مخصوصہ فصیح و بلیغ عربی میں قرآن کریم کی چالیس آیات یا اس قدر سورہ کی تفسیر لکھیں۔ فریقین کو سات (۷) گھنٹہ سے زیادہ وقت نہ ملے اور ہر دو تحریرات میں (۲۰) ورق سے کم نہ ہوں۔ آپ تجویز کرتے ہیں کہ ان ہر دو تحریرات کو تین بے تعلق علماء کے حوالہ کر دیا جائے گا۔ جس تحریر کو وہ حافض فصیح و بلیغ کہہ دیں گے وہ فریق سچا اور دوسرا جھوٹا ہوگا۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ ہر دو فریق کی تحریرات کے اندر جقدر غلطیاں نکلیں گی وہ سب و تسیان پر محمول نہیں کی جائیں گی بلکہ واقعی اس فریق کی تاہلی اور جہالت پر محمول کی جائیں گی۔ مجھے آپ کے اس معیار صداقت پر بعض شکوک ہیں جن کو میں ذیل میں درج کرتا ہوں۔

۱۔ کسی عربی عبارت کے متعلق یہ دعویٰ کرنا کہ اس کے مقابلہ میں کوئی شخص اس انداز و فصاحت کی دوسری عبارت معارضہ کے طور پر نہیں لکھ سکتا آج سے پہلے صرف قرآنی عبارت کا خاصہ تھا۔ بشر کا کلام اعجاز کی حد پر نہیں پہنچ سکتا حتیٰ کہ فصیح العرب حضرت سید المرسلین نے بھی اپنے کلام کی نسبت یہ دعویٰ نہیں کیا اور نہ معارضہ کیلئے نصحاء عرب کو دایا۔ اگر مان لیا جائے کہ بجز کلام خدا کے دوسرے کلام بھی حد اعجاز تک پہنچ جاتے ہیں تو پھر مائے کلامی کلام اور بندہ کے کلام میں ماہر الاختیار کیا رہا؟

۲..... ہزار ہا عربی کے غیر مسلم اعلیٰ درجہ کے فاضل اور نشی گذرے ہیں۔ اور ان کی تصانیف عربی میں موجود ہیں اور ان کے عربی قصائد اور نثر اعلیٰ درجہ کے فصیح اور بلیغ مانے گئے ہیں کئی ایک غیر مسلم عالم قرآن کریم کے حافظ گذرے ہیں۔ بعض غیر مسلم شاعروں کے قصائد کے نمونے میں نے اپنے ایک مضمون میں دیئے ہیں جو ۱۸۹۹ء کے رسالہ انجمن نعمانیہ میں پھر اخبار چودھویں صدی کے کئی پرچوں میں چھپا ہے۔

۳..... مجھے سمجھ نہیں آئی کہ چالیس علماء کی کیا خصوصیت ہے۔ اگر یہ الہامی شرط ہے تو خیر ورنہ ایک عالم بھی آپ کے لئے کافی ہے اور یوں تو چالیس علماء بھی بالفرض اگر آپ کے مقابلہ میں ہار جائیں تو دنیا کے علماء آپ کے دعویٰ کی تصدیق نہیں کریں گے۔ کیونکہ مجددیت، مجددیت، رسالت کا معیار عربی نویسی کسی طرح بھی تسلیم نہیں ہو سکے گی۔

۴..... تعجب کی بات ہے کہ آپ اپنے اس اشتہار کے ضمیمہ کے صفحہ ۱۱ پر تحریر فرماتے ہیں کہ مقابلہ کے وقت پر جو عربی تفسیریں لکھی جائیں گی ان میں کوئی لفظی سوڈنسیاں پر حمل نہیں کی جائے گی۔ مگر افسوس کہ آپ خود اسی اشتہار میں لفظ محسنات کو جو قرآن کریم میں مذکور ہونے کے علاوہ ایک معمولی اور مشہور لفظ ہے۔ دو دفعہ محسنات لکھتے ہیں۔ اس اور ص کی تمیز نہ ہونا اتنے بڑے دعویٰ اور عربیت کے حق میں سخت ذلت کا نشان ہے یہ لفظ اگر ایک دفعہ لکھا ہوتا تو شاید سو پر حمل کیا جاسکتا مگر دو دفعہ لکھا اور پھر شرط یہ ٹھہراتے ہیں کہ دوسروں کی غلطیوں کو سہواور نسیان پر حمل نہیں کیا جائے گا۔

اخیر میں میری التماس ہے کہ میں آپ کے ساتھ ہر ایک مناسب شرط پر عربی نظم و نثر لکھنے کو تیار ہوں۔ تاریخ کا تقرر آپ ہی کر دیجئے اور مجھے اطلاع کر دیجئے کہ میں آپ کے سامنے اپنے آپ کو حاضر کروں گا مگر یاد رہے کہ کسی طرح بھی عربی نویسی کو مجددیت یا

نبوت کا معیار تسلیم نہیں کیا گیا۔ والسلام علی من اتبع الهدی۔

راقم

محمد حسن حنفی، بھین ضلع، جہلم تحصیل، چکوال،

مدرس دارالعلوم نعمانیہ لاہور، ۵ اگست ۱۹۰۰ء

علاوہ ازیں فیضی صاحب مرحوم سے مرزا جی کی ناراضگی کی یہ بھی وجہ تھی کہ جب مرزا جی کے چیلنج تفسیر نویسی کے مطابق حضرت پیر صاحب گولڑوی مدظلہ العالی بمع بہت سے جلیل القدر علماء و فضلاء کے لاہور تشریف لے گئے تھے اور باوجود دعوت پر دعوت ہونے کے مرزا جی کو اپنے بیت الامن کی چار دیواری سے باہر نکلنے کی جرأت نہ ہوئی تھی بالآخر شاہی مسجد میں علماء و فضلاء کا جلسہ ہوا جس میں مسلمانان لاہور بھی کثرت سے شامل تھے۔ اس جلسہ میں علامہ فیضی مرحوم نے مناسب حال حسب ذیل زبردست تقریر کی تھی۔ جو روئیداد جلسہ میں چھپی ہوئی ہے۔

حضرت مولانا ابوالفیض مولونی محمد حسن صاحب فیضی مدرس دارالعلوم

نعمانیہ لاہور کی تقریر

حضرات ناظرین مرزا غلام احمد قادیانی نے ایک مطبوعہ چٹھی بصورت اشتہار مطبوعہ ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء مشتمل ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء بذریعہ جسر مولانا المعظم و مطاعنا المکرم عالیجناب حضرت خواجہ سید مہر علیشاہ صاحب چٹھی سجادہ نشین گولڑہ شریف ضلع راولپنڈی کے نام نامی پر بشمولیت دیگر علماء کرام و مشائخ عظام ایدہم اللہ تعالیٰ و کنزہم کے بھیجی جس کے پہلے دو صفحات پر مرزا نے اپنی عادت کے مطابق اپنے مرسل مامور من اللہ اور پھر مجدد مہدی

منہج ہونے کے ثبوت میں بحیال مجبوظ خود دلائل پیش کئے۔ اور عالمِ پنجاب حضرت پیر صاحب موصوف اور دیگر علماء و فضلاء اسلام کو لکھا کہ میرے دعاوی کی تردید میں کوئی دلیل اگر آپ کے پاس ہے تو کیوں پیش نہیں کرتے ہو۔ اس وقت مفاسد بڑھ گئے ہیں اس لیے مجھے مصلح کے عہدہ میں بھیجا گیا ہے۔ آخر پر آپ تحریر فرماتے ہیں کہ اگر پیر صاحب ضد سے باز نہیں آتے یعنی نہ وہ میرے دعاوی کی تردید میں کوئی دلیل پیش کرتے ہیں اور نہ مجھے منہج وغیرہ مانتے ہیں تو اس ضدیت کے رفع کرنے کے واسطے ایک طریق فیصلہ کی طرف دعوت کرنا ہوں اور وہ طریق یہ ہے کہ پیر صاحب میرے مقابلہ پر دار السلطنت پنجاب (لاہور) میں چالیس آیات قرآنی کی عربی تفسیر لکھیں اور ان چالیس آیات قرآنی کا انتخاب بذریعہ قرعہ اندازی کر لیا جائے۔ یہ تفسیر فصیح عربی میں سات گھنٹوں کے اندر میں ورق پر لکھی جائے۔ اور میں (مرزا) بھی ان ہی شرائط سے چالیس آیات کی تفسیر لکھوں گا ہر دو تفسیریں تین ایسے علماء کی خدمت میں پیش کی جائیں کہ جو فریقین سے ارادت و عقیدت کا ربط و تعلق نہ رکھتے ہوں۔ ان علماء سے فیصلہ سنانے سے پہلے وہ مغالطہ حلف لیا جائے جو قذف محسنات کے بارے میں مذکور ہے۔ اس حلف کے بعد جو فیصلہ یہ ہر سہ علماء فریقین کی تفسیروں کی بابت صادر فرمائیں، وہ فریقین کو منظور ہوگا۔ ان ہر سہ علماء جو حکم تجویز ہو گئے۔ فریقین کی تفسیروں کے متعلق یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ قرآن کریم کے معارف اور نکات کس کی تفسیر میں صحیح اور زیادہ ہیں اور عربی عبارت کس کی بحاورہ اور فصیح ہے اگر پیر صاحب خود یہ مقابلہ نہ کریں تو اور چالیس علماء اہل کریمیرے مقابلہ پر شرائط مذکورہ سے تفسیر لکھیں تو ان کی چالیس تفسیریں اور میری ایک تفسیر اسی طرح تین علماء کو فیصلہ کے لیے دی جائیں گی۔ الخ۔ مرزا کی یہ چٹھی تو ۱۲ صفحہ کی ہے۔ مگر اس کی دلخراش گالیاں ناجائز نامشروع اور بیہودہ بدظنیوں کو حذف کر دیا

جائے تو اس کا تمام ماحصل اور خلاصہ صرف یہی ہے جو اوپر کی چند سطروں میں لکھا گیا ہے ہمیں نہ الہام کا دعویٰ ہے، نہ وحی کا مگر یہ قیاس غالب ہے کہ اس خط میں حضرت پیر صاحب کو علی الخصوص مخاطب کرنا دو وجہ سے تھا۔

اول: یہ کہ صوفیائے کرام کا طریق و مشرب مرج و مرجان کا ہونا ہے۔ یہ لوگ گوشہ تنہائی میں عمر کا بسر کرنا غنیمت سمجھتے ہیں کسی کی دل شکنی انہیں منظور نہیں ہوتی۔ پھر حضرت صاحب ممدوح کے دینی مشاغل و مصروفیت سے بھی یہی قیاس ہو سکتا تھا کہ آپ عزت نشینی اور للہی مصروفیت کو ہر طرح سے ترجیح دیں گے اور اس طریق فیصلہ کو جو حقیقتاً مرزا کے دعاوی کی تصدیق کا فیصلہ نہیں تھا، پسند نہیں فرمائیں گے جو ظاہر بینوں کی نظروں میں مرزا کی فتحیابی کا نشان ہوگا نیز دوسرے علماء کرام کے ساتھ تحریری معارضہ کو چالیس دلی شرط کیساتھ گانٹھنا یہی راز رکھتا تھا۔ کوئی بتا سکتا ہے کہ مرزا چالیس سے کم علماء کے ساتھ کیوں ایسا تحریری مباحثہ نہیں کرتا۔ اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ اسکو جھوٹی شجی اور بیہودہ تعلی دکھانی مطلوب تھی۔ ورنہ اگر صرف تصدیق و دعویٰ اور ہدایت علماء مقصود ہوتی تو اس خاکسار نے جو ۱۳ اگست ۱۹۰۰ء کو سراج الاخبار جہلم میں پہ تسلیم جملہ شرائط کے بعد مرزا کو میدان مباحثہ میں بلایا تھا اور بعد ازاں خط بھی اور سال کیا تھا اور صاف لکھا تھا کہ مجھے بلا کم و کاست آپ کی جملہ شرائط منظور ہیں۔ آئیے جس صورت پر چاہئے مقابلہ کر لیجئے۔ اس کے جواب میں مرزا جی ایسے بچود ہوئے کہ اب تک کروت نہیں بدلے۔ وہ مضمون ہی اڑا دیا اور وہ خط ہی غائب کر دیا۔

دوم: یہ کہ مرزا جی قادیانی حسب عادت مسترہ خود (اس لیے کہ فقط اس کو اپنی شہرت ہی مطلوب ہے) ہمیشہ نامی اشخاص کے مقابلہ میں مباحثہ کا اشتہار دیدہ کرتا ہے اور اس طور پر

دوسرے اشخاص کے مصارف سے اپنی شہرت کروا لیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس چٹھی میں بھی حضرت صاحب موصوف سے استدعا کرتا ہے کہ وہ جوابی چٹھی کی پانچ ہزار کاپی چھپوا کر اس کی مباحثہ کی شہرت و دراز ملکوں میں کرا دیں۔ اور یہ کاپیاں مختلف اطراف میں بھجوا دیں۔ لیکن فخر الاصفیاء والعلماء حضرت پیر صاحب نے ایسے نازک وقت میں کہ جب اسلام کو ایک خطرناک مصیبت کا سامنا تھا۔ مرزا کے مقابلہ میں آنے کو عزالت نشینی پر ترجیح دی اور حسب الدرخواست مرزا جواب قبولیت دعوت بصورت اشتہار ۲۵ جولائی ۱۹۰۰ء کو طبع کرا کر بذریعہ رجسٹری تاریخ ۴ اگست ۱۹۰۰ء ارسال فرمایا اور لکھ دیا کہ وہ خود ۲۵ اگست ۱۹۰۰ء کو (اس لیے کہ مرزا نے تقرر تاریخ کا اختیار حضرت پیر صاحب کو دیا تھا) لاہور آجائیں گے۔ آپ بھی تاریخ مقررہ پر تشریف لے آویں۔ چونکہ مرزا نے ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء کی چٹھی میں اس طریق فیصلہ کی طرف دعوت کرنے سے پہلے اپنے دعاوی پر اور کئی استدلال پیش کئے تھے۔ چنانچہ آپ نے لکھا ہے کہ کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کبھی اور کسی زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چڑھ گئے تھے یا کسی آخری زمانہ میں جسم عنصری کے ساتھ نازل ہوں گے۔ اگر لکھا ہے تو کیوں ایسی حدیث پیش نہیں کرتے۔ ناحق نزول کے لفظ کے اُلئے معنی کرتے ہیں۔ انا انزلہ فی لیلة القدر اور ذکر ارسولا کا راز نہیں سمجھتے میری مسیحیت و مہدویت کا نشان رمضان میں کسوف و خسوف کا دیکھ چکے ہیں پھر نہیں مانتے۔ صدی سے ستر سال گزر چکے ہیں پھر مجھے مجد نہیں مانتے۔ یہ تمام استدلال مرزا نے اس طریق فیصلہ کی طرف دعوت کرنے سے پہلے اسی چٹھی میں تحریر کئے ہیں اور صرف ایک ہی فیصدہ پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ ہر دو باتیں علی الترتیب پیش کی ہیں۔ اس لیے حضرت مدوح نے بھی ہر دو طریق فیصلہ کو علی الترتیب ہی تسلیم کیا۔ اور

پسند فرمایا کہ مرزا سے اسکے اپنے استدلالات جو اس نے اپنی چٹھی میں تحریری فیصلہ سے پہلے پیش کیے ہیں، سن لیے جائیں اور مسیح علیہ السلام کا جسم عنصری کیساتھ آسمان پر جانے کی بابت حدیث بلکہ قرآن کریم کی قطعی الدلالت نص پیش کی جائے کہ اگر مسیح کا بجسدہ العنصری آسمان پر جانا قرآن کریم کی نص صریح سے ثابت نہ ہو تو پھر کیا کرنا چاہیے۔ حدیث ہی جستجو کی جائے یا کیا؟ نیز سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ نزول کے وہ معنی جو اب تک تیرہ سو سال سے مجتہدین اور محدثین بلکہ صحابہ کرام اور اہلبیت نے نہیں سمجھے وہ کیا ہو گئے؟ اور یہ بھی سمجھ نہیں آتا کہ رمضان میں کسوف و خسوف جن تاریخوں میں ہوا ہے وہ کیونکر آپ کی مسیحیت کا نشان ہے؟ یہ سب امور احقاق حق کی غرض سے حضرتنا الحمد ورح مرزا کی اپنی زبانی سننا ضروری خیال کرتے تھے۔ اور بعد ازاں یہ قرارداد تھی کہ تحریری فیصلہ کی طرف رجوع کر لیا جائے اور مرزا کی قراردادہ شرائط کے موافق تفسیر لکھی جائے۔

اس عرصہ میں آج تک مرزا کی طرف سے کوئی جواب نہ نکلا۔ البتہ ان کے بعض حواریوں کی طرف سے اشتہارات نکلے اور شائع ہوئے کہ تقریری مباحثہ کی کوئی شرط نہیں تھی لیکن ان تحریرات کو اس لیے بے معنی خیال کیا گیا تھا کہ خود مرزا کو اپنے اشتہار مشہورہ ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء میں جیسا کہ اوپر ذکر ہوا ہے، ہر دو امور فیصلہ علی الترتیب مطلوب تھے اور پہلے ایک اشتہار میں مولوی غازی صاحب نے صاف طور پر مرزائی جماعت کو مطلع کر دیا تھا کہ پیر صاحب صرف اس صورت میں قلم اٹھائیں گے یا کوئی مباحثہ کریں گے جب کہ بالقابل مرزا خود میدان میں آئے یا کچھ تحریر کرے ورنہ نہیں۔ پس حضرت پیر صاحب کی جوابی چٹھی مطبوعہ ۲۵ جولائی ۱۹۰۰ء خاص مرزا کے نام پر تھی بصورت انکار مرزا کو بذات خود جواب دینا چاہیے تھا لیکن اس نے باوجود انقضائے عرصہ مدد ایک ماہ کے کوئی انکار شائع نہیں کرایا بلکہ

اپنے طریق عمل سے یہ تسلیم کر لیا کہ وہ اس امر پر راضی ہے کہ ہر دو طرح سے مباحثہ ہو جائے۔

اس کے بعد حافظ محمد الدین صاحب تاجر کتب مالک و مہتمم کارخانہ مصطفائی پریس لاہور نے ایک ضروری چٹھی رجسٹری شدہ مرزا کے سکوت پر چھاپ کر خاص مرزا کے نام پر بھیجی اور عام مشتہر بھی کی۔ اس کے بھی کچھ جواب نہ آنے پر انہوں نے رجسٹری شدہ چٹھی نمبر ۲ اور چھاپ کر مرزا کو روانہ کی اور عام تقسیم کر دی مگر مرزا کو کہاں ہوش و تاب کہ کچھ جواب دیتا۔

تاہم اس کا رہا سہا عذر دفع کرنے کے لیے حکیم سلطان محمود صاحب ساکن حال پنڈی نے (جس کی طرف سے پہلے بھی متعلق مباحثہ کئی ایک اشتہارات شائع ہوئے تھے) ایک مطبوعہ اشتہار بذریعہ جوانی رجسٹری مرزا کے پاس ارسال کر دیا جس کا آخری مضمون یہ تھا کہ اگر مرزا کی علمی و عملی کمزوریاں اسکو اپنی من گھڑت شرائط کے احاطہ سے باہر نہیں نکلنے دیتیں اور اسے ضد ہے کہ تم ان ہماری پیش کردہ شرائط کو تسلیم کرو تو ہم بحث کریں گے ورنہ نہیں تو خیر لو یہ بھی سہی۔

پیر صاحب تمہاری سب پیش کردہ شرطیں بعینہ جس طرح سے تم نے پیش کیں ہیں منظور کر کے تمہیں چیلنج کرتے ہیں کہ تم مقررہ تاریخ ۲۵ اگست ۱۹۰۰ء کو لاہور آ جاؤ۔ یہ اعلان عام طور پر مشتہر کر دیا گیا تھا علاوہ اس اعلان کے جناب پیر صاحب نے بنظر تکید مزید حافظ محمد دین صاحب مالک مطبع مصطفائی پریس لاہور کو بھی ایما فرمادیا کہ ہماری طرف سے مرزا کی تمام شرائط کی منظوری کا اعلان کر دو۔ چنانچہ حافظ صاحب موصوف نے بذریعہ اشتہار مطبوعہ ۲۴ اگست ۱۹۰۰ء مشتہر کر دیا کہ آج بروز جمعہ ۳ بجے شام کی ٹرین میں بوجہ

ہیروئی اسلام پیر صاحب مرزا کی تمام شرائط منظور کر کے لاہور تشریف فرما ہوں گے اور ٹھن ہال انجمن اسلامیہ واقعہ موچی دروازہ لاہور میں بغرض انتظار مرزا قیام فرمائیں گے۔ چنانچہ وہ اسی شام کی گاڑی مع دو تین سوعلماء و مشائخ وغیرہ ہمراہیان کے تشریف فرما لاہور ہوئے۔

حضرت ممدوح کی زیارت و استقبال کے لیے اس شوق و ولولہ سے لوگ گئے کہ اسٹیشن لاہور اور بادامی باغ پر شانہ سے شانہ چھلتا تھا۔ شوق دیدار سے لوگ دوڑتے اور ایک دوسرے پر گرے چلے جاتے تھے حضرت ممدوح اسٹیشن سے باہر ایک باغ میں چند منٹ تک استراحت کر کے ٹھن ہال موچی دروازہ میں مقیم ہوئے۔ لاہور کے علمائے کرام جو آپ کی تشریف آوری کے منتظر تھے آپ کے ساتھ شامل ہو گئے نیز اور بھی علماء و مشائخ و معززین اسلام اضلاع پشاور، پنڈی، جہلم، سیالکوٹ، ملتان، ڈیرہ جات، شاہ پور، گجرات، گوجرانوالہ، امرتسر وغیرہ وغیرہ مقامات سے بغرض شمولیت مجلس مناظرہ مصارف کثیرہ کے متحمل ہو کر آپہنچے۔ مرزا کے لاہوری پیروؤں نے مرزا کے نام خطوط تاریں اور ضروری قاصد روانہ کئے مگر بعض گرموش چیلے نہایت مضطرب حالت میں قادیان پہنچے اور ہر چند اپنے چیر و مرشد مرزا کو لاہور لانے کے لیے منت و سماجت کی پاؤں پکڑے، مگر مرزا کی دلی کمزوری نے ان کو اپنے فدائی پیروؤں کی درخواست منظور کرنے کی طرف مائل نہ کیا اور وہ بیت الفکر میں ہی داخل دفتر رہا۔

حضرت پیر صاحب ۲۴ اگست سے آج تک لاہور میں رونق افروز ہیں اور مرزا کا ہر ایک ٹرین میں بڑے شوق سے انتظار ہو رہا ہے مگر ادھر سے صدائے برخواست کا معاملہ ہوا۔ یہ حقیقت میں خود مرزا کے اپنے قول کے مطابق ایک الہی عظمت و جلال کا کھلا کھلا نشان

تھا جس نے مرزا کی جھوٹی و سبے جاشنی کو پھیل ڈالا۔ اور آپ کے حواس کی وہ گت ہوئی کہ مقابلہ و مباحثہ لاہور تو درکنار آپ کو سوائے اپنے بیت المقدس کے تمام دنیا و مافیہا کی خبر نہیں رہی اور وقذف فی قلوبہم الرعب بما کفروا کا مضمون دوبارہ دنیا کے صفحہ پر معرض ظہور پر آیا۔ برخلاف اسکے حضور پر نور حضرت پیر صاحب مجدد کے دست مبارک پر خداوند کریم نے وہ نشان ظاہر کر دیا جس کا آیت و کسان حقا علینا نصر المؤمنین میں وعدہ دیا گیا تھا۔ خداوند عالم نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی مقدس و بابرکت ذات پر نبوت اور رسالت کے تمام مدارج ختم کر دیئے ہیں جس طرح پہلے سینکڑوں جھوٹے رسولوں کو الہی غیرت اور خود ان کے اپنے کفر و غرور نے انہیں ذلیل و خوار کر دیا ہے ایسا ہی اس نے مرزا کی جھوٹی مہدویت رسالت و مسیحیت کا بھی خاتمہ کر دیا۔ اور آج دنیا پر بخوبی روشن ہو گیا کہ سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ ﷺ کے مخصوصہ مناصب اور مفروضہ مراتب کے اندر بیجا مداخلت کرنے والا اس طرح سے علی رؤس الاشہار و سیاہ ہوتا ہے اور اپنے ہاتھوں خود ذبح ہو جاتا ہے۔ کیا غور و عبرت کا مقام نہیں ہے کہ مرزا نے بلا کسی تحریک کے خود بخود حضرت پیر صاحب اور نیز ہندو پنجاب کے تمام مسلم الثبوت مشائخ و علماء کو تحریری اور تقریری مباحثہ کی دعوت کا وہ اعلان کیا جس کی ہزار ہا کاپیاں ہندو پنجاب کے تمام اضلاع و اطراف میں مرزا نے خود تقسیم کیں اور اپنی عربی و قرآن وانی میں وہ لاف زنی کی جس کا وہ خواب میں بھی خیال کرنے کا مستحق نہیں تھا اس نے اپنے ہاتھوں سے لکھا کہ اگر میں پیر صاحب اور علماء کے مقابلہ پر لاہور نہ پہنچوں تو پھر میں مردود، جھوٹا اور ملعون ہوں اس شد و مد کے اشتہار کے بعد جب اسکو پیر صاحب نے اور دیگر علمائے کرام نے بمنظوری شرائط لاہور میں طلب کیا تو مرزا کی طرف سے سوائے بہانہ گریز کے اور کوئی کارروائی ظہور میں نہ آئی۔ سخت افسوس کا

واقعہ ہے کہ مرزا کے مرید انہی دنوں میں جبکہ پیر صاحب خاص لاہور میں سینکڑوں علماء و فقہاء اور ہزاروں مریدوں کے ساتھ تشریف رکھتے ہیں اس قسم کے اشتہارات شائع کر رہے ہیں کہ پیر صاحب مباحثہ سے بھاگ گئے اور شرائط سے انکار کر گئے۔ سبحان اللہ! احمائی اور بے شرمی ہو تو ایسی کہ

”دروغ گوئیم بر دئے شما“

اس موقعہ پر مرزا کی مسیحی تعظیم پر سخت افسوس آتا ہے۔ کیا امام زمان کی تعلیم کا یہی اٹھنا چاہیے کہ ایسا سفید جھوٹ لکھ کر مشہور کیا جائے اور زیادہ افسوس اس پر ہے کہ ہندو اخبارات بھی مرزائیوں کی اس ناشائستہ حرکت پر نفرتین کر رہے ہیں اور انہی اثر ہے ہیں۔ میں از جانب اہالیان جلسہ جن کی تعداد کئی ہزار ہے اور پنجاب کے مختلف اضلاع کے رہنے والے ہیں، اس امر کا صدق دل سے اعتراف کرتا ہوں کہ پیر صاحب نے معد ان علمائے کرام و مشائخ عظام کے جو آپ کے ساتھ شامل ہیں، اسلام کی ایک بے بہا خدمت کی ہے اور مسلمانوں کو بے انتہا مشکور فرمایا ہے اور ہزار ہزار شکر ہے کہ آئندہ کو بہت سے مسلمان بھائی مرزا کے اس سلسلہ حرکات سے ان کی دام ترویر میں گرفتار ہونے سے بچ گئے۔

آخر میں مولانا صاحب نے ایک پرزور تقریر میں بالتفصیل یہ بھی بیان کیا جو بوجہ اہانت یہاں درج نہیں ہو سکا جبکہ ماحصل یہ ہے کہ اس سے پہلے بھی دنیا میں مرزا جیسے بلکہ اس سے بڑھ کر بہت سے جھوٹے نبی، مسیح، مہدی بننے کا دعویٰ کرنے والے پیدا ہو کر اور اپنے کفر کردار کو پہنچ کر حرف غلط کی طرح صفحہ سستی سے مٹ چکے ہیں۔ مرزا کا بھی یہی حشر ہوگا۔

اسکے بعد مولوی تاج الدین احمد صاحب جو برمنشٹر چیف کورٹ پنجاب سیکریٹری

انجمن نعمانیہ نے مولانا مولوی محمد حسن صاحب کی تائید کی۔ اور مرزا کے چند اشتہارات سے ان کی اس قسم کی کارروائیوں پر نہایت تہذیب اور شائستگی سے نکتہ چینی کی۔

صاحبان! بس صرف یہی خطا تھی کہ فیضی مرحوم نے مرزاجی کو انکی غلطیوں پر مشتبہ کیا اور ان کو مقابلہ سے عاجز کر دیا۔ مرزا صاحب سے یہ تو نہ ہو سکا کہ مرحوم کو ان کی زندگی میں جس متانت سے انہوں نے انکو چھٹیاں لکھیں جواب باصواب دیتے یا مقابلہ کے لیے بلا تے جب آپ کو معلوم ہوا کہ فیضی مرحوم فوت ہو چکے ہیں اور اب میدان خالی ہے آپ نے اپنی گندہ کلامی سے مرحوم کی روح کو ستانا شروع کیا۔ اور ان کے پسماندگان کی دل آزاری کیلئے اپنی تصانیف مرحوم کے عم زاد برادر ابوالفضل مولوی کرم الدین صاحب بھین (جو اس مقدمہ میں مستغیث تھے) کے پاس موضع بھین میں روانہ کیں۔

مولوی صاحب کو مرزا صاحب کی یہ بیوجہ سخت کلامی ان سے نئے جدا ہوئے پیارے بھائی کے حق میں سخت شاق گذری انہوں نے مرزاجی کو نوٹس بھیجا کہ آپ پر اس امر کی نالش فوجداری کی جائے گی کہ آپ نے ان کے مرحوم بھائی کی توہین کر کے ان کی دل آزاری کی ہے۔

اسپر قادیان میں عجیب کھلبلی مچی اور قانونی مشیروں کے مشورہ سے پیش بندی کر کے مولوی صاحب کے برخلاف مقدمہ فوجداری حکیم فصلدین حواری کے ذریعہ زیر دفعہ ۲۴۰ تعزیرات ہند گورداسپور میں دائر کر دیا۔ اور اسکے بعد کچھ عرصہ مولوی صاحب نے فیضی مرحوم کی توہین کا مقدمہ جہم میں رائے سنسار چند صاحب کی عدالت میں دائر کر دیا۔ اس مقدمہ میں مرزاجی بذریعہ وارنٹ بضمانت ایک ہزار روپیہ طلب ہوئے اور نیز آپ کے چند مرید بھی آپ کے ساتھ بذریعہ وارنٹ بلائے گئے اس مقدمہ کی نسبت قانونی مشیروں

نے یہ اعتراض سوچا کہ مقدمہ فیضی مرحوم کے پیران کی طرف سے ہونا چاہیے تھا انکی وجودگی میں مستغیث کو حق نالش کا نہیں پہنچتا۔ اس پر مرزا صاحب کا حوصلہ بندھ گیا اور جہلم میں روانہ ہونے سے پہلے اپنی ایک کتاب مواہب الرحمن میں جو اس وقت زیر تصنیف تھی اس مقدمہ کی نسبت کچھ تذکرہ چھاپ کر ہمراہ لائے اور جہلم میں آ کر کتاب تقسیم کر دی۔ اس کتاب میں مولوی صاحب کی نسبت سخت چٹک کے الفاظ درج کیے گئے جو آپ پر اس مناقشہ کی دائری کا باعث ہوئے۔ ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء کو اس مقدمہ کی پیشی ہوئی اور خدا کے جری متوکل علی اللہ امام الزمان بجائے اسکے کہ سینہ پر ہو کر تنہا مقابلہ میں نکلتے ایک جھٹکلاء کا اپنی نجات کا وسیلہ بنالائے جن میں سے ایک صاحب انگریز پیر مٹر بھی تھے۔ جو اس مذہب عیسائی کے تھے جنکی نسبت دجال وغیرہ کے القاب آپ استعمال فرمایا کرتے ہیں۔

بالآخر وکلاء نے دہی اعتراض اٹھایا جسکا پہلے ذکر ہو چکا ہے اور حاکم نے وہ اعتراض سن کر استغاثہ داخل دفتر کیا بس پھر کیا تھا مرزائیوں نے فتح فتح کے نعروں سے آسمان سر پر اٹھالیا اور لمبے چوڑے اشتہاروں میں مرزاجی کو خدا کا برگزیدہ رسول اور نبی اللہ کے خطاب دیکر مبارک بادیاں دی گئیں۔ اس موقع پر اخبار چودہویں صدی میں ایک مختصر پانچ مضمون جو مرزائیوں کے اس غیر معمولی جوش پر ایڈیٹر اخبار موصوف نے لکھا تھا درج کر دینا موجب دلچسپی ناظرین ہوگا۔

نقل مضمون اخبار چودہویں صدی راولپنڈی مطبوعہ یکم فروری ۱۹۰۳ء

صفحہ کالم اول

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی ایک مقدمہ میں فتح کی خوشی میں ان کے

مریدان باصفانے مرزا صاحب کے مراتب کو اور بھی بلند فرمادیا۔ چنانچہ اخبار الحکم کے ضمیمہ میں جو اس عظیم الشان فتح پر ان کو مبارک باد دی گئی ہے اس میں سے ذیل کے الفاظ ہم نقل کرتے ہیں۔ ”اے خدا کے برگزیدہ رسول الحق خدا تیرے ساتھ کھڑا ہوا ہے اے نبی اللہ تجھے وہ بشارت ملی ہے جس کا وعدہ بشارۃ تلقاھا النبیین میں یوم العید کو دیا گیا۔ لاریب خدا تعالیٰ کے وہ سارے وعدے جو اس نے اس مقدمہ کے متعلق کئے تھے، پورے ہوئے ان تمام پیشن گوئیوں کے پورا ہونے پر تجھ کو اور تیری قوم کو مبارک باد دیتے ہیں۔“

ہم نے تو ایک سابقہ پرچہ میں پیشگوئی کر دی تھی اور اس کے واسطے کسی الہام کی ضرورت نہیں تھی کہ مرزا صاحب کو آج کل جو الہامات ہو رہے ہیں انکی تعبیر عنقریب ان مقدمات کے نتائج سے کی جائے گی۔ مقدمہ جو مرزا صاحب اور ان کے دوستوں کے برخلاف تھا۔ وہ جہاں تک ہم نے سنا ہے اس امر کا تھا کہ مولوی محمد حسن صاحب جو موضع بھیں ضلع جہلم کے رہنے والے تھے، انکی نسبت کچھ نا ملائم اور ناشائستہ الفاظ انہوں نے یا انکے کسی دوست نے لکھے تھے ان الفاظ کی بنا پر مولوی محمد حسن صاحب مرحوم کے ایک رشتہ دار مولوی کرم الدین صاحب نے مرزا صاحب وغیرہ پر ازالہ حیثیت عربی کی نالاش کر دی تھی عدالت کے سامنے سوال یہ تھا کہ آیا مولوی کرم الدین مولوی محمد حسن صاحب مرحوم کا اتنا قریبی رشتہ دار ہے کہ متوفی مولوی صاحب کو برا کہا جانے کی وجہ سے نالاش کرنے کا مستحق ہے؟ عدالت نے قرار دیا کہ مولوی کرم الدین اتنا قریبی رشتہ دار مرحوم کا نہیں ہے کہ وہ دعویٰ کر سکے۔

اس مقدمہ کے متعلق وضاحت سے جو الہام مرزا صاحب کو ہوئے ہیں وہ دوران مقدمہ میں ہوئے ہیں جب کہ انکو ان کے وکلاء قانونی مشورہ دے چکے تھے۔ اور اس

واسطے ہم جانتے ہیں کہ ان الہامات کے معنی کیا ہیں۔ لیکن ہم کو یہ معلوم نہیں تھا کہ اس تقریب پر مرزا صاحب کے مراتب اور مناقب میں کوئی ترقی ہونے والی ہے اور غالباً خود مرزا صاحب کو بھی معلوم نہیں تھا۔ کہ وہ اس عظیم الشان فتح کی خوشی میں خدا کے برگزیدہ رسول اور نبی اللہ ہو جائیں گے اور خاتم الانبیاء، ختم الرسل کی تعریفات جو آنحضرت ﷺ (لہذا کہ روحی یا رسول اللہ ﷺ) کے مبارک اور پیارے نام کے ساتھ گزشتہ تیرہ سو برس میں استعمال ہوتی رہی ہیں ان کے مٹانے کی کوشش کی جائے گی۔ لیکن اگر مرزا صاحب اس ترقی کے مستحق ثابت ہوئے ہیں تو ہماری رائے میں ان وکیلوں کی جنہوں نے مرزا صاحب کو اس مقدمہ میں چھڑایا ہے نہایت حق تلفی کی گئی ہے۔ مقدمہ سے چھوٹنے والا تو امام سے برگزیدہ رسول اور نبی ہو جائے اور مقدمہ سے چھوڑانے والے پچارے کوئی خاص اور چھوٹے والے سے بہتر رتبہ کے مستحق نہ قرار دیے جائیں۔ حالانکہ حالات نے مرزا صاحب کے دکلاء کو انعام میں ایک خاص ترقی دینے کا موزوں موقع پیدا کر دیا تھا یعنی مرزا صاحب کے تین دکلاء تھے۔ ان تینوں میں سے جن سے وہ راضی ہوتے ایک کو خدا دوسرے کو خدا کا بیٹا تیسرے کو روح القدس بنا دیا جاتا ہے اور پھر تینوں مل کر خدا بنا دیے جاتے اور مرزا صاحب کے دین کے لحاظ سے یہ کوئی نئی اچھوتی بات نہ ہوتی۔ مرزا صاحب نے اپنے مضمون کشتی نوح میں تحریر فرمایا ہے:

کہ وہ مریم بنا دیئے گئے تھے اور پھر انکو حمل ہو گیا تھا اور جب انکو درد زہ ہوا تو وہ بھور کے درخت کے نیچے چلے گئے اور وہاں جا کر انہوں نے بچہ جنا اور وہ بچہ جننے کے بعد انکو خرا کہی وقت معلوم ہوا کہ وہ دونوں ماں اور بچہ وہ خود ہی ہیں۔

تو جس دین میں یہ عجائبات ظہور پذیر ہو سکتے ہیں وہاں چند الہاموں کے الٹ

پھیر سے ان بیچارے دکلاؤ کو بھی ترقی دی جاسکتی تھی جس کے وہ مستحق تھے۔ اور امید ہے کہ مرزا صاحب اور ان کے دوست اس سہو پر غور کر کے اس موقع کو ہاتھ سے نہیں جانے دیں گے۔ مرزا صاحب کے برخلاف مولوی کرم الدین صاحب کا استغاثہ نہیں چل سکا تو اب سنا ہے کہ مولوی محمد حسن صاحب مرحوم کے لڑکے استغاثہ کرنے والے ہیں ہماری اب بھی وہی رائے ہے جو پہلے تھی کہ مسلمانوں کے مذہبی جھگڑوں کو عدالتوں میں نہیں گھسیٹنا چاہیے۔ دونوں فریق میں اگر کوئی عاقبت اندیش بزرگ ہیں تو وہ ان کو یہی صلاح دیں گے کہ مقدمہ بازی کو چھوڑ دیں۔

الحاصل ادھر تو بیچارے دکلاء نے اس عذر پر کہ استغاثہ اس مستغیث کی طرف سے نہیں چل سکتا مرزا جی کو نجات دلائی اور ادھر مرزا جی ایسے ناعاقبت اندیش موکل ہیں کہ اسی مستغیث کو خود ایک دوسرے استغاثہ کا مصالحہ تیار کر کے خود ہی اس کے ہاتھ دے گئے یعنی کتاب مواہب الرحمن میں مستغیث کا صریح نام لکھ کر اسکو گالیاں دیں اور جہلم کے احاطہ بکھری میں اسکو تقسیم کیا۔ چنانچہ مرزا جی مبارکبادیاں لیتے خوشیاں مناتے قادیان میں پہنچے ہی ہو گئے کہ ادھر کتاب مذکور کی بناء پر دوسرا استغاثہ ۲۶ جنوری ۱۹۰۳ء کو اسی حاکم لالہ سنسار چند صاحب کی عدالت میں دائر ہو گیا اور مرزا جی اور ان کے حواری حکیم فضل دین بذریعہ وارنٹ وغیرہ پھر طلب ہو گئے۔ اس خبر پر قادیان دارالامان میں پھر ماتم برپا ہو گیا۔ ہر چند قادیانی صاحب نے اس مقدمہ کو ایک معمولی ایسجھ کر اسکی متعلق یہ الہام اخبار الحکم میں اسی وقت شائع کر دیا تھا۔ ساکھو حک اکراما عجیبیا (الحکم ۲۴ فروری ۱۹۰۳ء) اس الہام کا یہ فٹا

۱۔ یہ امر کہ مرزا جی کے قبو کا ایک نشانہ تھا کہ ابتداء ہی میں آپ کو جوتن جاسے گی انکی اس درخواست سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ لالہ سنسار چند صاحب کی عدالت میں مرزا کی طرف سے استغاثہ حاضری کے لیے گڈری تھی اس میں صاف درج تھا کہ امید نہیں کہ استغاثہ ابتداء ہی اس سے آجے جس سکے۔

تھا کہ دیکھوں ابھی تم کو عجیب اعزاز ملتا ہے یعنی استغاثہ خارج ہوتا ہے۔ ساکھو مک کا سین قابل غور ہے لیکن غیور خدائے ذوالجلال کو چونکہ مرزا کے الہاموں کی بیخ کنی منظور تھی اس معمولی مقدمہ نے مرزا کو ایسا جکڑا کہ دو سال پیچھا نہ چھوڑا اور کوئی مصیبت کوئی ذلت نہ ہوگی جو کہ اکرام عجیب کے منتظر کو اثناے مقدمہ میں نصیب نہ ہوئی ہو۔ آخر دو سال کے بعد ۲۴ اکتوبر ۱۹۰۴ء کو مرزا جی کو عدالت لالہ آتمارام صاحب مجسٹریٹ گورداسپور سے اکرام عجیب کا یہ ترغیلا کہ آپ پانچ سو روپیہ جرمانہ ادا کریں ورنہ چھ (۶) ماہ قید محض۔ پیشک مرزا جی کیلئے یہ اکرام عجیب تھا جو عمر بھر میں آپ کو اس سے پہلے نہیں ملا تھا۔

مقدمہ بازی میں مرزا کو شکست فاش

مقدمہ بازی فریقین کا خاتمہ جس قدر کہ ہو چکا ہے اسکے مجموعی حالات پر غور کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ قادیانی اور انکی جماعت اس مقدمہ بازی میں ہرگز فتیاب نہیں ہوئے۔ (جیسا کہ ان کے مرید ظاہر کر رہے ہیں) بلکہ اس مقدمہ بازی نے ان کی وقعت اور ان کی صداقت کی ساری قلعی کھول دی ہے۔ سوچنے والے مجموعی نتائج پر غور کر کے صاف قائل ہوں گے کہ مرزا اور اس کے گروہ نے اس مقدمہ بازی میں سخت شکست دکھائی اور اس مقدمہ بازی کے ذریعہ پبلک کو مرزا سے سخت بے اعتقادی حاصل ہوئی اور روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ مرزا جی کے وعادی ملہمیت، مسیت، نبوت وغیرہ سب غلط ہیں۔ اس بارے میں امور ذیل قابل توجہ ہیں۔۔

اول: اس مقدمہ بازی کا سلسلہ اول مرزائیوں نے چھیڑا اور مرزا جی کی خاص ہدایت سے چھیڑا گیا اور اس سلسلہ کے چھیڑنے سے وہ اعتراضات ذیل کا نشانہ بنے ہیں۔

۱۔..... مرزا صاحب کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ بدیہیت مسیح موعود خود حکم عدل ہیں۔ پھر ان کو ہرگز

شایان نہ تھا کہ دو فیصلہ نزاع کے لیے اور کسی حکم کے محتاج ہوتے۔ کیا کسی حدیث سے ثبوت ملتا ہے کہ مسیح موعود اپنے ظہور کے وقت عدالتوں میں مقدمات بھی لڑیں گے۔

۲..... خداوند تعالیٰ کا مسلمانوں کو یہ ارشاد ہے۔ فان تنازعتم فی شئی فردوه الی اللہ والرسول یعنی اگر تم مسلمانوں میں کسی امر میں تنازع ہو تو خدا اور اس کے رسول کے سپرد کر دو۔ پھر مرزا جی نے کیوں اس آیت قرآنی کا خلاف کر کے حکیم فضل دین مخلص حواری کو ہدایت فرمائی کہ بجائے اس کے کہ معاملہ کو خدا اور رسول کے سپرد کر دیں، رائے گزرا رام صاحب مجسٹریٹ کی عدالت کی طرف رجوع کریں۔

۳..... یہ مقدمہ بازی ایک سخت فتنہ پردازی تھی جس میں مسلمانوں کی جان و مال دو سال تک مبتلا رہی اور خداوند عالم نے فرمایا والفتنة اشد من القتل مرزا جی مسیح موعود ہوتے تو بجائے اسکے کہ مسلمانوں میں امن اور صلح قائم کریں یہ بد امنی ہرگز نہ پھیلاتے جو کہ سخت گناہ میں داخل ہے۔ قرآن کریم میں ہے۔ ان الذین فتنوا المؤمنین والمؤمنات ثم لم يتوبوا فلهم عذاب جهنم ولهم عذاب الحریق (الآیۃ) ترجمہ: جو لوگ مسلمانوں میں فتنہ ڈالتے اور توبہ سے پہلے مرجاتے ہیں ان کے لیے سخت جلانے والا عذاب (جہنم) تیار ہے۔

۴..... گورنمنٹ کی امن پسند پالیسی بھی اس امر کے مانع ہے کہ اسکی رعایا میں بذریعہ مقدمہ بازی بد امنی پھیلے اور انکار و پیہ مفت برباد ہو۔ سو اس مقدمہ میں جس قدر مسلمانوں کا روپیہ برباد ہوا یا مسلمانوں کو بدنی تکالیف پہنچیں ان سب کے ذمہ دار مرزا جی ہیں جنہوں نے سلسلہ مقدمہ بازی کو پہلے شروع کیا۔ والبادی اعظم۔

دوم: سب سے پہلے مقدمہ جو مسیح الزمان کے خاص حکم سے بذریعہ حکیم فضل

الدین عدالت میں بڑے زور و شور سے دائر کیا گیا تھا اور علاوہ دیگر گواہوں کے مرزا جی جماعت کے اعلیٰ ممبر حکیم نور دین اور عبدالکریم بھی گواہ بنائے گئے تھے اس مقدمہ کی فیصلہ جی کے متعلق مرزا جی کو الہاموں کی بھر مار ہو رہی تھی اور اس مقدمہ کے بنانے پر بہت کچھ روپیہ خرچ کیا گیا۔ آخر نتیجہ یہ ہوا کہ مولوی کرم الدین صاحب بری اور مقدمہ خارج۔ مرزا جی کے الہامات کے پرچے اڑ گئے اور دنیا میں فریق مقابل کی فتح اور ظفر کا نقارہ بج گیا۔ اس وقت قادیانی اخبارات ایسے عالم سکوت میں تھے گویا کہیں ان کا نشان ہی نہیں اور تمام اخبارات میں مولوی صاحب کی فتح اور مرزا جی کی شکست کے مضمون شائع ہو گئے۔ کہنے مرزا جی کو یہ بھی کہیں الہام ہوا تھا کہ اس مقدمہ کا یہ حشر ہوگا، تم روپیہ کیوں برباد کر رہے ہو۔ اس مقدمہ کی شکست کا دھبہ قیامت تک مرزا اور ان کی جماعت کے ذمہ رہے گا اور یہ حسرت ان کو مرتے دم تک رہے گی کہ خدا کی برزیدہ جماعت نے ناخنوں تک زور لگایا مگر فریق مقابل کا بال بیکانہ ہوا۔

سوم: پھر دوسرا مقدمہ فوجداری جو کہ زیر دفعہ ۴۱۱ تعزیرات ہند (مال مسروقہ کو پاس رکھنا) مولوی صاحب کے خلاف قائم کیا گیا تھا اور ایک درجن گواہوں کا اس کے ثبوت کے لیے عدالت میں پیش کیا گیا تھا۔ جن میں شیخ رحمت اللہ صاحب مالک بھٹی، بھٹی جیسے معزز اشخاص بھی داخل تھے اور مسٹر وگا رمن صاحب بیرسٹر اس کی پیروی کے لیے بلائے گئے تھے۔ اس مقدمہ کے لیے بھی طرح طرح کے الہامات تھے لیکن اسکا نتیجہ بھی یہی ہوا کہ استعناہ بعدم ثبوت دس اور مولوی صاحب رہا۔ اس شکست بعد شکست نے قادیانی جماعت تک کو مذہب زد کر دیا تھا اور مرزا جی کسی سے بات تک کرنے سے بھی شرمندہ ہوتے تھے۔ کیا یہ مقدمہ بھی خدا کے برگزیدہ رسول (معاذ اللہ) نے اسی امید پر دائر کرایا تھا کہ

باوجود کثیر مصارف برداشت کرنے کے اور گواہان کو تکالیف شہادت پہنچنے کے بعد فریق مخالف صاف نکل جائے اور مرزائی بیچارے آہ و افغان کرتے رہ جائیں؟ اگر مرزائی ملہم ہوتے تو ان کو اول ہی بذریعہ الہام خبر مل جانی چاہیے تھی کہ مقدمہ بیوجود ہے اسکو چھیڑ کر اپنی تخفیف نہ کراؤ۔ کیا اس کا کوئی جواب مرزائیوں کے پاس ہے؟

مقدمہ زیر بحث یعنی قادیانی کا مقدمہ جس کے متعلق کارروائی عدالت پر مرزائی اخبارات شور مچا رہے ہیں اور ان کی جماعت والے مارے خوشی کے جاے میں پھولے نہیں سماتے۔ سو اس مقدمہ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ مرزاجی کے سارے اسرار کو پشت ازبام کرنے والا اور سارے دعاوی کی قلعی کھولنے والا یہی مقدمہ ہے۔ جو کہ صفحہ دہر پر بہت دیر تک یادگار رہے گا اس کے متعلق امور ذیل قابل غور ہیں۔

۱..... جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں مرزائے اس مقدمہ کو بالکل معمولی تصور کیا اور اپنے قیاس کے موجب الہام بھی جلدی فحیاب ہونے کا کر دیا۔ لیکن ان کے قیاس اور الہام کو غلط کرنے کے لیے قضا و قدر نے اسکو اس قدر طول دیکر مرزا کو طرح طرح کے مصائب کا نشانہ بنایا، جس کی نظیر اس سے پہلے نہیں ملے گی۔

۲..... اس مقدمہ میں مرزاجی کے ادعائے ریاست و کرسی نشینی کی بھی ساری حقیقت کھل گئی ہمیشہ کرسی کرسی کی پکار سنا کرتے تھے اور اسی کو گویا معیار صداقت قائم کیا جاتا تھا کہ دیکھو فلاں موقع پر ہم کو کرسی ملی اور مخالف فریق کو کرسی نہ ملی۔ اور الہام انہی مہین من اودا اہانتک و معین من اراد اعانتک وغیرہ کا ظہور، لیکن خدائے تعالیٰ نے اس شیخی باز کو مقدمہ میں وہ دن دکھائے کہ چھ چھ گھنٹہ عدالت میں کھڑا رہنا پڑا اور کرسی کا نام لینے تک کی جرأت نہ ہوئی۔ جب تک رائے چند لال صاحب مجسٹریٹ کی عدالت میں مقدمہ رہا

اس وقت تک ہر دو فریق یعنی مولوی صاحب مستنثیث و مرزا کو بالسوا کرسی ملتی رہی۔ لیکن جب سے کہ مرزاجی نے دعوات سحری کے ذریعہ (جیسے کہ ان کے مرید کہتے ہیں) صاحب موصوف کو تبدیل کرایا اور بجائے ان کے لالہ آتھارام صاحب ایک بارعب پابند ضابطہ مجسٹریٹ آگئے تو کرسی کی رعایت موقوف ہو گئی۔ ہر دو فریق کو بالمتقابل عدالت میں کھڑا ہونے کا حکم ملا۔ مولوی صاحب تو آخر نو جوان تھے اس بات کی کم پروا رکھتے تھے لیکن مرزاجی کی حالت پر دم آتا تھا جبکہ بیچارے ملزموں کے کنہرے پر تنگی لگائے پشت دوتا کئے گھنٹوں پاؤں پر کھڑے نظر آتے تھے۔

مرزاجی کے مرید ہر چند اس بات پر پھولیں کہ آخر کار مرزاجی کا جرمانہ معاف ہوا لیکن درحقیقت مرزاجی کے لیے جو سزا قدرت نے مقدر کی تھی وہ بھگت چکے۔ مرزاجی کو مشکل سے وہ زمانہ بھولے گا جو آپ نے اس مقدمہ کے دوران میں دیکھا۔ کہاں وہ دارالامان قادیان کی عیش و عشرت اور کہاں گورداسپور کے ایام غربت۔ زن و بچہ سمیت آپ در بدر بھٹکتے پھرے۔ گورداسپور میں آپ کو بصد مشکل مکان بھی رہنے کے لیے ملا جیسا کہ انہم میں بھی اس بات کا اعتراف کیا گیا اور پھر عدالت میں روزانہ حاضری احاطہ عدالت کے سامنے درخت جامن کے نیچے بیٹھے بیٹھے دروازہ عدالت کی طرف ٹکٹکی باندھے دن بھر گزر جاتا تھا۔ کثرت کام عدالت کے باعث پچھلے پہر بلا کر حکم دیا جاتا تھا کہ کل حاضر ہو۔ ایک شاعر نے مرزاجی کے اس زمانہ کا نقش ایک دلکش نظم میں کھینچا تھا جو ذیل میں ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔ یہ نظم ہمیں اخبار میں درج کرنے کے لیے دی گئی تھی۔

نظم دلکش

ارے او میرزائے قادیانی بتا تیری کہاں وہ لہن ترانی
کہاں تیری وہ کرسی ہائے کرسی ہمیشہ سنتے تھے تیری زبانی
کھڑا کیوں پاؤں پر ہے دست بستہ جھکا کر پیچھے ہاسد ناتوانی
کنہرا ملزموں کا تیری جا ہے کہاں وہ راحت دارالامانی
کہاں وہ کیوڑا مندل کے شربت نہ ملتا آپ کو ہے آج پانی
زمین و آسمان تھے تیرے تابع تجھے حاصل تھی نصرت آسمانی
زمانہ نے یہ کیا پلٹا ہے کھایا پڑی تجھ پر بلائے ناگہانی
رلایا در بدر تجھ کو خدا نے نہیں حاصل تجھے اب شادمانی
وہ بیت الفکر بیت الذکر بھولے ہے اب گورداسپور کی خاک چھانی
نہ مرزا جی ہی نکلے خود وطن سے مسافر ہو گئی ہے میرزانی
عیال، اطفال سارے در بدر ہیں یہ بوڑھے باپ کی ہے مہربانی
یہ ساری دولتیں جو دیکھتے ہو ہے مرزا جی سزائے آسمانی
عدالت میں تیری پیشی ہے ہر روز مصیبت ہے یہ گویا جادوانی
کمالی زور سے آکر پکارے ہو باجر جلد مرجا کادیانی
ہیں حاکم یاں کے لالہ آتمارام عدالت جنگلی ہے نوشیروانی
دکھا دینا ہے آخر دودھ کا دودھ انہوں نے صاف اور پانی کا پانی
دورانِ مقدمہ مرزا جی اور ان کے ساتھی (فضل دین) طرح طرح کی آفات

ہادی اور امراض مہیبہ میں مبتلا ہوتے رہے۔ لیکن فریقِ ثانی کو ان ایام میں سروردی تک بھی
لاق نہ ہوئی جو اس بات کی روشن دلیل ہے کہ تائیدِ آسمانی فریقِ ثانی کے شامل حال تھی۔
۱۰۔ ہادی صاحب جس مردانگی اور حوصلہ سے دورانِ مقدمہ میں ثابت قدم رہے اور باوجود بے
لہن اور تنہا ہونے کے ہر ایک مرحلہ پر استقلال سے لڑتے رہے، بجز تائیدِ ایزدی کے یہ
امر بالکل دشوار ہے۔ کیا مرزائیوں کو وہ وقت یاد ہے جبکہ حکیم فضل دین انشاء تحقیقات مقدمہ
میں ایک ناگہانی سخت بیماری میں مبتلا ہو گئے تھے اور ان کے پھر بھائی اسی حالت میں چار
پائی اٹھا کر ان کو کمرہ عدالت میں لائے تھے اور دن بھر بیچارے کمرہ میں لیٹے رہے اس روز
جائے انی مہین من اراد اہانتک کے انی مہین من اراد اہانتک کا مضمون
برابر صادق آتا تھا لیکن فریقِ ثانی کو خدا نے ایسے ابتلاؤں سے بالکل محفوظ رکھا اور نہ مرزا جی
کی کرامت منائی جاتی۔ اور پھر وہ زمانہ بھی آپ کو یاد ہوگا جبکہ مرزا جی بیماری سنکاپی وغیرہ
میں مبتلا ہو کر غشی پر غشی کھاتے رہے (ان بیماریوں کی تصدیق مسل میں موجود ہے)

میسا سے شفا پاتے تھے بیمار مثیل اسکا مرض میں خود گرفتار
نہ سمجھے ہم ہیں یہ رازِ خدائی غشی کھا کر گرا کیوں قادیانی
عجب ان کو ہے تائیدِ الہی مقابل میں کھڑا ہے اک سپاہی
پچھاڑا سامنے اس کے کئی بار خدا نے میرزا کو کمرے بیمار
کرشمے تھے یہ قدرت کے زوالے کہ سمجھیں رازِ اصلی ہوش والے
کہ مرزا جی کے دعوے سچ نہیں ہیں غلط فہمی میں ان کے تابعین ہیں
۲۔... مرزا جی باوجود یکہ متوکل علی اللہ ہونے کے مدعی اور الہام الیس اللہ بکاف عہدہ
کے تسلیم یافتہ ہیں۔ لیکن مقدمہ میں جو حوصلہ آپ نے دکھایا اس سے معصوم ہوا کہ یہ ساری

کہنے کی باتیں تھیں۔ یوں تو آپ نے احکم میں یہ الہام بھی چھپوایا تھا کہ خدا نے مجھے کہا ہے لا الہ الا انا فانخذنی وکبلا لیکن جبری اللہ فی حلال الانبیاء کو ایک دن بھی عدالت میں تنہا پیش ہونے کا حوصلہ نہ ہوا۔ جب تک کہ دائیں بائیں آگے پیچھے دکلاء کی جماعت نہ ہوتی تھی عدالت میں جانا محال تھا۔ اگر خدا کی طرف سے تسلی مل چکی تھی کہ آپ فقیہ ہو گئے اور یہ بھی کہ خدا ہی تمہاری امداد کو کافی ہے۔ اور پھر صریح فرمان ہے کہ میں ہی خدا ہوں مجھے وکیل بنانا تو پھر مرزاجی کو کیا ضرورت تھی کہ دکلاء کی امداد حاصل کرتے۔ یہ تو صریح خدا کی نافرمانی ٹھہری اور پھر یہ بھی نہیں تھا کہ آپ کے مقابل فریق کیساتھ کوئی جماعت دکلاء تھی بلکہ سچ پوچھو تو آیت مذکورہ پر مولوی صاحب مستغیث نے پورا عمل کیا کہ ہر ایک موقع پر اکیلے پیش ہوتے رہے ادھر جماعت دکلاء کی ہوتی تھی اور ادھر وہ مرد خدا اکیلا سیدہ پیر ہو کر مقابلہ کرتا تھا۔ پھر ناظرین خود انصاف کر سکتے ہیں کہ فریقین میں سے متوکل علی اللہ و مؤید من اللہ کون ٹھہرا؟ اور نیز اگر بجز دکلاء کے حوصلہ نہ بندھتا تھا تو پھر اپنے دونوں حواری خواجہ کمال الدین صاحب اور مولوی محمد علی صاحب ہی کافی تھے۔ ان پر بھی بھروسہ نہ کیا۔ مسٹر اوگارمن صاحب، مسٹر اورٹیل صاحب اور بالآخر مسٹر نیچی صاحب کو بھی اپنا مددگار بنانا پڑا۔ بھائیو! یہ سوچنے کا مقام ہے خوب غور کرو۔

مثنوی

ہر کہ را باشد توکل بر الہ غیر را ہرگز نیارد در پناہ
میرزا را گفت چون رب جلیل من خدام بس مرا میداں وکیل
حاجت خواجہ کمال الدین چہ بود راست گو مرزا توکل این چہ بود
این عجب مرشد گرفتار بلاست حامی و شافع مرید باصفاست

دیں عجب ترچوں مسجائے زمان از نصاری جوئید امداد و امان
او رٹیل او گارمن کردن وکیل روی پیچیدن ز فرمان جلیل
حل این عقدہ نیاید در خیال ہست از مرزائیاں مارا سوال
ہست این رمزے شگرفای دوستان ہیں بیاں سازید اے مرزائیاں
می شود عیسی گرفتار و ذلیل بہر خود و حال را سازد وکیل
۵..... اس مقدمہ میں مرزا صاحب کی علمی قابلیت کے بھی جوہر کھل گئے اور بالکل واضح ہو گیا کہ آپ تقریر سے عاجز ہیں باوجود یکہ مخالف فاضل مولوی نے اثنا مقدمہ دھواں دھار تقریروں سے مخالف و موافق کو اپنی قابلیت کا قائل کر دیا۔ لیکن مرزاجی سے ایک دن بھی نہ ہو سکا کہ اس کے جواب میں تقریر کر سکیں۔ سچ پوچھو تو اگر مرزاجی کے قابل وکیل خواجہ کمال الدین صاحب مقدمہ کے ہیرو کار نہ ہوتے تو مرزاجی مخالف کی پرزد تقریروں کی دہشت سے حواس باختہ ہو جاتے۔ مولوی صاحب کو کچھ ایسی تائید ایزدی تھی کہ جرح گواہوں پر خود کی اور گواہوں کو حیرت زدہ بنا دیا۔ (حالانکہ مرزاجی کے گواہ بڑے بڑے وکیل ڈپٹی، سچ، عالم فاضل مولوی تھے اور تقریروں کے موقع پر اپنی لیاقت کے وہ جوہر دکھائے کہ موافق و مخالف عیش عیش کراٹھے اور خود خواجہ کمال الدین صاحب ایسے تجربہ کار مخالف وکیل نے ہمارے رویہ کوئی دفعہ سر اجلاس مولوی صاحب کی فاضلانہ تقریروں کی داد دی)

ہمیں خوب یاد ہے کہ جب ۳ جنوری ۱۹۰۴ء کو رائے چند لال صاحب کے اجلاس میں تائید استقامت میں مولوی صاحب نے تقریر کی تھی۔ مرزاجی بھی خود سن رہے تھے تو مولوی صاحب نے اپنی حیثیت کا مقابلہ مرزاجی کی حیثیت سے بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے اس بات کا کافی ثبوت پیش کر دیا ہے کہ میں بہت سی جاہل و منقولہ و غیر منقولہ کا

مالک ہوں اور مرزا جی اپنی تمام جائداد بیوی کے نام منتقل کر کے زے مسیح ہی رہ گئے ہیں اور آپ اب اس حالت میں ہیں کہ اگر خدا نخواستہ مریدان خوش اعتقاد برگشتہ ہو جائیں تو پھر مرزا جی روٹی کے لیے بھی سخت محتاج ہو جائیں اور چونکہ تمام مخلوق کو آپ نے ستایا ہوا ہے امید نہیں کہ گدا کرنے پر بھی آپ کو خیر ملے مستغیث نے تو ورثہ پداری کے علاوہ اور جائداد حاصل کی ہے لیکن مرزا جی ایسے لائق ہیں کہ ترکہ جہدی بھی تلف کر بیٹھے ہیں اور بقول مرزا جی کے ان کا مکان رہائشی تو ایسا بے حیثیت ہے کہ دور و پیہ کرایہ ماہوار پر بھی اس کو کوئی نہیں لے سکتا۔ (دیکھو بیان مرزا محمد راجہ گیس) نیز مستغیث کی عزت اپنے ضلع تحصیل کے حکام کی ان اسناد سے جو شامل مسل کرائی گئی ہیں ظاہر ہے۔ لیکن مرزا جی کی وقعت جو حکام ضلع کے نزدیک ہے وہ یہ ہے کہ وہ فتنہ انگیز ہے۔ (دیکھو فیصلہ سسرولس صاحب ذی کثر گورداسپور) ایسا ہی اپنی علمی فضیلت وغیرہ پر پروردگار نے دے کر اخیر میں مولوی صاحب نے جرم استغاثہ کردہ ہندو مرزا ان ایسی زبردست دلائل سے ثابت کیا کہ مرزا جی کو بھی گویا یقین ہو گیا کہ جرم سے بچنے کی کوئی سبیل باقی نہیں رہی۔

اس زبردست تقریر نے مرزا صاحب کے دل پر ایسا رعب ڈالا ایسے وحشت زدہ ہوئے کہ ذریعہ پر جتنے ہی آپ کو سخت بخار ہو گیا۔ چنانچہ دوسرے روز شوقیت بیماری پیش کیا اور مدتوں عدالت میں حاضری سے نال مثال ہوتی رہی اور بالخصوص اس روز تو مرزا جی کی علمی لیاقت کی قلمی ہی کھل گئی۔ جبکہ بوقت شہادت مولوی برکت علی صاحب منصف بنالہ گواہ استغاثہ کے اس پرچہ کے جواب میں جو کہ لغات مغلقہ غریبہ جمع کر کے گواہ کے سامنے دیکھ کر مرزا نے رکھا تھا کہ اس کا ترجمہ کر دیں اور عدالت نے فصول سمجھ کر رد کر دیا تھا مولوی صاحب نے چند اشعار عربیہ منظومہ خود سر اجلاس مرزا صاحب کے پیش کئے تھے اور لکھا کر

کہا کہ آپ ان اشعار کا ترجمہ کریں اور ترجمہ نہیں تو صرف ان کو پڑھ کر ہی سنا دیں تو میں سارے مقدمے چھوڑ کر اس وقت آپ کی بیعت کرتا ہوں۔ مرزا صاحب نے وہ پرچہ دیکھ کر اپنا سر نیچے کر لیا اور بالکل سکتہ میں رہ گئے اگر آپ فصیح و بلیغ فاضل تھے اور پھر آپ کو لدا اٹھی بھی تھی تو پھر کیوں ایسے موقعہ پر مخالف کے لکار نے پرانہ نہ کھڑے ہوئے کہ لاؤ ہم پڑھتے ہیں اور ترجمہ سناتے ہیں اس واقعہ کے وہ سب لوگ گواہ ہیں جو اجلاس میں اس وقت موجود تھے۔ اس روز حاضرین کو یقین ہو گیا کہ فاضل مولوی کے مقابلہ میں بڑے بڑے اعادوی کا مدعی مرزا علمی میدان میں نکلنے کے ہرگز قابل نہیں ہے۔

لیاقت وہ جو میدان میں عیاں ہو ظہور علم وقت امتحان ہو
وگرنہ گھر میں کہہ لینا ہے آسان نہیں مجھ سے کوئی عالم انساں
اگر مرزا میں کچھ تھی قابلیت مخالف کو دکھا دیتے فضیلت
پکارا مولوی نے جب کئی بار کہ پڑھ کر تم سناؤ میرے اشعار
ابھی یہ ختم ہو جاتی ہے تکرار ہوں مرزا جی کی بیعت کو بھی تیار
نہ ہرگز میرزا نے لب ہلائی کہ لاؤ سامنے اشعار بھائی
میں نے تو ایسا سر جھکایا کہ حیراں رہ گیا اپنا پرایا
کرشمہ تھا یہ قدرت ایزدی کا کہ توڑا ادعا اس مدعی کا
۶۔۔۔ اس مقدمہ میں رائے چند لال صاحب کے سامنے فرد جرم کے موقعہ پر جو بزدلی مرزا جی نے دکھائی تھی وہ اس بات کی صریح دلیل ہے کہ آپ کو اپنے خدا پر کچھ بخرو نہ تھا، نہ ان واللہ تعالیٰ سے کوئی الہام ہوتا ہے آپ اس مرحلہ پر ایسے گھبرائے کہ رائے چند لال صاحب کے سامنے ہونا آپ نے موت کے برابر سمجھ لیا۔ اگر خدا سے مرزا جی کو اطلاع مل

جکی تھی کہ خدا ان کا مددگار رہے تو پھر ایک مجازی حاکم کے سامنے آتے سے گھبراہٹ کی کیا وجہ تھی؟ آپ متواتر شوقیٹ بھیجتے رہے اور بیماری کے عذرات ہوتے رہے اور پھر اس عدالت سے انتقال مقدمہ کی درخواست صاحب ڈپٹی کمشنر کے ہاں گزاری کہ اس حاکم سے مجھے ڈر ہے کہ میری مخالفت کرے گا اس درخواست کے لیے لاہور سے مسٹر اورٹیل صاحب بیرسٹریٹ لاء بلائے گئے اور بہت کچھ روپیہ خرچ کیا گیا آخر بمقام علیوال صاحب بہادر نے فیصلہ کیا کہ عذرات فضول ہیں درخواست نامنظور مقدمہ اسی عدالت میں رہے گا۔ پھر اس پر بھی صبر نہ کیا گیا بلکہ چیف کورٹ میں مرافعہ کیا گیا وہاں سے بھی ناکامی حاصل ہوئی تو دو متواتر شکستیں اٹھا کر مرزاجی کے وکیل پھر اسی عدالت میں پیش ہوئے اور مرزاجی کی غیر حاضری میں فرد جرم سنائی گئی۔ مرزاجی کے مرید کہتے ہیں کہ رائے چندلال صاحب مرزاجی کی دعا سے یہاں سے تبدیل ہوئے۔ حالانکہ رائے صاحب کی اپنی درخواست تھی کہ ان کو یہاں سے تبدیل کیا جائے۔ اور پھر اگر دعا پر کوئی بھروسہ تھا تو حکام کے سامنے درخواستوں پر اتنا روپیہ برباد کر کے ناکامی کی شرمندگی اٹھانے کی کیا ضرورت تھی۔

اگر مرزا کو تھی نصرت خدا سے تسلی تھی حضور کبریا سے
عدالت سے وہ بھاگے کیوں بھلا تھے وہ سنکاپی میں کیوں پھر مبتلا تھے
جوان کے ساتھ وہ نعم المعین تھا اور ان کو اپنی نصرت کا یقین تھا
تو چندلال صاحب سے ڈرے کیوں وہ اس دہشت سے غش کھا کر گرے کیوں
انہیں باتوں سے کھل جاتے ہیں اسرار سمجھ لیتا ہے دانا مرد ہشیار
کہ عالم میں جو مردان خدا ہیں وہ ہر حالت میں راضی بالرضا ہیں
کسی حالت میں وہ ڈرتے نہیں ہیں نہ وہ ایسے خدا سے بے یقین ہیں

مرزا جی تو کورے صاف نکلے وہ دعوے سب گزاف و لاف نکلے
پھر جن لوگوں نے فیصلہ مقدمہ ہذا کے روز مرزا کی حالت کو کچھ شہ خود مشاہدہ کیا ان پر تو اہل روشن ہو گیا کہ مرزا جی ایک معمولی انسان جیسا بھی دل و گردہ نہیں رکھتے ان کی سخت منظر بانہ حالت اور بدحواسی اس بات کا یقین دلاتی تھی کہ بزودی میں مسیح الزمان کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ ہونٹ خشک ہوتے جاتے تھے، چہرہ زرد تھا، بار بار پیشاب کی حاجت ہوتی تھی ونامہ صاحب مجسٹریٹ نے اس روز انتظام یہ کیا تھا کہ ایک سالم گارڈ پولیس مع ایک مارجنٹ وڈ پٹی انسپکٹر کے بلوائے تھے جو کالی مہیب وردی پہنے ہاتھوں میں جھکڑیاں لئے لمرہ عدالت میں ۹ بجے صبح سے ادھر ادھر ٹہل رہے تھے۔ مرزا جی کیا ان کی ساری جماعت کو صین ہو گیا تھا کہ حالت نازک ہے۔ بلکہ جہاں تک ہم نے سنا ہے داروغہ جیل کو بھی بعض مرزائی مل آئے تھے کہ مسیح الزمان کی رونق افروزی پر ان کی رعایت کرنا کیا۔ اس روز تک یہ خبر وحی نے بند رکھی تھی کہ گھبراؤ نہیں جرمانہ ہوگا اور روپے تمہارے پاس کافی ہیں۔ اور پھر اس وقت کی حالت بالخصوص مشاہدہ کے قابل تھی جب اردلی نے مرزا جی کو زور سے پکارا کہ 'مرزا گلام احمد حجاز' مرزا جی عدالت کی طرف جو چلے تو جھج جھج آپ ان اشعار کے صدیقی نظر آتے تھے :

عجائب چال سے ظالم تیرا دیوانہ آتا ہے
از اتنا خاک سر پر جھومتا مستانہ آتا ہے
لہیں ہیں خشک اور چہرے پہ زردی چھاری دیکھو
جری اللہ کیوں اب بزودی ایسی دکھاتا ہے

قدم اٹھتا نہیں جلدی گھٹا جاتا ہے دم کیسا
نہیں سولی دھری پھر کیوں مسیحا خوف کھاتا ہے
تماشا دیکھنے آئی ہے خلقت آج مہدی کا
کہ دیکھیں فیصلہ مرزا کو کیا حاکم سناتا ہے
چو پہنچے پاس کمرہ کے کہا پولیس والوں نے
رہیں سارے حواری یاں اکیلا مرزا جاتا ہے
نمونہ حشر کا برپا تھا مرزا کے لیے گویا
نہ حای رہ سکے کوئی جو نازک وقت آتا ہے
نکالو پانسو درندہ تو بھگتو قید شمشاہہ
یہ مرزا جی کو حاکم حکم اپنا پڑھ سناتا ہے
ادا کر اپنا جرمانہ نکل بھاگے مسیحا تب
بنے مجرم ہیں مرزا ہر کوئی یہ غل مچاتا ہے
مبارک آپ کو حضرت یہ تھنہ مجرمیت کا
ہے لائق اس سزا کے جو کسی کا دل دکھاتا ہے
یہ رکھنا یاد دن حضرت نہ ہرگز بھولنا ان کو
تمہارا حافظہ کمزور جلدی بھول جاتا ہے

۸..... رہی یہ بات کہ مرزا جی کا جرمانہ معاف ہو گیا اور اس بات پر آپ کے حواری پھولے
ہوئے جاموں میں نہیں سماتے اور نعرے شادمانی بلند کئے ہوئے گویا آسمان پھاڑ رہے

ہیں اور مرزا جی اخبارات اس دہن میں طرح طرح کے راگ گاتے اور لوگوں کو برا بھلا
سناتے ہیں۔ ادھر میاں عبدالکریم تمام معزز اخبارات کو کوسٹے اور سارے صوفیا کرام اور
علمائے عظام کو وصولواتیں سناتے ہیں۔ (دیکھو اہم ۷ جنوری ۱۹۰۵ء)

موبہم کو مرزائیوں کی اس بیجا تعلق پر نہایت سخت تعجب آتا ہے کہ کیوں اتنی جلدی
وہ ساری دلتیں اور شکستیں بھول گئے جو مرشد جی کی نسبت اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر چکے
تھے۔ اور ان کے سارے الہامات کی تکذیب کا کوئی دقیقہ باقی نہیں رہا تھا۔ کیا صرف اتنی
بات سے کہ مرزا جی کا جرمانہ اپیل میں معاف ہو گیا وہ ساری شدائد اور مصائب جو بھگت
چکے تھے جکا ذکر پہلے ہو چکا ہے نسیا منسیا ہو گئے۔ صاحبان مرزا کے لیے قدرت کی طرف
سے جو سزا میں مقدر تھیں وہ بھگت چکے۔ دنیا میں ان کے الہامات کی قلعی کھل گئی پھر اپیل
سے جرمانہ معاف ہو گیا تو کوئی انوکھی بات ہو گئی بڑے بڑے ڈاکو، چور، خونخوار اپیل میں
چھوٹ جایا کرتے ہیں۔ تو پھر کیا ان کی عزت ہو جاتی ہے اور مرزا صاحب نے تو بڑے زور
سے آج سے پہلے کئی برسوں اس امر کا فیصلہ کر دیا ہوا ہے کہ بریت وہ ہے جو فرد درجہ سے پہلے
ہو۔ فرد جرم لگنے کے بعد کی بریت کسی کام کی نہیں۔ وہ تو عدالت کا رحم ہے۔ چنانچہ اس کی
تصدیق میں ہم تریاق القلوب مؤلفہ مرزا صاحب کی اصل عبارت درج ذیل کرتے ہیں۔

نقل عبارت تریاق القلوب مؤلفہ مرزا صاحب صفحہ ۸۴

بری راہ ہے جس پر جرم ثابت نہیں اور اس کے مجرم ٹھہرانے کے لیے کوئی وجہ پیدا
نہیں ہوئی اور مبراہہ ہے جو اس کے مجرم ٹھہرانے کے لیے وجہ پیدا تو ہوئیں مگر صفائی کی
اس عبارت میں سوائے ان چند لفظوں کے جو خطوط و عدایہ کے اندر ہماری طرف سے ہیں باقی سب عبارت مرزا جی کی
صاف کتاب تریاق القلوب کی اصل عبارت ہے۔

وجوہ نے ان کو توڑ دیا اور ان پر غالب آ گئیں۔ لہذا یہ امر محقق اور فیصلہ شدہ اور قطعی اور یقینی ہے کہ ڈسپارچ کا ترجمہ بری ہے اور ایکٹ کا ترجمہ میرا۔ دوسرے قسم کے بری پر جو انگریزی ایکٹ کہلاتا ہے، یہ زمانہ آ گیا کہ وہ مجرم بھی قرار دیا گیا اور اس پر فرد قرار دوا دیا گیا۔ (جیسا کہ مرزا صاحب پر یہ زمانہ آ چکا بلکہ اس سے بڑھ کر یہ بھی کہ سزائے قید یا جرمانہ کا حکم بھی سنایا گیا) اور شاید وہ ایک مدت تک حوالات میں رہا اور شاید جھگڑی بھی پڑی۔ (بایوں کہو کہ وہ مدت تک گھر سے جلا وطن رہا اور عدالت کے سامنے روزانہ کئی گھنٹوں تک کھڑا رہنے سے ٹانگیں کمزور ہو گئیں۔ اور اس پر یہ وقت بھی آیا کہ پانی طلب کرنے پر نڈل سکا اور کہ قید یا جرمانہ کا حکم ہو جانے سے وہ حوالات میں گویا ہو چکا اور جھگڑی بھی گویا پڑ گئی) مگر یہ شخص جو ڈسپارچ کیا گیا اسکی نیک چلنی کی چمک نے ان تمام ذلتوں سے محفوظ رکھا۔ (افسوس نہ تو مرزا جی ڈسپارچ کیے گئے اور نہ ان کی نیک چلنی کی چمک نے ان کو ان تمام ذلتوں سے محفوظ رکھا) ابھی ملخصاً

تو پھر جب مرزا جی خود لکھ چکے ہیں کہ بریت وہی ہوتی ہے جو فرد جرم سے پہلے ہو تو پھر حسب مقولہ مذکور مدعی سست گواہ چست۔ مرزائی اب کیوں مرزا جی کے اس مقررہ اصول کی مخالفت کر کے اپیل میں جرمانہ معاف ہونے پر ان کو اس ناقص بریت پر مبارکباد دیاں دیتے اور ان کی فتح مناتے ہیں۔ جبکہ مرزا جی پر فرد جرم بھی لگ چکی اور اس کے بعد سزا بھی ہو چکی تو پھر عند الاپیل معافی جرمانہ کو داخل بریت سمجھنا مرزا جی کی سخت تکذیب کرنا ہے۔ کیا مرزا جی کا قرار داد اصول محولہ تریاق القلوب غلط اور جھوٹ ہے اور مرزائی سچے ہیں: ع

”ایں خیال است و محال است و جنوں“

غالباً مرزائیوں کو مرزا جی کی کتاب تریاق القلوب کی عبارت بھول چکی تھی اور مرزا جی کا حافظہ کمزور ہے ہی۔ اب ہم نے آپ کو یاد دلادیا ہے، امید ہے کہ من بعد ہرگز مرزائی صاحبان اپنے مرشد جی سے ہرگز یہ گستاخی روانہ نہ رکھیں گے وہ تو فرمائیں کہ فرد جرم لکھنے کے بعد اگر کوئی چھوٹ جائے تو وہ بری سمجھے جانے کے لائق نہیں ہاں اسکو میرا کہو تو کہو اور مرزائی یہ کہیں کہ نہیں فرد جرم تو کیا سزایابی کے بعد بھی مرزا جی بری سمجھے جائیں گے۔ مرشد جی کے قول کے مقابل مریدوں کے قول کی کچھ وقعت نہیں ہو سکتی۔

جو خود تریاق میں ہیں لکھ چکے مرزا صراحت سے

کہ بعد از فرد کچھ عزت نہیں ہرگز بریت سے

تو کیا حاصل اپیلوں سے جو جرمانہ ہوا واپس

کہ مرزا جی سزا بھی پاپچکے پہلے عدالت سے

یہ کیوں تکذیب مرشد کی ہیں کرتے احمدی ہو کر

عقیدت سے نہ یہ کہنا ہے بلکہ ہے عداوت سے

تعجب ہے کہ مرزا جی ہیں جھوٹے اور تم سچے

یہ گستاخی بڑی ہے باز آؤ ایسی جرات سے

ملی جو ذلتیں مرزا کو کیا کم تھی سزا اس کو

سزا تو ہو چکی تھی جو مقدر ہوئی قدرت سے

نہ مرزا جی کو بھولے گا زمانہ وہ کبھی ہرگز

بچائی جان بیچارہ نے مرمر کر مصیبت سے

الحاصل مرزا جی کا اپیل میں کامیاب ہونا ان کی کسی کرامت یا فتح کی دلیل نہیں اور نہ ہی

اپیل میں کامیاب ہونے کی بابت مرزا جی نے کوئی الہام کیا ہوا تھا۔ اگر اپیل کے متعلق

صراحت سے بعد از فیصلہ مقدمہ مرزا جی کا کوئی الہام کسی اخبار میں شائع ہوا ہے تو براہ مہربانی پیش کریں۔ اور یہ بھی فرمائیں کہ اگر مقدمہ سے بریت کرامت نشانی ہے تو مولوی صاحب دو مقدمات میں بری ہو چکے تھے ان کی کرامت کیوں نہیں مانی جاتی۔

۹..... بہت بڑی بات جو ان مقدمات میں ظاہر ہوئی تھی وہ یہ تھی کہ مرزا جی اور ان کی وہ جماعت جنگو خدا کی برگزیدہ جماعت کا خطاب دیا جاتا ہے اور جن کے منہ پر صداقت صداقت کا کلمہ ہر وقت جاری رہتا ہے کہاں تک اپنے دعویٰ صداقت میں سچے ہیں۔ مرزا جی اپنی متعدد تصانیف کے ذریعہ دنیا کے سامنے یہ دعویٰ زور سے کر چکے ہیں کہ عمر بھر میں کسی معاملہ دنیوی میں انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور اسلئے مان لینا چاہیے کہ وہ اپنے روحانی دعاوی میں بھی سچے ہیں لیکن ان مقدمات نے بہت بڑا زور جو کھولا وہ مرزا جی کی صداقت کی تلقین کھولنا ہے۔ مرزا جی نے اپنے حلفی بیانات میں جو عدالت میں انہوں نے لکھائے ہیں بہت سے جھوٹ بولے ہیں جن کی ہم مکمل فہرست اس روندہ کے آخر پر ہدیہ ناظرین کریں گے اور ساتھ ہی ان کے بعض ارکان نے جو کچھ اپنے بیانات میں غلط بیان کیا ہے ان کی بھی فہرست دیں گے تاکہ پبلک اس امر سے پورا فائدہ اٹھائے کہ جو شخص عدالت میں حلفی بیانات میں جھوٹ بولے وہ کبھی بھی خدا کا راست باز بندہ یا ولی امام نبی وغیرہ نہیں ہو سکتا ہے۔ ہم ان بیانات کا جھوٹا ہونا مرزا جی کے اپنے ہی دوسرے بیانات یا تصنیفات سے اور ان کے اپنے حواریوں کے بیانات سے ثابت کریں گے تاکہ سوچنے والوں کو مرزا جی کے اوعائے مسیحیت، مہدویت، نبوت وغیرہ کے صدق و کذب کا معیار مل جائے۔ ایسے مقدمات میں جرم ماننا ہونا یا نہ ہونا یا معاف ہو جانا کوئی بڑی باتیں نہیں ہیں ایسے واقعات ہمیشہ ہوتے رہتے ہیں سب سے اہم بات ایسے مواقع پر کذب و صدق کا پرکھنا ہوتا ہے۔ جو کہ ان مقدمات میں ظاہر ہو چکا ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب وہ فہرست ہدیہ ناظرین

۱۰..... اور اس سے ہمارا مطلب بجز اسکے اور کچھ نہیں کہ پبلک کو فائدہ پہنچے اور وہ مرزا کے معاملہ میں غور کرنے کے وقت اس فہرست سے استفادہ کریں۔

اب ہم روئید اور مقدمہ کو لکھنا شروع کرتے ہیں۔ چونکہ اس مقدمہ میں بیانات مختلفیت و گواہان فریقین مکرر سہ کر جرح ہونے کے باعث استقدر طویل ہوئے ہیں کہ ایک بیان قریباً بیس تیس ورق پر نقش ہوا ہے۔ اس لیے ان بیانات کی نقل کی یہاں باطل گنجائش نہیں اور نہ ہی ان کا اندراج چند ان باعث دلچسپی ناظرین ہوگا۔ اصل مقصود اندراج کیفیت مقدمہ سے مرزا صاحب قادیانی (مدعی نبوت) اور ان کے حواریوں کے ہارناموں کا دکھانا ہے جو مقدمہ ہذا سے ظہور میں آئے اور پبلک کو کبھی اسی بات کے دیکھنے ہ اشتیاق ہے کہ اتنے بڑے دعویٰ (نبوت) کے مدعی اور اس کے خاص الخاص حواریوں نے اس نازک موقع پر کیا کچھ نمونہ دکھایا اسلئے ہم واقعات مقدمہ کے دکھانے کے لیے نقل انتشار کے علاوہ لالہ آتمارام صاحب مجسٹریٹ درجہ اول گورداسپور کے فیصلہ لکھ دینے پر اتفاق کریں گے جنہوں نے تمام واقعات کو اپنے فیصلہ میں تفصیل سے بیان کر دیا ہے اور عدالت اپیل نے بھی اس تفصیل کا حوالہ اپنے فیصلہ میں دیا ہے اور سوائے تنسیخ حکم سزا اور ہند ایک امور کے باقی امور مندرجہ فیصلہ عدالت ماتحت سے اتفاق کیا ہے۔ اور ان کا غداشت کی نقول درج ہوگی جو مرزا صاحب کی ذات کے متعلق ہیں مثلاً ان کے عذرات بیماری اور فریڈٹ پشکروہ کی نقول اور ان درخواستوں کی نقلیں جو انتقال مقدمہ کے متعلق گذریں اور نقل حکم عدالت جس کے ذریعہ سے درخواستیں نامظور ہوئیں وغیرہ وغیرہ۔ مرزا صاحب سے ان بیانات کی نقل جو بمقدمہ مدعیہ الحکم و مقدمہ ۱۴۱ تقریرات ہند شہادت و بیعت ہوا، یہی یہاں ہی درج کی جائے گی۔ کیونکہ فہرست صداقت قادیانی میں جو اس مقدمہ کے اخیر

میں لکھی جائے گی، ان بیانات سے بھی حوالے دیے جائیں گے اور یا ان بیانات کی نقول درج کریں گے جو مرزا صاحب کے خاص الخاص حواریوں مثلاً مولوی نور الدین بھیروی وغیرہ کے ہوئے ان کے بعد نقل موجبات اپیل اور فیصلہ عدالت اپیل درج کیا جائے گا۔

قبل اس کے کہ اس مقدمہ کے متعلقہ بیانات لکھے جائیں۔ مرزا صاحب قادیانی اور ان کے رکن اعظم حکیم الامت مولوی نور الدین صاحب بھیروی کے بیانات جو ایک دوسرے مقدمہ عذر داری انکم ٹیکس کے متعلق ہیں، درج کئے جاتے ہیں۔ اگرچہ ظاہراً ان بیانات کا تعلق ان مقدمات سے نہیں ہے لیکن چونکہ ان بیانات کا آخر میں ریویو کے وقت ان کے بیانات سے مقابلہ کرنا ہے جو ۱۸۷۱ء والے مقدمات میں ہوئے ہیں اس واسطے ان کو پہلے درج کر دینا مناسب سمجھا گیا ہے اس وقت ان بیانات پر مقدمہ متدائرہ کی متعلق رائے زنی نہیں کی جاسکتی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ بعد انقصال مقدمہ اس پر مفصل ریمارک ہوگا۔ ہاں ان بیانات کے متعلق وہ نوٹس جو مقدمہ معبودہ سے تعلق نہیں رکھتے۔ ناظرین کی دلچسپی کے لیے مختصر اساتھ ساتھ عرض کر دیے جاتے ہیں۔

مرزا صاحب کا بیان المتعلقہ عذر داری انکم ٹیکس

نقل بیان مرزا غلام احمد بمقدمہ عذر داری ٹیکس اجلاسی ایف ٹی ڈکسن صاحب

بہادر ڈپٹی کمشنر گورداسپور و بروئے منشی تاج الدین صاحب تحصیلدار بنالہ

مرجوعہ ۲۰ جون ۱۸۹۸ء فیصلہ ۱۷ ستمبر ۱۸۹۵ء نمبر بستہ قادیان نمبر مقدمہ ۵۵

مشکل عذر داری انکم ٹیکس مسی مرزا غلام احمد ولد غلام مرتضیٰ ذات مغض سکنہ قادیان

مرزا صاحب کے اس بیان پر جھٹ سے ان کی ریاست اور زمینداری کی آمدنی کی قلمی کھلی، مدت سے رئیس میں سنا کرتے تھے لیکن بہت شور مچاتے تھے پہنچو میں ول کا جو چیرا تو اک قطرہ خون نہ لگا۔ آخر دست کا نرا دھوئی ہی لگا۔

تحصیل بنالہ ضلع گورداسپور بیان مرزا غلام احمد صاحب: مرزا غلام احمد ولد مرزا غلام مرتضیٰ ذات مغض ساکن قادیان عمر ۶۰ سال تخمینہ پیشہ زمینداری باقرار صالح میرے تین گاؤں کا تعلقہ داری کے ہیں۔ منی منگل اور کبارا کی آمدنی سالانہ تخمینہ علیحدہ علیحدہ بیسی روپے ۱۰ آنے ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ میری اراضی قریباً اسی گھماؤں غیر موروثی ہے اور کچھ موروثی ہے جس کی آمدنی مل ملا کر تخمینہ تین سو روپے سالانہ ہوتی ہے میرا باغ بھی ہے۔ اس کی آمدنی مختلف ہوتی ہے چنانچہ کسی سال میں دو سو کسی سال میں تین سو کسی میں چار سو حد درجہ پانچ سو روپے سالانہ ہے ان آمدنیوں کے علاوہ میری کوئی آمدنی نہیں۔ میرا کوئی گھر ایسا نہیں ہے جس کا مجھے کرایہ آتا ہو۔ اس گاؤں میں یا کسی اور جگہ اگر میرا سکونت مکان کرایہ پر دیا جائے تو تخمینہ دو روپے ماہوار کرایہ کی آمدنی ہو۔ میرا نقد روپیہ اس قسم کا کوئی نہیں ہے جس کی مجھے آمدنی ہو بینک وغیرہ میں کوئی روپیہ نہیں ہے۔ میری مل زوجہ کے زیورات تقریباً

۱۔ یہاں سے تو خلیا گزرتا ہے کہ واقعی آپ ایک اچھے زمیندار ہو گئے کہ تین گاؤں کی تعلقہ داری رکھتے ہیں لیکن پھر ان کے ساتھ یہ چھ کرکڑیاں کی آمدنی سالانہ تخمینہ علیحدہ علیحدہ ہوتی ہے تو صاحب ظاہر ہو گیا ایک اولی زمیندار کی آمدنی بھی نہیں ہے شک تھا کہ اس تعلقہ داری کے علاوہ کوئی اور معقول حد پر نہ ذریعہ کا ہو لیکن وہ شک بھی رفع ہو گیا۔ جب یہ پڑھا کہ علاوہ میری اراضی قریباً اسی گھماؤں غیر موروثی ہے اور کچھ موروثی جس کی آمدنی مل ملا کر تخمینہ تین سو روپے سالانہ ہوتی ہے سر ریاست کی پوچھی ختم ہو گئی۔ مل یہاں سے پھر وہم گذرا کہ آپ بنالہ کے، کہہ بھی ہیں گا آمدنی تین سو روپے سالانہ کچھ بڑی بات نہیں لیکن آگے چل کر معلوم ہوتا ہے کہ ان ذات کی قیمت و آگے نہ بڑھ کر مد کے نام منگل ہو چکی ہے اور آپ نے ہدی ہی رو گئے ہیں۔

جی او پو پھر تو آپ کی مدت تین سو روپے نہیں رہیں اور مکان ایسا ہے بیشک۔

جی کیوں مرزا لاتی ہیں بیوی صاحبہ ہیں جن کو کبھی تو شہر یا نو سے تشبیہ دینی چاہی ہے اور کبھی گھر سے موجد سے ان کو ام المومنین کا لقب اور علیہا الصلوٰۃ والسلام کا تحفہ دینا چاہتا ہے۔ یہ اصفیات المومنین بھی زینت دنیا کی زندہ اور زیورات عالم کی شہادتیں؟ کھلا و حاشا۔ اور کیا عورت کو چار ہزار روپے کا زیور پہنا کر اصراف ٹیکس ہے، اور آیت ان المہاجرین۔ اللہ کا مضمون یہاں صدق نہیں آئیگا؟ اگر آپ سچے رسول ہوتے تو عورت کی اس زیور دہنی پر غور و اہانت ہوتے ہوتا۔ سیدہ زینبؓ نے نبی (فدہ امی و امی) نے فرمائی تھی ان کفن ترون الحیوة الدنیا و زینتها لفعالین امتعکون و اسرحکین سرا حاحمیلان۔ الا یہ۔

چار ہزار روپیہ کے ہوں گے لیکن وہ میری ملکیت میں نہیں ہیں۔ میں نے اپنا باغ اپنی زوجہ کے پاس رہن کر دیا ہے ابھی تک رجسٹری ہوئی ہے، داخل خرچ نہیں ہوا لیکن قبضہ باغ کا دے دیا ہوا ہے۔ اس کے عوض چار ہزار کا زیور اور ایک ہزار روپیہ نقد میں نے وصول پایا ہے یہ ضرور ہن ابھی تک میں نے کہیں لگایا نہیں ہے میرے پاس پڑا ہے تخمیناً دو ہزار کا زیور میری زوجہ کا انکی والدہ نے دیا تھا اور باقی سا دو ہزار روپیہ کا زیور چودہ سال میں میں نے اپنی زمینداری کی آمدنی سے ڈالا ہوا تھا۔ یہ دو ہزار کا زیور بھی میں اپنی زوجہ کی ملکیت میں کر چکا تھا میرے مریدوں سے مجھے تخمیناً پانچ ہزار دو سو روپیہ سالانہ کی آمدنی ہے۔ یہ آمدنی مجھے اس سال میں ہوئی جسکی بابت اگم ٹیکس لگائی ہوئی ہے اور اوسط سالانہ آمدنی تقریباً چار ہزار روپیہ کی ہوتی ہے یہ تخمینہ میں نے یادداشت سے لکھوایا ہے۔ تحریری یادداشت میرے پاس کوئی نہیں ہے اس میں سے میں اپنے ذاتی خرچ میں کچھ بھی نہیں لاتا اور نہ مجھے ضرورت ہے میرا اپنا ذاتی خرچ تو سب آٹھ روپیہ ماہوار میں ہو سکتا ہے یہ روپیہ مختلف مدوں میں خرچ ہوتا ہے جس میں سے بڑی مد لنگر خانہ ہے۔ لنگر خانہ میں جو آٹا خرچ ہوتا ہے اسکا حساب موضع ریہہ اور موضع پارو وال اور ٹالہ ساہوکاران اور مالکان گھورات سے دریافت ہو سکتا ہے۔ موضع ریہہ میں مہر سنگھ اور متاب سنگھ اور ٹل سنگھ سے اور

۱۔ واقعہ جب وہ بڑی صاحبہ بھی آپ کی اچھی بھرتی اور ٹلنگ رہیں، خدا دینا بڑا امتیاز ہے کہ خدائی کا دعوہ اور دوسرے والوں کے نزدیک ایسا اعتبار کہ بڑی صاحبہ قرضہ دیتی ہیں کہ چاہیے اور پہلے رجسٹری کر لی جاتی ہے۔

۲۔ عریضہ عقد بھل نہیں ہوا کہ پانچ ہزار روپیہ کی مرزائی کو کون سی ضرورت پڑی تھی جسکے عوض اپنی جدی میرٹ اپنے ہاتھ سے کچھ بیٹھے اور دوسری شہرہ پورہ دیوید یا دیوید میں خرچ ہوا ہے۔

۳۔ سب شک آپ کی جان شوقی تو قاضی داد ہے کہ اپنی عمر بھر کی ساری بیوی صاحبہ کے زیورات کی نذر کر دی البتہ ان کی سہ ماہی پر انھوں نے کہ آپ کو قرضہ دیتے وقت ساری چاہیے اور سنبھال لی۔

۴۔ شاید وہ افواہ نہ ہوگی کہ صاحب بھرتی ہزاروں روپیہ کا خیر بھی اڑ جاتا ہے اس فوج کی بھی اسی صورت ہے تو وہ کس مد میں خرچ شہر ہوگا۔

اسکے حصہ دار اور ٹھیکہ داران سے اور موضع پارو وال میں ٹھیکہ دار کا نام یاد نہیں ہے وہاں سے اور قصبہ ٹالہ میں دیر بھان بانیہ ولد گندامل سے لیتے رہے ہیں جس سال کی بابت اگم ٹیکس تشخیص ہوا ہے اس سال میں آٹا ٹالہ میں دیر بھان ولد گندامل بانیہ سے اور دہار یوال میں کتاب سنگھ و ٹل سنگھ ٹھیکہ داران گھورات سکنا کے امرتسر سے لیا گیا ہے حساب آمد آٹا کا ان کے پاس ہے ہمارے پاس مفصل نہیں ہے۔ البتہ دیر بھان کی زبانی اتنا درج ہے کہ اس سال دیر بھان سے تخمیناً چار سو کا آٹا آیا ہے۔ دہار یوال کے آٹا کوئی حساب معلوم نہیں ہے۔ یہ وہاں سے دریافت ہو سکتا ہے اس سال آٹا کے علاوہ مندرجہ بالا گندم دکان باغ کھتری آرہتی ساکن قادیان سے من بجساب ساڑھے سولہ سیر فی روپیہ کی تخمیناً درجہ ایک سو سو روپیہ کی خریدی۔ اسی سال میں دھمپت اڑتھی سکنا قادیان سے گندم تخمیناً تین سو روپیہ کی خریدی میں نے خرچ آٹا وغیرہ یعنی گوشت مصالغ روغن زرد چاول چار دودھ و تیل مٹی و چار پائی مصری کھنڈ کا آٹے میں نقل کر کے داخل کیا ہوا ہے وہ تخمیناً لکھا گیا ہے، ملاحظہ ہو سکتا ہے۔ مہمان خانہ میں جو عمارتیں مہمانوں کے اترنے کے لیے بنتے اور خاتم بنی ہیں ان پر تخمیناً ۶۳ روپیہ خرچ اس سال میں ہوا ہے۔ جو آمدنی مدرسہ کی مدد پر آتی ہے وہ اس آمدنی کے علاوہ ہے اور اسکا خرچ بھی اس خرچ کے علاوہ ہے۔ میں نے انتظاماً وہ کام مولوی نور الدین صاحب کے سپرد کر رکھا ہے وہی حساب و کتاب رکھتے ہیں۔ اور ہذا بعد اشتہار چندہ و ہنگام کو اطلاع دی گئی ہے کہ اسکا روپیہ براہ راست مولوی نور الدین کے نام ارسال کریں میں نے اپنی آمدنی پانچ ہزار دو سو روپیہ سالانہ مریدوں کے ذریعہ بھرتی ہے اس میں مدرسہ کی آمدنی درج نہیں ہے اور وہ اس لحاظ سے کہ وہ آمدنی براہ راست مولوی نور الدین صاحب کے سپرد ہو کر آتا ہے پہنچتی ہے۔ اس آمدنی اور خرچ مدرسہ کا حساب و کتاب ان

کے پاس ہے وہ حساب و کتاب باضابطہ ہے۔ اس سال میں اکیس اشتہار مشترکہ کئے گئے جن میں سے بعض کی تعداد سات سو اور بعض کی چودہ سو اور بعض کی دو ہزار ہے ان پر صرف ڈاک کا خرچ اس سال میں دو سو روپیہ تخمیناً ہوا ہے جواب خطوط رجسٹری وغیرہ پر اس سال میں تخمیناً دو سو چالیس روپیہ خرچ ہوا ہے۔ خرچ مطبع اس سال میں تخمیناً ایک ہزار روپیہ ہوا ہے جس کا حساب کوئی نہیں ہے۔ اس میں مدات ذیل ہیں :

رو لیا ماہوار للعد	اسٹیمپ یا ماہوار ہے	کل ش ماہوار ہے
پرکس مین ماہوار ہے	سنگ سار ماہوار ہے	کاپی نوٹس ہے
کاغذ ماہوار ہے	سائر خرچ ماہوار للعد	

آمدنی مطبع کی حسب ذیل اس سال میں ہوئی ہے۔ آمدنی فروخت کتب چار سو اٹھاسی روپیہ دل آئے۔ چنانچہ اس حساب سے خرچ مطبع آمدنی سے تخمیناً پانسو روپیہ کے قریب سے زیادہ آتا ہے یہ خرچ دوسری مدات میں سے دیا جاتا ہے۔ کیونکہ مریدوں کی طرف سے مجھے اجازت ہے کہ حسب ضرورت ایک مد سے دوسری مد میں روپیہ خرچ کر لیا جائے۔ جو بچت سال گزشتہ کی کبھی ہوتی ہے تو میں حسب ضرورت آئندہ سال اسکو خرچ کر دیتا ہوں۔ دینی ضرورت میں خرچ کیا جاتا ہے میرے ذاتی خرچ سے اس خرچ کا تعلق نہیں ہے۔ مجھے کوئی حاجت نہیں کہ میں مریدوں کا روپیہ اپنے خرچ میں لاؤں میرا خرچ میری آمدنی ذاتی سے جو صرف زمینداری سے ہوتی ہے اور کسی قسم کی آمدنی نہیں ہے، کم ہے۔ میں اپنی ذاتی آمدنی سے بھی مدات مذکورہ بالا میں خرچ کر دیتا ہوں میری ذاتی آمدنی جس قدر مجھے باقی بعد از منہائی خرچ پہنچتی ہے وہ میں کسی دینی خدمت میں خرچ کر دیتا ہوں تجارت وغیرہ کسی کام میں جہاں سے آمدنی ہو، خرچ نہیں کرتا اور کچھ بیان نہیں کیا۔

دستخط:

حاکم

دستخط:

مرزا غلام احمد قلم خود

۱۵ اگست ۱۸۹۸ء

مولوی نور الدین صاحب کا بیان

نقل بیان حکیم نور الدین روبروئے تاج الدین صاحب تحصیلدار با اختیار اسٹنٹ کلکٹر درجہ دوم پرگنہ ہمالہ مشمولہ مسل عدالت مال باجلاس صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر صاحب کلکٹر بہادر ضلع گورداسپور مرحومہ ۲۰ جون ۱۸۹۸ء فیصلہ ۱۳ ستمبر ۱۸۹۸ء نمبر بندہ X نمبر مقدمہ ۵۵ تعداد ٹیکس مشخصہ تعداد ٹیکس بوجہ فیصلہ عذر داری تعداد ٹیکس بعد فیصلہ اپیل (اگر ہوا)..... معاف شد۔

مثل عذر داری انکم ٹیکس مسی مرزا غلام احمد ولد غلام مرتضیٰ ذات مغل ساکن قادیان تحصیل ہمالہ ضلع گورداسپور۔

بیان حکیم نور الدین ولد غلام رسول ذات قریشی فاروقی ساکن بہیرہ ضلع شاہپور باقرار صالح ۵ سال سے میں مرزا صاحب کی خدمت میں ہوں۔ مرزا صاحب کا اپنا گزارہ باغ اور زمین سے ہے لوگ جو باہر سے بھیجتے ہیں وہ روپیہ مرزا صاحب اپنے ذاتی خرچ میں نہیں لاتے جو روپیہ مرزا صاحب کو علاوہ اپنی آمدنی کے باہر سے آتا ہے۔ اس کو وہ پانچ مدوں میں خرچ کرتے ہیں۔ اول جو مہمان باہر سے آتے ہیں انکی مہمان نوازی پر خرچ ہوتا ہے۔ یہ مہمان خاص مرزا صاحب کے پاس آتے ہیں جہاں تک مجھے علم ہے کہ کل مہمان مرزا صاحب کے پاس علم دین سیکھنے کے لیے آتے ہیں کبھی ایسے مہمان بھی آ جاتے ہیں جنکا ان سے محض دوستانہ تعلق ہے اور دین کی وجہ سے نہیں آتے بعض صورتوں میں مرزا صاحب

۱۰۔ باغ و زمین بوجہ ہے پھر اس کی آمدنی میں مرزا صاحب کو حصہ ۱۲۔

کولوگوں سے ہدایت ہوتی ہے کہ انکا روپیہ مہمان نوازی میں خرچ ہو اور بعض صورتوں میں ایسی ہدایت نہیں ہوتی اور مرزا صاحب خود بخود مہمان نوازی میں روپیہ صرف کرتے ہیں جس روپیہ کی باہر کے لوگ تخصیص نہیں کرتے انکی نسبت مرزا صاحب کو اختیار ہے کہ پانچ مدوں میں سے جس مد میں چاہیں خرچ کریں۔ مرزا صاحب نے اول کتاب فتح اسلام اور توشیح مرام میں ان پانچوں مدوں کا ذکر کیا ہے میں مرزا صاحب کو اپنی گردہ سے روپیہ دیا کرتا ہوں لیکن تخصیص نہیں ہوتی کہ وہ ان پانچ مدوں میں سے فلاں مد میں خرچ کریں۔ جو روپیہ میں دیتا ہوں وہ ان مدوں میں ضرور خرچ ہوتا ہے۔ دوسری مد خط و کتابت کی ہے۔ تیسری کتابوں کی۔ چوتھی قیام مدرسہ۔ پانچویں بیمار اور مساکین کی امداد کے لیے۔ ان باقی ماندہ مدوں میں جو روپیہ خرچ ہوتا ہے کبھی بھیجے والے تخصیص کر دیتے ہیں کبھی تخصیص نہیں کرتے مرزا صاحب کی رائے پر چھوڑ دیتے ہیں۔ ان پانچوں مدوں کے متعلق جس قدر روپیہ مرزا صاحب کے پاس آتا ہے، وہ خیرات کا ہے۔ لنگر خانہ میں سے مرزا صاحب خود کھانا اکثر کھالیا کرتے ہیں کیونکہ انکا روپیہ بھی ان مدوں میں خرچ ہوتا ہے ان مدوں کے روپیہ میں سے مرزا صاحب اپنا کپڑا نہیں بناتے۔ لوگ مرزا صاحب کو ان کے اپنے خرچ کے لیے بطور امداد کے بھری مریدی کے طور پر دیا کرتے ہیں لیکن میں نہیں کہہ سکتا کہ اس کی آمدنی تخمیناً سالانہ کتنی ہے۔ مجھے معلوم نہیں ہے کہ ایسی آمدنی سالانہ پانسو روپیہ سے کم ہے یا زیادہ ہے۔ مرزا صاحب کے بال بچے ہیں تین لڑکے اور ایک لڑکی۔ ایک لڑکا پڑھتا اور دو چھوٹے ہیں ان کے لیے مرزا صاحب کی اپنی آمدنی کافی ہے۔ مرزا صاحب کے دو

عقیدہ ان صاحب کا یہ بیان ان کے مرشد صاحب کے بیان سے متضاد ہے۔ وہ تو صاف لکھتے ہیں مجھے کوئی حد نہیں ہے کہ میں مریدوں کا روپیہ اپنے خرچ میں لاؤں میرا خرچ میری آمدنی ذاتی ہے جو صرف زمینداری سے ہوتی ہے اور کسی قسم کی آمدنی نہیں ہے تم ہے۔ اور حکیم الامہ فرماتے ہیں کہ لوگ مرزا صاحب کو ان کے اپنے خرچ کے لیے بطور امداد کے بھری مریدی کے طور پر دیا کرتے ہیں۔ ان دونوں اقوال سے کس کو قول سچا اور کس کا جھوٹا ہے؟

کے اور بھی ہیں لیکن ان سے مرزا صاحب کا کوئی تعلق نہیں۔ ابھی چھوٹے لڑکے کی تعلیم پر پڑھ رہا ہے کچھ خرچ نہیں ہوتا۔ لڑکی بھی دودھ پینے والی بچی ہے۔ مرزا صاحب کے خسر نیشن یاب ہیں اور آسودہ حال ہیں نواب لوہارو کے رشتہ دار ہیں معلوم نہیں کہ قریبی یا بیدی۔ اس وقت مرزا صاحب کی ایک عورت ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ ان کے خسر نے کیا کر دیا؟ میں ساتھ نہیں گیا تھا۔ مجھے معلوم نہیں کہ ان کی عورت کا اس وقت کس قدر زیور ہے۔ علم نہیں کہ اس سال میں یا کبھی پہلے کوئی زیور ان کی عورت کا بنا ہو۔ مرزا صاحب بیوپار دیکھ نہیں کرتے۔ ۱۵ اگست ۱۹۹۸ء

دستخط: حاکم

ناظرین کو تمہید سے اس امر کا علم ہو چکا ہے کہ بناء استغاثہ مرزا صاحب کی کتاب ۱۰ اب الرحمن ہے جو ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء کو جہلم میں تقسیم کی گئی تھی۔ سوا سکی بناء پر استغاثہ ۲۶ جنوری ۱۹۰۳ء جہلم میں بعد ازل لالہ سنسار چند صاحب ایم اے بمسٹر ریٹ درجہ اول جہلم اور ہوا۔ جس کی نقل ذیل میں ہے۔

نقل استغاثہ

ابو الفضل مولوی کرم الدین ساکن بھین تحصیل چکوال ضلع جہلم مستغیث بنام مرزا غلام احمد و حکیم فضل دین مالک و مطبع ضیاء الاسلام قادیان سکنائے قادیان جرم دفعہ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ تقریرات سند جناب عالی! تمہید استغاثہ یوں ہے:

مستغیث فرقہ اہل سنت والجماعہ کا ایک مولوی ہے اور مسلمانوں میں خاص عزت اور ہر ملتا ہے۔

مستغیث نے ایک استغاثہ فوجداری بعنت ازالہ حیثیت عرفی برخلاف مرزاں نمبر

کذاب کا لفظ لکھا گیا ہے جس کا معنی بہت ہی جھوٹا ہے اور ایک سخت تحقیر کا کلمہ ہے جس سے کوئی زیادہ مزیل حیثیت عرفی اور دلی زار کلمہ نہیں ہو سکتا۔ خصوصاً ایک مسلمان اور مولوی کی نسبت ایسا اتہام کہ وہ بہت جھوٹ بولنے والا ہے اسکی نیکانی اور عزت کو بالکل غارت کر دینے والا ہے۔

رج..... فاذا ظهر قدر الله على يد عدو مبين اسمه كرم الدين ترجمہ: پس ناگاہ ظاہر شد تقدیر خدا تعالیٰ بر دست دشمن صریح کہ نام او کرم الدین است۔

اس فقرہ میں تصریح ہے کہ الفاظ مذکورہ فقرہ جات بالا کا مصداق مستغیث ہی ہے۔

۴..... کتاب مواہب الرحمن جس میں مستغیث کی جگہ صریح کی گئی ہے۔ ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء کو خاص شہر جہلم میں جو حد ساحت عدالت ہذا میں ہے، کثرت سے شائع کی گئی اور خاص احاطہ کچہری میں یہ کتاب بہت سے لوگوں میں ملزمان نے مفت تقسیم کی۔ بلکہ ایک مجمع عظیم میں جس میں مستغیث موجود تھا مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی کو جو ہمارے فرقہ کا ایک عالم شخص ہے، ملزم نمبر ۱ نے ہمدست محمد دین کپوڑ شفا خانہ جہلم جو اس کا مرید ہے، بھیجی۔ جس سے ملزم مذکور کی یہ نیت تھی کہ اس مجمع میں یہ کتاب پڑی جانے سے مستغیث کی نیکانی اور عزت کو نقصان پہنچے گا اور عام مسلمانوں میں اس کی خفت ہوگی۔

۵..... اس کتاب کی تحریر مذکور کی اشاعت سے میری سخت خفت اور توہین ہوئی اور میری حیثیت عرفی کا ازالہ ہوا۔

۶..... ملزم ۲ نے کتاب مذکور باوجود اس امر کے علم ہونے کہ اس میں صریح لائیکل ہے اپنے مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں جسکا وہ مالک و منبج ہے، چھاپا اور اسکو شہر جہلم میں جو حد ساحت عدالت ہذا میں ہے، بھیج کر شائع کیا۔

۲-۱۔ نسبت اس ہنگ و توہین کے جو انہوں نے بذریعہ تحریرات مطبوعہ میرے بھائی و بہنوئی مولوی محمد حسن فیضی مرحوم کی تھی عدالت لالہ سنسار چند صاحب مجسٹریٹ درجہ اول ضلع جہلم میں دائر کیا ہوا تھا۔ جسکی تاریخ پیشی ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء مقرر تھی۔

۳..... ملزمان کو اس بات کا مجھ سے رنج تھا اس واسطے ملزم نمبر ۱ نے اپنی مصنفہ مولفہ کتاب مواہب الرحمن کے صفحہ ۱۲۹ پر مقدمہ مذکور کی نسبت پیشگوئی کے پیرایہ میں ایک تحریر شائع کی جس میں میرا صریح نام لکھ کر میری سخت تحقیر و توہین کی گئی اور میری حیثیت عرفی کا ازالہ کیا گیا ہے۔ اس نیت سے کہ اس مضمون کی اشاعت پر مستغیث کی نیک نامی اور عزت کو جو مسلمانوں کے دلوں میں ہے، صدمہ پہنچے اور میری دفتر آبرو کو نقصان پہنچے چنانچہ تحریر مذکور کے فقرات ذیل قابل غور ہیں:

الف..... ومن آیاتی ما انبأنی العلیم الحکیم فی امر رجل لنیم وبہتانہ العظیم۔ ترجمہ: واز جملہ نشانہائے من انیت کہ خدا مراد بارہ معاملہ شخص لنیم و بہتان بزرگ او خبر داد در صفحہ ۱۴۹ سطر ۳۔

اس فقرہ میں رجل لنیم جسکے معنی کینہ شخص ہے اس سے ملزم نے مراد مستغیث کو رکھا ہے اور یہ لفظ مستغیث کی نسبت سخت توہین و تحقیر کا کلمہ ہے۔ اور بہتانہ العظیم کے لفظ سے ملزم نے میرے ذمے یہ خلاف واقع اتہام لگایا کہ میں جھوٹے بہتان باندھنے والا ہوں اور ایسا اتہام میرے ذمے میری سخت بے عزتی کا باعث ہے کیونکہ جھوٹا بہتان باندھنا ایک اخلاقی اور شرعی جرم ہے۔

ب..... ان البلاء یرد علی عدوی الکذاب المہین۔ ترجمہ: یہ بلا میرے دشمن پر پڑے گی جو کذاب (بہت ہی جھوٹا) اور اہانت کنندہ ہے۔ اس فقرہ میں مستغیث کی نسبت

ضلع گوراسپور سے آنا پڑتا ہے تو اب وہ علت موجود نہیں بلکہ اب تو ملزم کی نسبت مستغیث کو دقت ہے کہ وہ بعید مسافت طے کر کے یہاں آتا ہے۔ الغرض اس تاریخ کو بڑے معرکہ کی بحث و کلاء طرفین میں ہوئی اور مرزا جی اور ان کی جماعت کو یقین تھا کہ حاضری عدالت کی مصیبت سے ضرور مخلصی ملے گی۔ لیکن جو بات قدرت نے حاکم عدالت لالہ چند لال صاحب کے دل پر ڈالی، وہ یہ تھی کہ اس شخص سے یہ رعایت ہونا منشاء الہی کے خلاف ہے۔ قدرت کی طرف سے یہ سلسلہ اس لیے شروع ہوا کہ زمین و آسمان بنانے کے مدعی کو ایک مجازی حاکم کی جوتیوں میں کھڑا کر کے اسکو قائل کیا جائے۔ تو ایسا نہیں جیسا ادا کرتا ہے بلکہ تو ایک حقیر عاجز انسان ہے اور یہ تیرا افتراء ہے جو تو کہتا ہے کہ الارض والسماء معک کما هو معی۔ کیا جس کے ساتھ زمین و آسمان ایسے ہوں جیسے خدائے ذی الجبروت کے تو وہ پھر یوں بیچارگی سے ایک مجازی حاکم کے سامنے پکڑا ہوا آسکتا ہے؟ اور اس کے آگے چیخ چیخ کر دیتا ہے کہ اب مجھے حاضر رہنے کی تکلیف سے بچائیے۔

الغرض بموجب اس فیصلہ کے جو آسمانی عدالت بارگاہ رب العلمین سے صادر ہوا، حاکم مجازی بمسٹریٹ نے یہی فیصلہ کیا کہ ملزم کو حاضر ہونا پڑے گا اور اس کی درخواست نا منظور ہے۔ حاضری کے لیے چلک فوراً اس سے لیا جائے۔ یہ حکم سنتے ہی مرزا جی کے اور انکی جماعت کے اوسان خطا ہو گئے اور ابتدائی شکست نے ان کے دلوں کو شکستہ کر دیا۔ آخر حسب حکم عدالت چلک داخل کیا گیا اور آئندہ پیشی کی تاریخ ۲۳ ستمبر ۱۹۰۳ء مقرر ہوئی اور مستغیث کو حکم ہوا کہ گواہان استغاثہ کو طلب کرائے۔ چنانچہ گواہان استغاثہ باوخال خرچہ طلبانہ طلب کرائے گئے۔

تاریخ مقررہ پر پھر مقدمہ پیش ہوا۔ مرزا جی و قہمدین ملزمان معہ وکلاء خود حاضر

ہوئے۔ اس تاریخ کو جری اللہ (مرزا جی بہادر) نے ایک اور منصوبہ سوچا (شاید اپنے ملہم نے بھی کچھ ہدایت کی ہو) کہ آج درخواست اس مضمون کی ہونی چاہیے کہ یہ مقدمہ تا انفصال دیگر مرزائی مقدمات کے ملتوی رہے۔ چنانچہ درخواست پیش کی گئی اور اس پر بھی مرزا صاحب کے تخلص مرید خواجہ کمال الدین صاحب وکیل نے بڑی لمبی بحث کی اور قانون چھانٹے اور زور لگایا کہ اس مقدمہ کو ان مقدمات سے بڑا تعلق ہے جو حکیم فضل دین اور یعقوب علی مرزائیوں کی طرف سے مستغیث مقدمہ (مولوی کرم الدین) پر دائر ہیں، جب تک ان کا فیصلہ نہ ہو لے یہ مقدمہ بھی ملتوی رہے۔ حاضرین اس درخواست اور بحث پر تعجب کرتے تھے کہ ایسے فضول جیلوں سے کیا کام نکل سکتا ہے۔ کیوں نہیں مرزا جی سینہ سپر ہو کر سیدھے میدان میں نکلتے اور فضول ہال منول کر کے اپنی بزدلی ظاہر کرتے ہیں۔ الغرض بعد اختتام تقریر وکیل ملزمان کے وکلاء استغاثہ نے اپنی مفصل بحث میں اس درخواست کے فضول اور بے بنیاد ہونے پر دلائل دیے اور ثابت کیا کہ اس مقدمہ کو ان مقدمات سے کیا واسطہ۔ یہ عجیب بات ہے کہ مرزائیوں کے مقدمے تو چلتے رہیں اور غریب الوطن مولوی کرم الدین ان مقدمات میں خراب ہوتے رہیں لیکن ان کا مقدمہ داخل دفتر رہے اور ان مقدمات کے انفصال پھر اس مقدمہ کی تحقیقات پر ایک ممتد زمانہ اور خرچ کیا جائے۔ فی الحکمہ بعد بحث وکلاء فریقین اس درخواست کا وہی حشر ہوا جو مرزا جی کی سابق درخواست کا ہوا تھا۔ عدالت نے کہا مقدمہ چلے گا۔ ملزم کی درخواست نا منقول ہے نا منظور کی جاتی ہے۔ اس دوسری شکست نے تو جری اللہ کے حوصلہ کو اور بھی پست کر دیا مرزا جی وکلاء کی طرف اور وکلاء مرزا جی کے منہ کو دیکھنے لگے اور دل میں کہنے لگے۔ ع

چرا کارے کند خاقل کہ باز آید پیشانی

اب سوال یہ ہے کہ اگر مرزا جی کے کان میں ہر وقت آسمان سے ندا (وحی) پہنچا کرتی ہے تو کیوں فضول درخواستیں کر کے خواہ مخواہ اپنی خفت کرائی۔ کیا اس بارہ میں پہلے کوئی الہام نہ ہوا کہ تمہاری یہ سخت رائیگاں جائے گی، ایسی عبت درخواستیں کر کے اپنی سبکی مت کراؤ۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ مرزا جی ملہمیت نبوت تو بجائے خود ایک مومن کی سی بھی فراست نہیں رکھتے۔ حدیث شریف میں آیا ہے اتقوا فراسة المؤمن فان المؤمن ينظر بنور ربه (مومن کی فراست سے ڈرنا چاہیے کہ وہ اپنے خدا کے نور سے دیکھتا ہے) اگر مرزا جی کو نور فراست سے بھی کچھ ذرہ ملا ہوا ہوتا تو وہ اپنی خدا داد فراست سے بھی سمجھ لیتے کہ یہ فضول عذرات ہیں خلاصہ یہ کہ درخواست نامنظور ہو کر حکم ہوا کہ مقدمہ ۱۱ اکتوبر کو پیش ہو۔ اور اس تاریخ کو گواہان استغاثہ بھی حاضر ہوں۔ ۱۷ اکتوبر کو پھر مقدمہ پیش ہوا۔

مزمان بھی اصالتاً حاضر ہوئے اس تاریخ کو مستغیث کا بیان قلمبند ہوا اور مولوی برکت علی صاحب بی اے گواہ استغاثہ کی شہادت ہوئی۔ وکلاء ملزمان نے جرح محفوظ رکھی چونکہ دوسرے گواہوں کی اطلاع یابی نہ ہوئی تھی، مکرر طلب ہوئے اور تاریخ پیشی ۱۲-۱۳-۱۴ نومبر ۱۹۰۳ء مقرر ہوئی۔ ۱۲ نومبر کی تاریخ پر ایک عجیب نظارہ پیش آیا۔ جس وقت فریقین کو پکارا ہوئی تو مستغیث حاضر ہوا۔ اور ملزمان میں سے صرف مرزا جی حاضر ہوئے، فضل دین نہ آیا۔ وکیل نے کہا کہ فضل دین سخت بیمار ہے حاضری سے اس کو آج کی تاریخ کیلئے معاف کیا جانے وکلاء استغاثہ نے اعتراض کیا کہ ملزم زیر ضمانت ہے اس کو ضرور حاضر ہونا پڑے گا۔ آخر عدالت نے حکم دیا کہ ملزم کو آنا پڑے گا۔ اگر یوں نہیں آسکتا تو چارپائی پر اٹھ کر لے آؤ۔ آخر مجبوراً مرزا جی کے مخلص حواری حکیم فضلہ دین مزمعان کے پیر بھائی چارپائی پر اٹھا کر لے آئے۔ اس وقت ایک عجیب ادائی کا عالم مرزا بیوں میں چھایا ہوا تھا۔ کیونکہ مرزا

جی ان کو ہمیشہ سنایا کرتے تھے انی معین من اراد اعانتک لیکن یہاں کچھ اور سی نقشہ باندھا ہوا ہے۔ حکیم جی زبان حال سے کہہ رہے ہیں..... منور

میں حاضر ہوں گو سخت بیمار ہوں جو چاہو سزا دو سزا وار ہوں
اجی میرزا جی بتاؤ ذرا میں کیوں اس بلا میں گرفتار ہوں
ہوں مخلص حواری تیرا جاں نثار تو پھر اس قدر کیوں ہوا خوار ہوں
کہاں وہ اعانت کے دعوے ہوئے میں الہاموں سے تیرے پیرار ہوں

الغرض فضل دین ملزم بحکم عدالت کمرہ عدالت کے باہر لٹائے گئے اور شہادت گواہان قلمبند ہوئی شروع ہوئی۔ بیان گواہان ذیل قلمبند ہوئے۔ مولوی محمد علی صاحب ایم اے وکیل، ملک تاج دین صاحب واصلاتی نوٹس جہلم، مولوی عبدالسبحان صاحب ساکن سانیان، مولوی اللہ دین ساکن سواہل وکیل ملزمان نے کہا کہ وہ گواہان پر جرح محفوظ رکھنا چاہتا ہے۔ حاکم نے کہا کہ پھر آپ کو چارج لگنے سے پہلے جرح کرنے کا حق نہیں ہوگا۔ وکیل نے کہا کہ نہیں مجھے حق ہونا چاہیے لیکن حاکم نے کہا کہ اگر جرح کرنی ہے تو کرو ورنہ بعد فرد جرم لگنے کے جرح کا موقع ملے گا۔ اس پر وکیل صاحب نے کہا کہ آج تیار نہیں ہوں کل جرح کرونگا۔ عدالت نے حکم دیا کہ کل کا خرچہ گواہان آپ کو دینا پڑے گا پہلے تو کچھ لیت وعلل کی گئی۔ آخر وکیل ملزمان نے خرچہ گواہان دوسرے روز کا دینا تسلیم کیا اور دوسرے روز پر مقدمہ ملتوی ہوا۔

۱۳ کو مولوی محمد کرم الدین صاحب مستغیث پر جرح شروع کی گئی جو ۱۴-۱۵ اکت
جاری رہے اور ۱۶ کو ختم ہوئی۔ سوالات کی ترتیب دینے پر گویا مرزا بیوں کی ساری کمپنی متعین تھی مرزا جی سے لیکر ان کے سارے مولویوں کے مشورے سے سوال مرتب ہو کر وکیل

صاحب کو پرزہ کا غرور دیا جاتا تھا اور وہ کمال صاحب سوال کرتے تھے۔ سوال اگرچہ بڑی سوچ سے مرتب کیا جاتا تھا اور بڑا پیچیدہ اور لائٹل خیال کیا جاتا تھا۔ لیکن مولوی صاحب کا جواب سن کر ساری جماعت شش و پنج میں پڑ جاتی تھی اور حیران رہ جاتی تھی کہ اس شخص کی طبیعت بھی بلا کی ہے کہ ہماری ساری محنت رائیگاں جاتی ہے چونکہ بیان بہت بڑا طویل ہے۔ اسکی نقل کرنے سے سوائے طوالت کے کوئی فائدہ نہیں اس لیے ہم اس بیان میں سے صرف اس فہرست کی نقل بدیہ ناظرین کرتے ہیں جو کہ مرزا صاحب نے اپنے عقائد کی فہرست تحریری دیکر مولوی صاحب سے ان کے بالمقابل استفسار کیا تھا۔ اس فہرست سے مرزا صاحب کے عقائد کا بھی پتہ چلے گا اور یہ بھی کہ استفسار عقائد میں باوجود یکہ مخالف کو ذک دینے کے لیے سعی بلوغ کی گئی تھی لیکن مخالف و ذلّ جوابات ملنے پر وہ کوشش بھی سب خاک میں مل گئیں۔

وہو ہذا۔

فہرست عقائد مرزا غلام احمد قادیانی

مشمولہ سل فوجداری بعدالمرائے چندال صاحب مجسٹریٹ درجہ اول گورداسپور
مولوی محمد کرم الدین ساکن بھین مستغیت بنام مرزا غلام احمد و حکیم فضل دین ساکن قادیان
بنام (۵۰۰-۵۰۱ تعزیرات ہند)

عقائد مرزا غلام احمد قادیانی	مستغیت کا جواب
۱۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں	۱۔ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔
۲۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر چڑھائے گئے تھے اور غشی کی حالت میں زندہ ہی اتارے گئے تھے۔	۲۔ نہیں۔

۳۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر مع جسم عنصری نہیں گئے۔	۳۔ آسمان سے اتریں گے، اگر لڑائی کی ضرورت ہوگی تو لڑائی کریں گے، اگر امن کا زمانہ ہوا تو نہیں کریں گے۔
۴۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نہیں اتریں گے اور نہ کسی قوم سے وہ لڑائی کریں گے۔	۴۔ ایسا مہدی کوئی نہیں ہوگا جو دنیا میں آ کر عیسائیوں اور دوسرے مذہب والوں سے جنگ کرے گا اور غیر اسلامی اقوام کو قتل کر کے اسلام کو غلبہ دے گا؟
۵۔ ایسا مہدی آئیں گے اور ایسے زمانہ میں آئیں گے جب بد امنی اور فساد دنیا میں پھیلا ہوا ہوگا۔ فسادوں کو مٹا کر امن قائم کریں گے۔	۶۔ اس زمانہ میں برٹش انڈیا میں جہاد کرنا حرام ہے کیونکہ زمانہ امن کا ہے۔
۶۔ اس زمانہ میں جہاد کرنا، یعنی اسلام پھیلانے کیلئے لڑائی کرنا بالکل حرام ہے۔	۷۔ یہ بالکل غلط ہے کہ مسیح موعود آ کر صلیبوں کو توڑتا اور سوروں کو مارتا پھرے گا۔
۷۔ یہ مسئلہ بحث طلب ہے۔	۸۔ میں نہیں مانتا۔
۸۔ میں نہیں مانتا۔	۸۔ میں مرزا غلام احمد مسیح موعود مہدی موعود اور امام زمان اور مجدد وقت اور ظلی طور پر رسول اور نبی اللہ ہوں اور مجھ پر خدا کی وحی نازل ہوتی ہے۔

۹۔ مسیح موعود اس امت کے تمام گزشتہ اولیاء سے افضل ہے۔	۹۔ مرزا صاحب مسیح موعود نہیں اور نہ وہ کسی سے افضل ہے۔
۱۰۔ مسیح موعود میں خدا نے تمام انبیاء کے صفات اور فضائل جمع کر دیے ہیں۔	۱۰۔ مرزا صاحب نہ مسیح موعود ہیں نہ ان میں اوصاف نبوت میں سے کوئی ہیں۔
۱۱۔ کافر ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہیں گے۔	۱۱۔ بحث طلب ہے۔
۱۲۔ مہدی موعود قریش کے خاندان سے نہیں ہونا چاہیے۔	۱۲۔ مہدی موعود قریش کے خاندان سے ہوگا۔
۱۳۔ امت محمدیہ کا مسیح اور اسرائیلی مسیح دو الگ الگ شخص ہیں اور مسیح محمدی اسرائیلی مسیح سے افضل ہے۔	۱۳۔ مسیح ایک ہے اور وہ اسرائیلی ہے۔
۱۴۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کوئی حقیقی مردہ زندہ نہیں کیا۔	۱۴۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مردہ زندہ کئے ہیں۔
۱۵۔ آنحضرت علیہ السلام کا معراج جسم عسری کیساتھ نہیں ہوا۔	۱۵۔ آنحضرت علیہ السلام کا معراج جسم عسری کے ساتھ ہوا۔
۱۶۔ خدا کی وحی آنحضرت علیہ السلام کیساتھ منقطع نہیں ہوئی۔	۱۶۔ منقطع ہوئی۔

مرزا غلام احمد دستخط: حاکم محمد کرم الدین (جوف انگریزی)

منجملہ فوائد کے جو اس مقدمہ سے ہوئے یہ بھی ہے کہ اب عقائد قادیانی کا پورا پورا فہرست مذکورہ صدر سے ملے گا۔ یوں تو مرزا جی ایک عقیدہ ظاہر کرتے اور پھر دوسرے موقع پر اس سے انکار کر دیتے تھے۔ لیکن یہ فہرست عقائد جو عدالت میں انہوں نے خود مرتب کر کے داخل کر دی ہے اور جس کی نقل مصدقہ عدالت ہو، ہو درج کر دی گئی ہے۔ اب اس سے انکار کرنا انکو مشکل ہے اور اگر اب انکار کریں گے تو یہ آئینہ ان کے منہ کے سامنے کر دینا کافی ہوگا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ ایسے عقائد مرزا جی کے سوا پہلے بھی کسی مسلمان کے ہوئے ہیں یا نہیں اور یہ عقائد کہاں تک شریعت غراء کی بنیاد کو اکھیرنے والے اسلام کی مضبوط اور محکم دیوار میں رخنہ کرنے والے انبیاء عظام اور اولیائے کرام کی توہین کا کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑنے والے قرآن کریم کی صریح تکذیب کرنے والے ہیں۔

اگرچہ اس موقع پر اس فہرست پر بسط سے کلام کرنے کی گنجائش نہیں۔ لیکن پھر بھی مسلمان بھائیوں کو توجہ دلانے کے لیے ذیل میں کسی قدر فہرست مندرجہ بالا کے بعض نمبرات پر مختصر بحث کی جاتی ہے امید ہے کہ ناظرین غور فرمائیں گے۔

عقیدہ نمبر ۲: مرزا جی نے یہ لکھایا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر چڑھائے گئے اور غشی کی حالت میں زندہ ہی اتارے گئے۔ سو واضح ہو کہ یہ عقیدہ علاوہ اسکے کہ احادیث رسول اکرم ﷺ اقوال مفسرین اجماع جمیع مسلمین کے خلاف ہے، اس سے قرآن کریم کی آیات کی بھی سخت تکذیب ہوتی ہے خدائے پاک نے تو صلیب پر چڑھانے کی صریح الفاظ میں نفی فرمائی ہے۔ وما صلیبہ (انہوں نے اسکو صلیب پر نہیں چڑھایا) اور آپ اسکے خلاف کہتے ہیں کہ صلیب پر چڑھائے گئے حتیٰ کہ غشی کی بھی نوبت پہنچی اس خیال باطل کی تسبیح سے

کہ یہودی اپنے منصوبہ شرارت میں یہاں تک کامیاب ہوئے کہ انہوں نے خدا کے چے رسول (عیسیٰ) کو پکڑ کر صلیب پر کھینچ دیا۔ اور جان کنڈن کی حالت کو پہنچا دیا گو کسی حیلہ سے آخر وہ زندہ بچ گئے تو خدا کے اس برگزیدہ رسول کی کمال درجہ کی توہین اور یہودیوں کی فتح ثابت ہوتی ہے۔ ایسی زندگی سے تو مر جانا اچھا تھا جبکہ دشمن نے انکو سخت ایذا نہیں پہنچائی ان کو صلیب دیکر نیم مردہ کر دیا تو پھر مسیح کی عزت اور رب العزت کا کمال قدرت کیا ثابت ہوا۔ خدائے پاک تو مسیح سے وعدہ کرے کہ میرے حضور میں تیری استقامت عزت ہے کہ تیرے تابعین بھی تیرے مخالفین (یہود وغیرہ کفار) پر قیامت تک غالب رہیں گے۔ (وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامة) اور ادھر تابع تو کہاں متبوع کی یہ گت دشمن کے ہاتھ سے ہوتی ہے کہ الامان۔ مرزا جی قرآن کو سچا کہیں یا آپکو، اس فاسد عقیدہ سے تو قرآن کریم کی سراسر تکذیب ہوتی ہے۔ اور دیکھئے کہ خدائے کریم کا یہ بھی مسیح سے وعدہ ہے وہ مطہر ک من الذین کفروا (میں تجھے پاک رکھنے والا ہوں کفر سے) تو جب مسیح ان ناپاک ہاتھوں (یہودیوں کے پنجے میں) پھنسا دیئے گئے تو وعدہ تطہیر کہاں گیا۔ قرآن کریم نے فیصلہ کر دیا ہے۔ انما المشرکون نجس تو پھر ان نجس ہاتھوں میں عیسیٰ کو اسیر کر دینا و مطہر ک کے مضمون کے بالکل منافی ہے۔ نیز ایک اور صریح آیت بھی اس عقیدہ کا ابطال کرتی ہے جو خدائے پاک نے فرمایا واذ کففت بنی اسرائیل عنک (میں نے بنی اسرائیل کے ہاتھ تجھے ایذا پہنچانے سے روک دیئے) اس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل صلیب پر کھینچا تو کجا مسیح علیہ السلام کو ہاتھ تک نہ لگا سکے۔ کف کا معنی ہی ہاتھ کو روک لینا ہے جیسا کہ دوسری آیت سے اسکی تصدیق ہوتی ہے اذ ہم قوم ان یسقطوا الیکم ایدیہم فکف ایدیہم عنکم۔

ترجمہ: جسوقت قصد کیا ایک جماعت نے کہ دراز کریں طرف تمہاری ہاتھ اپنے کو پس بند کئے ہاتھ ان کے تم سے۔

اب یہ کہنا کہ یہودی مسیح کو پکڑ کر لے گئے اور صلیب پر کھینچ کر ان کو سخت اذیتیں پہنچائیں اور انکو آدھ موا کر دیا وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب باطل خیالات ان آیات مذکورہ بالا کی تکذیب کرتے ہیں۔ پھر افسوس ہے کہ ایسی صریح نصوص قرآنی پڑھنے کے بعد بھی مرزائی صاحبان مرزا جی کے فاسد عقیدہ کو تسلیم کیے بیٹھے ہیں۔

چونکہ مرزائی صاحبان مسلمانوں کو مسیح کے نزول من السماء کے متعلق طرح طرح کے اعتراضات سے وق کیا کرتے ہیں اس لیے اس مسئلہ پر قدرے روشنی ڈالی جاتی ہے۔ مرزا صاحب اور انکے مرید کہتے ہیں کہ اگرچہ بعض احادیث سے مسیح کا نازل ہونا ثابت ہے۔ لیکن اس سے مراد نزول من السماء نہیں ہو سکتی کیونکہ کسی حدیث میں لفظ من السماء نہیں ہے سو یہ ایک دجل اور فریب اور مغالطہ ہے۔ من السماء کا لفظ احادیث میں موجود ہے جیسا کہ عبارات ذیل سے ثابت ہوگا۔

..... عن ابن عباس ان رهطا من اليهود صلبوه فدعا عليهم ليسخنيهم قرودة و خنازير فاجتمعت اليهود على قتله فاجاره الله بانه رفعه الله الى السماء و طهره من اليهود (نسائی)

۲..... عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ كيف انتم اذا انزل ابن مريم فيكم واما مکم منکم (بخاری)

۳..... فعند ذلك ينزل اخي عيسى بن مريم من السماء (کشمیری)

۴..... فانه لم يمض بل رفعه الله الى السماء (فتوح کبیر)

۵..... عن الحسن البصری ان عیسی لم یمت فانه راجع الیکم قبل يوم القيامة. (ابن کثیر در منثور)

۶..... اخرج البخاری فی تاریخہ والطبری عن عبد اللہ بن السلام قال یدفن عیسیٰ بن مریم مع رسول اللہ و صاحبہ فی کون قبرہ رابعاً.

ان احادیث میں تصریح ہے کہ یہود نے بغض و عناد کی وجہ سے مسیح علیہ السلام کے لیے صلیب تیار کی اور ارادہ قتل کیا۔ لیکن خدا نے ان کو آسمان کی طرف اٹھالیا اور یہود کے پلید ہاتھ ان کو چھونے نہ پائے اور کہ وہ ابھی زندہ ہیں۔ قیامت سے پہلے ان کا نزول اجلال ہوگا اور جب ان کی وفات ہوگی تو روضہ رسول میں دفن ہوں گے۔

مرزا صاحب خود بدولت براہین احمدیہ میں لکھ چکے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ آئیں گے اور آیت، هو الذی ارسل رسولہ بالہدی و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ کی تکمیل ہوگی۔ نیز: مرزا صاحب انبی متوفیک کا معنی وہی لکھ چکے ہیں جو جمہور اہل اسلام نے کیا ہے: میں تجھ کو پوری نعمت دوں گا اور بلند کرنے والا ہوں اپنی طرف۔ (براہین احمدیہ صفحہ ۸)

ایسا ہی آپ کی الہامی کتاب توضیح مرام صفحہ ۳ میں درج ہے۔ (خلاصہ)

اب ہم صفائی بیان کے لیے لکھنا چاہتے ہیں کہ دو نبی ایلیا اور مسیح ابن مریم آسمان کی طرف اٹھائے گئے اور یہ احادیث کے مطابق ہے۔

ایسا ہی ازالہ اوہام صفحہ ۲۹۲-۲۹۵ میں ہے: میں مانتا ہوں اور بار بار مانتا ہوں کہ ایک کیادس ہزار سے بھی زیادہ مسیح آ سکتے ہیں اور ممکن ہے کہ ظاہری جلال و اقبال کے ساتھ آئے اور ممکن ہے کہ اول دمشق میں ہی نازل ہو۔

اسی کتاب صفحہ ۲۹۸ میں ہے: ”ممکن ہے اور بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں کوئی ایسا مسیح بھی آ جائے کہ جس پر حدیثوں کے ظاہری الفاظ صادق آ سکیں۔“

اب جب کہ مرزا صاحب خود توفی کا معنی پوری نعمت دینا پورا لینا اور بلند کرنا کر چکے ہیں اور یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ احادیث کے ظاہری الفاظ سے مسیح کا نزول من السماء ثابت ہے۔ اور یہ ناممکن بھی نہیں تو پھر یہ ضد کہ مسیح کا اتنی مدت دراز زندہ رہنا آسمان پر جانے پر نازل ہونا بالکل ناممکن اور محال ہے، کہاں تک حق بجانب ہے۔

صرف کشف اور الہامات کی بنا پر احادیث نبویہ کی تکذیب اور جمہور اہل اسلام کے عقیدہ راسخہ بلکہ خود اپنے پہلے عقیدہ کی مخالفت ٹھیک نہیں ہے۔ کیونکہ آپ خود فرماتے ہیں۔

۱۔ اس پر علماء اہل اسلام صوفیائے عظام اور اولیاء کرام کا اتفاق ہے کہ جو الہام اور کشف رسول اللہ ﷺ کے طریق کے خلاف ہو، شیطانی القاء ہے۔ (آئینہ کائنات صفحہ ۲۱)

۲۔ جو شخص ایسی بات کہے جس کی شرع میں کوئی اصل نہ ہو وہ شخص ملہم یا مجتہد ہی کیوں نہ ہو کبھ لینا چاہیے کہ شیطان اس سے کھیلتا ہے۔ (آئینہ کائنات صفحہ ۲۱)

۳۔ سچے الہام بعض دفعہ کجغروں، ڈوموں اور رنڈیوں کو بھی ہو جاتے ہیں۔ مگر سچا وہی ہے جس کے سب الہام سچے ہوں۔ (توضیح مرام)

تو چونکہ مرزا صاحب کے اکثر الہامات مثلاً محمدی بیگم کے نکاح کا الہام، عثمانین حولا کا الہام، شوخ و لنگ لڑکا کا الہام، خواتین مبارکہ کا الہام وغیرہ وغیرہ جمہور نے ثابت چکے ہیں۔ اس لیے آپ کے بتائے ہوئے معیار کے رو سے آپ سچے ملہم نہیں ہیں۔

یہ بات کہ عیسیٰ علیہ السلام اتنی مدت دراز زندہ کس طرح رہ سکتے ہیں؟ قدرت

ایزوی پر عدم ایمان کی دلیل ہے۔ دنیا میں بڑی بڑی عمر والے انسان گذر چکے ہیں۔ چنانچہ ابوالبشر آدم کی عمر دو ہزار سال تھی ایک ہزار سال جنت میں اور ایک ہزار سال زمین میں رہے۔ تو پھر مسیح علیہ السلام جو شہادت قرآن مثیل آدم ہیں، ان کی عمر پر اعتراض کیوں ہے۔ نوح علیہ السلام کی عمر بھی تو آخر ۹۵۰ کم ایک ہزار سال تھی۔ ملائکہ کی عمر کتنی لمبی ہے۔ جبرائیل علیہ السلام ہر ایک نبی و رسول کے پاس حتیٰ کہ نبی آخر الزماں ﷺ تک منجانب اللہ وحی لاتے رہے، ملک الموت قابض الارواح کی درازی عمر میں کس کو کلام ہے۔ پھر مسیح جو بشری اور ملکوتی صفات کے جامع تھے ان کی درازی عمر پر اعتراض معترض کی جہالت کی دلیل ہے۔

ایک لطیف فلسفیانہ بحث

مرزا صاحب کہتے ہیں: اہل علم کبھی تسامیم نہیں کرتے کہ کوئی خاکی جسم آسمان پر جائے اور لوٹ کر آئے یہ سنت اللہ کے بھی خلاف ہے۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام کا بحسد غصری آسمان پر جانا بالکل محال ہے۔

جواب: اہل علم سے مراد اگر علم جدید کے عالم اہل یونان مراد ہیں تو پھر آپ ان کے علوم کی تصدیق کرتے ہوئے قرآن کی پیروی چھوڑ دیں۔ کیونکہ وہ افلاک میں خرق و انتہیم کے بھی قائل نہیں ہیں حالانکہ قرآن کے رو سے قرب قیامت میں آسمانوں کا پھٹ جانا ثابت ہے۔ فاذا انشقت السماء فكانت وردة كالدهان (الایہ) اور اگر اہل علم سے مراد اہل یورپ ہیں اور آپ مغربی علوم کو وحی من السماء سمجھے ہوں تو پھر فرمائیے علم مغرب کا کونسا اصول رفع جسمانی کا مانع ہے۔

آپ فرمائیں گے کہ ہر چیز کی کشش اس سمت کو ہوتی ہے جہاں اسکی اصل ہو اور جسم انسانی کی اصل زمین ہے اس لیے وہ اسو اپنی طرف جذب کر لیتی ہے۔ اور اوپر جانے

نہیں دیتی۔

جواب: زمین کی اصل بھی آسمان ہے۔ زمین اور اسکے ملحقات کو بواسطہ کائنات کھینچ رہی ہیں۔ تبع سموت کے تو آپ بھی قائل ہونگے جن کا وسط فلک چہارم ہے جس کے دونوں طرف تین تین فلک ہیں اور چہارم ان کے بیچ میں ہے۔ چھ افلاک میں جس قدر یارے ہیں سورج ان کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے دن بدن اسکی طرف کھینچے جا رہے ہیں اور آئیب ہو رہے ہیں ان ہی سیاروں میں زمین بھی ہے رفت رفتہ اس قدر نزدیک آئے گی کہ ۱۰ ہزارے پر سورج ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ تمام اجسام جن کی عظمت زمین سے بھی زیادہ ہے۔ ہاتھ آسمان کی طرف کھینچے جا رہے ہیں تو پھر انسان بے مقدار کا کیا کہنا۔

چونکہ ہم سب زمین کے پاس ہیں اس لیے ہم پر اس کی کشش قوی ہے لیکن حقیقت جسم انسان دو جز سے مرکب ہے جسم اور روح جسم کی کشش نیچے کو اور روح کی کشش اوپر کو ہے پھر ان دونوں میں سے جس کی قوت زیادہ ہوگی دوسرے کو کھینچ لے گا۔

دنہ ہم میں صرف ایک ہی جزو (روح) لطیف ہے، اس کے مقابل دو کثیف ہیں، ایک مادری دوسرے پدری۔ اس لیے ہم پر جذب زمین غالب ہے اور جذب علوی کا زور نہیں ملتا۔ لیکن اگر ان میں سے ایک کی کثافت کم ہو جائے یا دونوں لطیف ہوں تب ملائکہ کی طرح پرواز فلک سہل ہو جائے۔ چونکہ عیسیٰ علیہ السلام کی صرف مادری جزو کثیف تھی لیکن پدری میں اس لیے لطافت میں کمال ہونے کے باعث چرخ چہارم تک جاسکے۔

لطافت جسم رسول ﷺ

آنحضرت ﷺ کے ہر دو اجزاء مادی و پدیری بحکم ایزد متعال لطیف ہو گئے تھے اس لیے آپ کی پرواز بروز معراج فلک الافلاک تک پہنچ گئی۔ حضور ﷺ کی لطافت جسمی بدرجہ غایت پہنچی ہوئی تھی۔ جس پر حسب ذیل شواہد موجود ہیں۔

۱..... بطن مادر میں جسم کا کوئی بوجھ نہ تھا۔ ۹ ماہ گزر گئے آثار حمل نمودار نہ تھے شکم کی حالت وہی معمولی رہی۔

۲..... وقت تولد دروزہ ندارد۔ کیونکہ آپ کا تولد روح کی طرح ہوا تھا۔

۳..... جسم کی لطافت اس درجہ کو پہنچی ہوئی تھی کہ آپ جو غذا کھاتے کثیف نہ ہونے پاتی، بول و براز کہیں نظر نہ آئے۔ اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپ کا بول و براز زمین نگل لیتی تھی۔ حقیقت میں بول و براز کی صورت ہی نہ تھی۔

۴..... ہجرت کے وقت دشمنوں کے محاصرہ سے نکل گئے کوئی دیکھ نہ سکا۔ آپ کا جسم ملکوتی آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔

۵..... غار ثور میں داخل ہوا تو مکڑی کا جالا بھی نہ ٹوٹنے پایا۔ یہ ٹھیک نہیں کہ مکڑی نے بعد میں جالا بنایا۔ آپ کی شان اس سے ارفع تھی کہ مکڑی کی رہین منت ہوں۔ صدیق کے جسم میں بھی جہال ہم نشین کے پر تو پڑنے سے وہی لطافت پیدا ہو گئی۔ دونوں یا داخل نہ ہو گئے، تاریک بابت ٹوٹنے نہ پایا۔

۶..... جس وقت دشمن غار کے سر پر جا کھڑے ہوئے تو بھی دونوں دوستوں کو بوجہ لطافت جسم دیکھ نہ سکے حالانکہ دونوں ان کو دیکھ رہے تھے۔

۷..... جنگ احد میں عبداللہ بن شہاب حضرت کو ڈھونڈتا تھا گو کہ آنجناب اسکے بازو بہاڑو کھڑے ہوئے تھے، دیکھ نہ سکا۔

۸..... ایک روز ابو جہل ایذا دہی کے لیے گیا۔ حضور ﷺ قرآن پاک پڑھ رہے تھے۔ ابو جہل کو نظر نہ آئے۔ بے نیل مراسم واپس چلا گیا۔ (فاذا قرأت القرآن جعلنا بینک وبين الذین لا يؤمنون بالآخرة حجابا مستورا)

۹..... ہر چند آپ کا قد درمیانہ تھا مجمع میں جب آپ چلتے سب سے اونچے نظر آتے تھے۔ چونکہ آپ مجسم روح تھے اس لیے چھوٹا بڑا ہو جانا کچھ دشوار نہ تھا۔

۱۰..... آپ کے جسم اطہر پر مکھی نہ بیٹھ سکتی تھی کیونکہ کثافت نہ تھی۔

۱۱..... اسی لطافت کے باعث آپ کا سایہ نہ تھا۔ (روح کا سایہ کس طرح ہو)

۱۲..... شق صدر ہو کر تمام سفلی آلاتوں سے پاک ہو گئے پھر معراج جسمی ہوئی اور عرش معلیٰ تک جا پہنچے۔

رفع جسمی پر اعتراض اور اس کا جواب

۱..... چونکہ افلاک پر پانی اور ہوائیں اس لیے کوئی انسان وہاں پہنچ کر زندہ نہیں رہ سکتا۔

جواب: یہ صرف یونانیوں کا خیال ہے قرآن میں وہاں انہار اور جنات کا موجود ہونا اور اودان نعمت کا مہیا ہونا ثابت ہے۔ پھر قرآن کو پس پشت ڈال کر فلسفہ یونان سے تمسک ایک مسلمان کا کام نہیں۔ دوم علوم جدیدہ بھی قرآن پاک کی تائید کر رہے ہیں۔ میت دانوں نے جب دور بین لگا کر دیکھا تو چاند اور مریخ میں پہاڑیاں دریا اور آگ سب کچھ نظر آئے۔ پھر وہاں ہوا اور پانی سے کیونکر انکار کیا جاسکتا ہے۔

مریخ میں چھوٹے چھوٹے خطوط نظر آتے ہیں، جو نہریں خیال کی جاتی ہیں۔

ایام بارش میں وہ چوڑی نظر آتی ہیں، پھر باریک ہو جاتی ہیں۔ غرض فلکیات میں آپ وہاں ہر جگہ موجود ہے جس سے انکار کرنا سخت نادانی ہے۔

۲..... فلکیات پر ہوا سے اوپر درمیان میں خلاء ہے پھر بغیر سانس لینے کے کیونکر گزر ہو سکتا ہے۔

جواب: شب معراج رفع جسم رسول اللہ ﷺ کی نوعیت سے آپ واقف نہیں آپ کی سرعت رفتار کی یہ حالت تھی کہ جب واپسی ہوئی زنجیر درہل رہی تھی اور بستر ویسا ہی گرم تھا۔ باوجود اس قدر بعد مسافت اور پیشی رب جلیل حاصل ہونے کے گویا برق صفت ہفت افلاک کو چیر کر پھر واپس آ گئے۔ نہ سانس لینے کی ضرورت، نہ زمہریہ کا کچھ اثر ہوا۔

دم زدن میں طے کیا نیلی رواق برق سے بھی تیز تھا بے شک براق کچھ نہ ہوئی بے ہوائی آپ کو سانس کی نوبت نہ آئی آپ کو ایسا ہی رفع عیسیٰ ﷺ بھی ہوا بجلی کی طرح ان کا گزر ہوا۔ کتب اسلامیہ میں لکھا ہے کہ واپسی بھی ایسی ہی ہوگی جیسے بجلی کی چمک شرق سے غرب کو ہوتی ہے۔

۳..... جسم خاکی کا گزر کرہ آتش سے ناممکن ہے کیونکہ آگ جلاتی اور خاکی جسم جل جاتا ہے۔

جواب: یہ درست ہے کہ آگ کا خاصہ اور اثر جلانے کا ہے اور دوسری چیزوں کا خاصہ آگ میں جا کر جلنا ہے۔ مگر یہ تب ہے کہ کسی چیز کے خواص اس سے جدا نہ ہو سکتے ہوں۔ ہم کہتے ہیں کہ ہو سکتے ہیں آگ کے دو خاصے ہیں جلانا اور روشن کرنا۔ دوسری اشیاء میں جلنا اور روشن ہو جانا رکھا گیا ہے۔ ممکن ہے کہ آگ ایک خاصہ کے ساتھ پائی جائے یعنی صرف روشنی باقی رہے۔ دوسرا خاصہ جلانا مفقود ہو جائے جیسے ولایتی جاپانی پھول جھڑی یا دوسری

آتش بازیوں کہ ان میں آگ روشن ہے مگر اصل کسی چیز کو جلا نہیں سکتی۔ ایسا ہی بعض اشیاء سے جلنے کا اثر جاتا رہتا ہے۔ مثلاً سمندر (کیڑا) آگ میں ہی پیدا ہوتا اور آگ میں ہی رہتا ہے۔ سعدی فرماتے ہیں: ع

بدریا نہ خواہد شدن بط غریق سمندر چه داند عذاب الحریق
انسانوں میں ایسے کئی شعبہ ہاں ہیں جو دھکتے انگاروں پر چلتے ہیں آگ اپنے جسم پر ڈالتے اور آگ سے کھلتے ہیں۔ چنانچہ ابھی ماہ نومبر ۱۹۳۱ء میں لاہور اسلامیہ کالج میں ایک سید زادہ نے آتشیں کھیل دکھایا تھا۔ پرنسپل صاحب موجود تھے۔ آگ سلگائی گئی بڑی بڑی لکڑیاں جلائی گئیں۔ سید زادہ صاف قدم قدم آگ میں سے گزر گیا، کچھ اثر نہ ہوا۔ پھر اب ایک شعبہ ہاں کے جسم کو آگ جلا نہیں سکتی تو ایک مجسم روح اولوالعزم رسول ﷺ کو آگ سے گزر جانے کا کیا خطرہ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کفار کا جلتی آگ میں پھینک دینا، آگ کا گلزار ہو جانا، حضرت خلیل اللہ کا بال بیک نہ ہونا، مشہور معجزہ ہے جس کی تصدیق قرآن کریم سے بھی ہوتی ہے۔ قلنا یا نار کونی بودا وسلاما علی ابراہیم غرض نور کو نار سے کیا ضرر؟ بغیر اللہ علیہ السلام محض نور تھے۔ لقد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین، پھر آگ کو کیا طاقت کہ نور کو جلا سکے، ایسا ہی روح اللہ سمجھئے۔ علاوہ ازیں آج کل محققین یورپ اس امر کے قائل ہیں کہ سورج میں مخلوق آباد ہے۔ پھر جب سورج کی گرمی میں مخلوق زندہ رہ سکتی ہے تو آنحضرت ﷺ اور عیسیٰ ﷺ کے رفع جسمی کے منکرانے پرانے اعتراضات پر کیوں اترار ہے ہیں۔

۴..... انسان بغیر کھانے پینے کے زندہ نہیں رہ سکتا۔ پھر عیسیٰ ﷺ آسمان پر اس قدر دراز عرصہ گزر جانے پر کھانے پینے کے سوا کس طرح زندہ رہ سکتے ہیں۔

جواب: عیسیٰ علیہ السلام کا رفع بوجہ اپنی ملکی صفت کے ہوا اور ملائکہ آسمان پر زندگی بسر کر رہے ہیں اور جو ان کی غذا ہے وہی عیسیٰ علیہ السلام کی سمجھئے۔ آنحضرت ﷺ کی حدیث ہے: ایت عند ربی ہو یطعمنی و یسقینی گاندی جیسا شخص بغیر طعام کے کئی دن زندہ رہ سکتا ہے تو عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی بغیر طعام کے کیوں ممکن نہیں۔ اصحاب کہف کا قصہ قرآن میں موجود ہے، جو تین سو نوے سال غار میں بغیر کھانے پینے کے زندہ رہے پھر وہی خدائے قدیر جو اصحاب کہف کو تین سو نوے سال بغیر خوراک کے زندہ رکھ سکتا ہے عیسیٰ علیہ السلام کو کیوں آسمان پر بغیر کھانے پینے کے زندہ نہیں رکھ سکتا۔

سوال: مرزا صاحب قرآنی آیات سے وفات مسیح پر استدلال کرتے ہیں۔ ان کی زندگی کا قرآن سے کیا ثبوت ہے۔

جواب: آیت: و ان من اهل الكتاب الا لیؤمنن به قبل موته حیات مسیح پر نص صریح ہے وفات مسیح اس وقت ہوگی جب ان کی آمد ثانی پر کل اہل کتاب ان پر ایمان لائیں گے۔ مضارع پر لام تاکید مفتوح استقبال کی علامت ہے۔ مرزا صاحب کا یہ معنی کہ بوقت مرگ اہل کتاب مسیح پر ایمان لاتے ہیں، قطعاً غلط ہے کیوں کہ شہادت قرآن ایسا ایمان کا عدم ہوتا ہے۔ نیز اگر ایسا ہو تو کوئی یہودی یا عیسائی وقت مرگ اپنے ورثاء کو بتا جائے کہ میں مسیح کو رسول خدا اور اس کا بندہ مانتا ہوں (بسا اوقات انسان کے آخری دم تک حواس قائم رہتے ہیں اور سانس بند ہونے تک بات چیت کر سکتے ہیں) نیز یہ بات قرآن کے بھی خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بل طبع اللہ بکفرهم فلا یؤمنون الا قلیلاً..... (الایہ)

سوالات

۱..... نزول عیسیٰ سے پہلے ہزاروں اہل کتاب مرچے تو تمام اہل کتاب کہنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟

۲..... ہزاروں اہل کتاب عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے جنگ میں ہلاک ہو گئے تو تمام اہل کتاب مومن نہ ہوئے۔

۳..... کفار کا قیامت تک موجود رہنا ضرور ہے لقولہ تعالیٰ: وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفرو..... (الایہ) والقینا بینہم العداوة والبغضاء الی یوم القیامة..... (الایہ)

۴..... دوران عہد محمد ﷺ میں عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانا کیا مطلب؟

جوابات

۱..... ایجاب میں چونکہ وجود موضوع شرط ہے اس لیے وہی یہودی مراد ہیں جو اس وقت موجود ہو گئے۔

۲..... آخر میں مومن ہو گئے جیسا کہ قبل موتہ کا لفظ اشارہ کرتا ہے یعنی جنگ و جدال کے بعد جو موجود ہو گئے، سب عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائیں گے۔

۳..... جاعل الذین کا وعدہ عدم وجود مقابل (چھٹا صادق آتا ہے۔ اور یوم القیامة سے قریب القیامة مراد ہے۔

۴..... جو مرزا پر ایمان لانے کا مطلب ہے، وہی مطلب عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کا سمجھو۔ حالانکہ امت محمدیہ کو جملہ انبیاء پر ایمان لانا ضروری ہے۔ لا نفروق بین احد من

رسلہ.

دوسری آیت و ما قتلوه یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ بھی حیات مسیح پر نص صریح ہے۔ یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ ہل کا ماقبل و بعد ہمیشہ ذہن متکلم میں متضاد ہوتے ہیں۔ اب اگر رفع روحانی مراد ہو تو تضاد بین القتل و رفع الروح باقی نہیں رہتا۔

سوال: آیت انی متوفیک و رفعک الی سے ثابت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں اور رفع روحانی ہوا کیونکہ توفی کا معنی موت کے ہیں۔

جواب: توفی کا معنی بروئے لغت کسی چیز کو پورا کر لینے کے ہیں۔ چنانچہ کتب لغت کے حوالہ جات درج ذیل ہیں: ۱۔ لسان العرب: توفیت المال منه و استوفیت اذا اخذته کلہ چیز کو باہتمام پکڑنا۔ ۲۔ تاج العروس:

ان بنی الدور لیسوا من احد ولا توفاهم قریش من العدو
فلا توفوا رسول الکبری ودمت العینان فی الجفن
آیات: ۱۔..... هو الذی یعرفکم باللیل ۵

۲۔..... اللہ یتوفی الا نفس حین موتہا ۵

۳۔..... والی لم تمت فی منامہا ۵

تاج العروس: و من المجاز "الموت".

اس سے معلوم ہوا کہ توفی کا اصل معنی کسی چیز کو پورا لینے کے ہیں۔ موت نیند وغیرہ سب مجاز ہیں۔ جیسا قرینہ ہوگا ویسا معنی مراد ہوگا۔ جہاں قرینہ نہیں وہاں وہی حقیقی معنی اخذ الشیء و افرا مراد ہوگا۔ جیسا کہ آیت انی متوفیک میں ہے۔

اس آیت کا نزول اس وقت ہوا۔ جب یہودی مسیح کے قتل کا مشورہ کر رہے تھے تو

اگر اس کا معنی وفات کا لیا جائے تو بجائے اسکے عیسیٰ علیہ السلام کی اس سے تسلی ہو ان کو اور پریشانی لاحق ہونی چاہیے۔ گویا عیسیٰ علیہ السلام کو تسلی دیجاتی ہے کہ یہود کیا ہم خود تم کو مار دیں گے۔ پھر یہود کی غرض تو پوری ہو گئی۔ مارنا تو بہر صورت خدا کے ہاتھ میں تھا۔ انہوں نے اسباب مہیا کر دیئے خدا نے مار دیا پس یہودی کا میاب ہو گئے۔

نہیں معنی آیت کا یہ ہے۔ کہ ہم تجھے یہود مردود کے ناپاک ہاتھوں سے بچا کر آسمان کی طرف اٹھائیں گے۔ اور ان کا منصوبہ خاک میں ملا دیں گے۔ اسی لیے اس سے پہلے و کان اللہ عزیزاً حکیماً لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسا کرنے پر قادر ہے۔ کیونکہ قرآن میں یہ کلمہ کسی مشکل کام کے ہل کرنے کے لیے آتا ہے۔

علاوہ ازیں اگر متوفیک کا معنی ممیتک بھی ہو تو ہمارے مخالف نہیں۔ ایک دن ضرور آپ نے فوت ہو جانا ہے اور ظاہر ہے کہ و احرف عطف میں ترتیب شرط نہیں ہے جیسے کہ ذیل میں چندا مثلاً درج ہیں۔

۱۔..... واقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ (کیا زکوۃ نماز پڑھ کر دی جائے)

۲۔..... وکذلک یوحی الیک والی الذین من قبلک (کیا آنحضرت ﷺ کو دوسرے انبیاء سے پہلے وحی والہام ہوا)

۳۔..... یا مریم اقنئی لربک واسجدی واکعی مع الراکعین (کیا مریم علیہا سلام پہلے سجدہ پھر رکوع کیا کرتی تھیں)

۴۔..... اقیموا الصلوۃ ولا تکونوا من المشرکین. (کیا نماز پڑھنے کے بعد ترک شرک ہوگا۔)

غرض آیت انی متوفیک . لغت و لغت مسیح کی ہرگز دلیل نہیں ہو سکتی۔

بلکہ اس سے آپ کا زندہ بچسودہ آسمان پر اٹھایا جانا ثابت ہوتا ہے۔ جیسا کہ جمہور اہل اسلام کا عقیدہ متفقہ ہے۔

سوال: آیت فلما توفیتی کنت انت الرقیب علیہم سے وفات مسیح ثابت ہوتی ہے کیونکہ اگر رفع ساوی مانا جائے تو آیت کے معنی راست نہیں ہوتے۔

جواب: معنی آیت یہ ہے کہ جب تک میں قوم میں رہا ان کا نگران حال رہا۔ جب تو نے مجھے لے لیا یعنی رفع جسمانی ہو گیا پھر ان کے حال کا تو ہی واقف ہے۔ آیت میں مادمت فیہم ہے مادمت حیاً فیہم نہیں ہے۔

ایک دوسری آیت میں بھی رفع جسمی کا ثبوت ملتا ہے۔ واذ کوفی الکتاب ادریس انه کان صدیقاً نبیاً و رفعناه مکاناً علیا اس میں تصریح ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام کا رفع بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح بچسودہ العصری ہوا کیونکہ اگر اس سے رفع روحانی مراد ہو تو پھر ادریس علیہ السلام کا بالخصوص ذکر بے فائدہ ہے۔ جب کہ ہر ایک نبی ولی بلکہ ہر ایک مومن کا رفع روحانی بالیقین ہوا کرتا ہے۔ اور جب خصوصیت سے حضرت ادریس کا مکاناً علیاً میں مرفوع ہونا بیان کیا گیا ہے تو سوائے رفع جسمی اور کچھ مراد نہیں ہو سکتا۔

رفع جنات

یہ بھی تو مسلم ہے کہ جنات، جن کی خلقت نار سے ہے، وہ بھی ارضی مخلوق ہونے کے باوجود آسمان تک پہنچ سکتے تھے۔ اگرچہ بعثت رسول کے بعد اس سے روک دیے گئے پھر اشرف المخلوق انسان جس کے سر پر لقد کرمنا بنی ادم کا تاج ہے، اس کا رفع کیوں محال ہے۔

قرآن سے اس بات کا بھی ثبوت ملتا ہے کہ قطر سماء وارض سے انسان کا عبور ممکن ہے۔ جب کہ فضل ایزدی (سلطان) شامل حال ہو جیسا کہ فرمایا یسعشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموات والارض فانفذوا لا تنفذون الا بسلطان۔ الا بسلطان کا استثنائاً رہا ہے کہ اقطار السموات والارض سے انسان کا گزر ہو سکتا ہے۔ جب حق تعالیٰ اس کو قوت و قدرت عطا فرمائے جس کو اللہ تعالیٰ بطور ایک نعمت کے یاد دلاتا ہے۔

غرض حضرت مسیح علیہ السلام کا آسمان کی طرف اٹھایا جانا پھر قرب قیامت میں ان کا نازل ہونا جمہور اہل اسلام کے مسلمات سے ہے۔ زمانہ آنحضرت ﷺ سے لیکر تیرہ سو صدیوں تک مسلمانوں میں یہ عقیدہ مسلم چلا آیا ہے صحابہ، تابعین، تبع تابعین، اولیاء ابدال، اقطاب سب اسی عقیدہ پر قائم رہے۔ بقول مرزا ہر صدی پر ایک مجدد ہوتا ہے کسی مجدد سے بھی اس عقیدہ کا انکار ثابت نہیں۔ حتیٰ کہ مرزا کا ابتدائی عقیدہ بھی یوں ہی تھا۔ پھر اس اجماعی یقینی اور قطعی مسئلہ سے انکار کرنا صاف الحاد و زندقہ اور بدعتی ہے۔

علاوہ ازیں آیت وانه لعلم للساعة بھی اس کی بین دلیل ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔ قرب قیامت ان کا نزول ہوگا، بعد میں وفات ہوگی، اگر مسیح کو فوت شدہ مان لیا جائے تو وہ علامات قیامت میں کس طرح شمار ہو سکتے ہیں۔ جب کہ ان کے گزشتہ دور حیات سے قیامت بہت ہی دور ہے۔

۲..... عقیدہ نمبر ۴، ۵، ۶، ۷ میں مرزا جی ایک گہری چال چلے تھے اور ان کا خیال تھا کہ ان کے جوابات میں حریف بڑی دشواری میں پڑے گا لیکن جوابات سنکر پھر حیرت میں رہ گئے۔ وہ ہمیشہ اس بات کی سعی کیا کرتے ہیں کہ ورنہ مسلمانوں سے بدظن کریں کہ وہ ایسے

مہدی مسیح کے منتظر ہیں کہ جو آ کر عیسائیوں اور دیگر مذاہب والوں کو تہ تیغ کر کے اسلام کو غلبہ دے گا اور خود بدولت گورنمنٹ پر احسان جتایا کرتے ہیں کہ آپ ہی ہیں جو گورنمنٹ کی خیر خواہی میں مسلمانوں کو ایسے مسیح یا مہدی کے انتظار سے روکتے ہیں اور خود ہی مہدی خود ہی مسیح ہیں۔ یہی غرض اس موقع پر تھی کہ اگر مولوی صاحب یہ کہیں گے کہ مہدی مسیح وہ ہوں گے جو اسلام کو تلوار کے زور سے پھیلائیں گے اور عیسائیوں اور غیر مذاہب کے لوگوں کو نیست و نابود کر دیں گے تو گورنمنٹ کو بھی بدظنی ہوگی۔ اور محضریٹ کو جو کہ ہندو مذہب ہے بھی ناراضگی ہوگی لیکن آفرین ہے اس شخص کی قابلیت پر جو بات میں کس لیاقت سے چالباز حریف کے منصوبہ کو خاک میں ملا دیا۔ آپ نے جو جواب لکھائے ان کا مطلب یہ ہے کہ یہ غلط بات ہے جو مرزا جی گورنمنٹ اور دیگر مذاہب والوں کو کہہ کر مسلمانوں سے بدظن کرنے کی کوشش کر رہے ہیں مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہرگز نہیں کہ مہدی مسیح خواہ خواہ بے وجہ تلوار چلاتے پھریں گے اور غیر مذاہب والوں کو قتل کرتے پھریں گے۔ ہاں اگر فساد اور بدامنی کا زمانہ ہوگا تو شرمٹانے اور امن قائم کرنے کے لیے انکو یہ کرنا پڑے گا کہ ایسے فساد یوں کو مٹا کر امن قائم کر دیں اور یہی ہر ایک باانصاف سلطنت کا اصول انصاف ہے۔ مرزا جی ہمیشہ مغالطہ دیا کرتے ہیں کہ مسلمان خونی مہدی اور خونی عیسیٰ علیہ السلام کے منتظر ہیں۔ لیکن نہایت افسوس ہے کہ خونی کا لفظ کہاں سے انہوں نے لگایا۔ کسی حدیث میں یہ لفظ ان کی صفتوں میں نہیں آیا اور نہ مسلمانوں کا یہ اعتقاد ہے۔ بلکہ ان کی اوصاف تو حکم، عدل، احادیث میں لکھی ہیں اور یہ کہ وہ زمانہ جو رجحان کو امن و صلح سے بدل دیں گے۔ پھر مرزا جی کو کچھ تو خوف خدا کرنا چاہیے کہ وہ کیوں مسلمانوں کے ذمے ایک بیہودہ تہمت لگاتے ہیں۔ علاوہ بریں گورنمنٹ پر مرزا جی ہر چند احسان شری کریں اور مسلمانوں سے بدظن

کرنے کی کوشش کریں ان کے اس قول بے اصل کی کچھ بھی وقعت ہماری دور رس اور بیدار مغز گورنمنٹ کے سامنے نہیں ہوگی گورنمنٹ کو اپنی وفادار مسلمان رعایا پر اطمینان ہے۔ اور گورنمنٹ کو خوب معلوم ہے کہ مرزا جی جیسے مہدی مسیح وغیرہ بننے والے ہی کوئی نہ کوئی آخت سلطنت میں برپا کیا کرتے ہیں مسلمان تو یہ زمانہ مہدی مسیح کا اقرار ہی نہیں دیتے۔ کیونکہ یہ امن اور انصاف و عدل کا زمانہ ہے اور خلق خدا کو ہر طرح سے اس سلطنت کے سایہ میں امن و آسائش حاصل ہے اور مہدی اور مسیح کے آنے کی جب ضرورت ہوگی کہ عنان سلطنت سخت ظالم اور جفا پیشہ بادشاہ کے ہاتھوں میں ہوگی اور روئے زمین پر کشت و خون اور فتنہ و فساد کا طوفان برپا ہوگا۔ اس وقت اسکی ضرورت ہوگی کہ اللہ العالمین اپنی مخلوق کی حفاظت اور آسائش و امن گستری کے لیے کسی انصاف مجسم امام بادشاہ اسلام (مہدی مسیح) کو مبعوث فرمائیں لیکن مرزا جی نے تو مسلمانوں میں یہ خیال پیدا کر دیا ہے کہ مہدی مسیح کا یہی زمانہ ہے اور قادیان ضلع گورداسپور میں وہ مہدی مسیح بیٹھا ہوا ہے وہ کس صلیب کے لیے مبعوث ہوا ہے تاکہ عیسویت کو مٹو کر کے اسلام کو روشن کرے۔ اور یہ بھی برملا کہتا ہے کہ خدا نے اسے بتلادیا ہے کہ سلطنت بھی اسی کو ملنے والی ہے چنانچہ اس نے اپنی متعدد تصانیف میں یہ الہام و کشف سنایا ہے کہ خدا نے اسے بتلادیا ہے کہ بادشاہ اس کے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ بلکہ یہ بھی لکھ دیا ہے کہ وہ بادشاہ اسے دکھائے بھی گئے ہیں۔ اور یہ بھی کہتا ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہت مرزائیوں کی جماعت کو کسی زمانہ میں ملے گی۔

اب خیال فرمائیے کہ یہ خیال کہاں تک خوفناک خیال ہے جبکہ مرزا جی نے یہ الہام ظاہر کر کے پیش گوئی کر دی ہے کہ بادشاہ اسکے حلقہ بخش ہوں گے اور بادشاہت

مرزا نیوں کو مٹنے کی کیا عجب کہ ایک زمانہ میں مرزائیوں کو جو اسکی پٹشن گویاں پورا کرنے کے لیے اپنی جانیں دینے کو تیار ہیں (جیسا کہ اپنے بیان میں وہ لکھا چکا ہے کہ اس کے مرید جان و مال اس پر قربان کئے بیٹھے ہیں) یہ جوش آ جائے کہ اس پیشگوئی کو پورا کیا جائے اور وہ کوئی فتنہ و بغاوت برپا کریں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مرزاجی نے مسلمانوں کو نصاریٰ سے سخت بدظن اور مشتعل کر رکھا ہے۔ وہ وصال سمجھتے ہیں۔ تو نصاریٰ کو خرد جال کہتے ہیں تو ریلوے کو۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ ریلوے کس نے جاری کر رکھی ہے۔ جب یہ خرد جال ہے تو اس کے چلانے والے بادشاہ وقت کو ہی یہ دجال کہتے ہیں اور مسلمانوں کو اسکے برخلاف سخت مشتعل کر رہے ہیں۔ گورنمنٹ کو ایسے اشخاص کا ہر وقت خیال رکھنا چاہیے یہاں گنجائش نہیں ہم کسی وقت اس بارے میں مفصل بحث کر کے گورنمنٹ کو اس کے خطرناک خیالات سے مطلع کریں گے۔

۳..... عقیدہ نمبر ۸۔ میں مرزا نے بڑی وضاحت و صراحت سے رسالت اور نبوت کا دعویٰ کر دیا ہے اور ظنی کی قید جو یہاں نکالی ہے یہ محض مصلحت وقت کے لیے ہے ورنہ اس مقدمہ میں یہ صاف طور پر مرزا نے کہہ دیا ہے کہ وہ نبی اللہ اور رسول بلا کسی قید کے ہے چنانچہ اپنی تحریری بحث میں جو اسے انگریزی میں داخل کی ہے یہ بھی ایک عذر کیا گیا تھا کہ چونکہ مرزا مدعی نبوت ہے اور نبوت کے مدعی کو کذاب کہنے والا کذاب ہوتا ہے اس لیے مستغیث کو جو اس کے دعویٰ کو چھوٹا سمجھتا ہے اس نے کذاب کہا چنانچہ اس کی عبارت کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

”اصول اسلام کے بموجب اس معاملہ کی ایک اور حالت ہے وہ شخص جو ایک شخص مدعی رسالت کو چھوٹا جانتا ہے، کذاب ہے اور یہ بات شہادت استغوثہ سے مانی گئی ہے اب

مستغیث پورے طور پر جانتا ہے کہ ملزم نمبر ۱ نے اس حیثیت (یعنی نبوت رسالت) کا دعویٰ کیا ہے اور باوجود اس کے مستغیث نے اسکی تکذیب کی پس مذہبی اصطلاح کی رو سے مستغیث کذاب تھا۔“

اب دیکھئے اس موقع پر دعویٰ رسالت کا بلا کسی قید کے بالصراحت اعتراف کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ اسی وجہ سے وہ نبی رسول ہے اور اپنے جھٹلانے والے کو کذاب کہنے کا حق رکھتا ہے اور ایسا ہی اسکے مخلص خواری اور وکیل مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے پلیڈر نے اپنی شہادت میں یوں لکھایا ہے۔

”مکذّب مدعی نبوت کذاب ہوتا ہے۔ مرزا صاحب ملزم مدعی نبوت ہیں اس کے مرید اسکو دعوے میں سچا اور دشمن اسکو جھوٹا سمجھتے ہیں۔“ پھر آگے چل کر گواہ مذکور اپنے بیان میں یوں لکھاتا ہے۔ ”مرزا صاحب دعویٰ نبوت کا اپنی تصانیف میں کرتے ہیں۔“ اب یہ بات نہایت وضاحت سے ثابت ہوگئی کہ مرزاجی قادیانی مدعی نبوت و رسالت ہے اب اگر مرزاجی یا ان کے مرید جو ہمیشہ ایسا کیا کرتے ہیں کہ جب انکو کہا جائے کہ مرزا رسالت و نبوت کا مدعی ہے تو وہ صاف کانوں پر ہاتھ دھرتے ہیں اور مرزاجی کا یہ مصرعہ پیش کر دیا کرتے ہیں: مع

من یستم رسول دنیا و در وہ ام کتاب

لیکن اس مقدمہ میں یہ بات صاف ظاہر ہوگئی کہ مرزا رسالت و نبوت کا کھلے طور سے مدعی ہے جیسا کہ فہرست عقائد اور تحریری بحث اور مولوی محمد علی کی شہادت سے ثابت ہوگیا۔ اور ظاہر ہے کہ یہ عقیدہ آیت صریح ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولكن رسول الله و خاتم النبیین کی صریح تکذیب ہے۔ اور چودہ (۱۳) سوسل سے

جو مسلمانوں کا بالتوا تر مسئلہ عقیدہ چلا آیا ہے، اسکی مخالفت ہے اور ایسی گستاخی اور سخت جرات ہے، جو کسی شخص نے آنحضرت ﷺ کے بعد آج تک نہیں کی۔ صحابہ کرام نے باوجود کثرت فضائل دروازہ نبوت کو ہرگز نہ کھٹکھٹایا۔ یا بڑے بڑے اولیائے کرام صاحب کرامات و خوارق ہو گزرے لیکن کسی کو یہ جرات نہ ہوئی کہ منصب رسالت کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھے۔ آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام کو کہہ دیا کہ اگر کوئی میرے بعد نبی ہوتا تو فلاں میرے صحابی ہوتے لیکن نبوت کا خاتمہ ہو چکا ہے لیکن اللہ سے دلیری یہ گستاخی کی تو چودہویں صدی کے ایک مغل زادہ مرزا غلام احمد نے جو ختم نبوت کی مہر توڑنے لگا، منصب رسالت کی بے ادبی کرنے لگا۔ انا للہ وانا لیه راجعون۔ مرزا کے مریدوں کی تو اب یہ حالت ہے کہ اگر روز روشن کو وہ رات کہہ دے تو مرزا کی باوجود دیکھنے آفتاب عالم تاب کے یہی کہیں گے کہ بیشک اسوقت رات ہی ہے دیکھو تو ہمارے مرشد و مولا خدا کے سچے پلہم جو کہہ رہے ہیں۔ پھر اس ہٹ اور ضد کا کیا علاج ہے لیکن اس موقع پر میں مناسب سمجھتا ہوں کہ مرزا جی کے اس دعویٰ نبوت کی نسبت ان کا اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک فتویٰ کفرناظرین کے سامنے کر دوں تاکہ حسب مقولہ ”مشیت خود و دہان خود“ مرزا جی کی اپنی تحریر انکو لازم دے۔ اور فتویٰ کسی ایسے زمانہ کا ہے جس وقت آپ نبوت اور رسالت کا کھلے طور پر دعویٰ کرنے سے ڈرتے تھے اور صرف ملہمیت اور محدثیت کے القاب اس وقت اپنے حق میں استعمال کرتے تھے۔ اب جوں جوں مریدان خوش اعتقاد ان کے دعاوی پر امانا و صدقاً کہتے گئے۔ آپ کا حوصلہ وسیع ہوتا گیا اور آپ نے کھلے طور پر دعویٰ نبوت اور رسالت کا کر دیا۔

۳..... عقیدہ نمبر ۹: میں مرزا جی نے ایک بہت بڑا بیجا دعویٰ یہ کیا ہے کہ وہ امت محمدیہ کے تمام گزشتہ اولیاء سے افضل ہیں تو گو یہ آپ صحابہ کرام تابعین تبع تابعین اور حضرت غوث

التکین وغیرہ اولیاء کرام سے افضل ہیں (نعوذ باللہ من ذلک)۔ سارے مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ رسول خدا ﷺ کے بعد افضل البشر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر آپ کے دیگر صحابہ کرام درجہ بدرجہ اس پر نہ صرف احادیث رسول مقبول رضی اللہ عنہ ہی شاہد ہیں بلکہ قرآن کریم بھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فضائل پر ناطق ہے چنانچہ اس سے انکار کرنا گویا روز روشن میں آفتاب عالم تاب سے انکار کرنا ہے پھر کتنا بڑا غضب ہے کہ مرزا جی نے تمام اسلامی عقائد کو مایا میٹ کر کے کھلے طور پر دعویٰ کر دیا کہ وہ تمام صحابہ کرام اور اولیاء اللہ سے افضل ہے بھلا کوئی اس اپنے منہ میاں مٹھو بننے والے سے یہ تو پوچھے کہ تم نے کونسی خدمت اسلام کی کی ہے جس کے عوض تمہیں یہ کہنے کا حق پیدا ہو گیا ہے کہ تم آنحضرت ﷺ کے جان نثار آپ کے یاران غار صحابہ کرام جنہوں نے اسلام کی خدمت اور ہادی اسلام کی محبت میں اپنی املاک اپنی جانیں قربان کر دیں اس سے افضل ہو گئے ہو؟ مرزا جی اکاش آیکو ایسی گستاخی سے شرم آتی۔ خدا کا خوف کیا ہوتا۔ بھلا تمہارے جیسے نفسانی شخص یا قوتیاں اور عنبر اڑانے والے پلاؤ زردے، مرنے انڈے کھانے والے حضرت صدیق اکبر جیسے تمام مال و جانکاد خدا کے راستہ میں لٹا کر ایک کھل پھن لینے والے اور سات سات روز فاقہ سے گذار دینے والے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے دلق پوش نفس کش اور دیگر صحابہ کرام سے دعویٰ انضلیت کا حق رکھتے ہیں۔ افسوس اور ہزار افسوس مسلمانو! مرزا کے اس عقیدہ نمبر ۹ کو پڑھ کر انصاف کرنا اور پھر زرا مرزا کے مریدوں کے سامنے یہ عقیدہ رکھ کر ان سے پوچھنا کہ بھائیو چودہ (۱۴) سو سال سے اس قسم کی جرات کسی مسلمان نے مسلمان کہا کر کی ہے کہ وہ امت محمدیہ کے تمام گذشتہ اولیاء جن میں صحابہ کرام اور دیگر اولیاء عظام سب داخل ہیں سے افضل

ہونے کا علی رؤس الاشهاد دعویٰ کرے۔ بھلا یہ تو بتلانا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تو دریائے نیل کو رقعہ لکھ کر بھیجا تھا اور دریائے گردن اطاعت خلیفۃ المؤمنین کے فرمان کے سامنے رکھ دی تھی۔ آپ کا کہنا تو معمولی انسانوں (ان حکام نے جن کی جوتیوں میں آپ کو کھڑا رہنا نصیب ہوا) نے بھی نہ مانا۔ آپ نے پانی مانگا اور نہ ملا پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑھتے ہوئے ممبر پر کھڑے ہو کر ساریہ کو (جب وہ کفار کے نرغہ میں گھر گیا تھا) پکارا یا ساریۃ الجبل اور ان کی آواز سینکڑوں کوسوں پر ساریہ کے کانوں میں جا پہنچی اور اس نے آپ کے ارشاد کی تعمیل کرنے پر پہاڑ کی آڑ لے لی اور کفار کے ہاتھ سے بچ گیا۔ لیکن مرزا کے مخلص مرید عبداللطیف کے کانوں میں آپ کی ندادیا رکائل میں ہرگز نہ پہنچی تاکہ اس کی جان بچ جاتی۔ پھر آپ کہتے ہیں کہ ان صحابہ کرام سے آپ افضل ہیں۔ ہاں مرزا جی صحابہ کرام کا درجہ تو بہت بلند تر ہے ان کا ذکر رہنے دیجئے دیگر اولیاء کرام کی کرامات بھی آپ کو معلوم ہی ہیں۔ حضرت ابراہیم ادہم کا بھی آپ نے قصہ منثوی مولانا روم

میں پڑھا ہے کہ آپ نے اپنی سوزن دریا میں پھینک کر پھیلویں کو جب پکارا تو: ردا علی

صد ہزاراں مائی الہی سوزن زر در لب ہر مائی
سر بردن کردند از دریائے حق کہ بگیر اے شیخ سوزنہائے حق

ذرا آپ بھی تو کبھی ایک آدھ ہی خارق عادت کرامت دکھا دیتے۔ لیکن آپ کے پاس تو بخدا دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ پھر آپ کے اس نرے دعویٰ کو آپ کے مریدان خوش اعتقاد شاید مان ہی جائیں (گودل سے تو وہ بھی نہیں مانتے ہوں گے) لیکن دیگر مسلمانوں کو تو آپ کے ان عقائد نے آپ سے سخت متنفر کر دیا ہے اور آپ کے ایسے دعاوی پر جس

سے پیشوا ایمان مذہب (صحابہ کرام) کی سخت توہین ہوتی ہے جو کچھ ان کے دلوں کو صدمہ پہنچ رہا ہے اس کا اندازہ درد مند ان اسلام سے ہی پوچھئے..... والی اللہ الممشکی

۱۰۔ عقیدہ نمبر ۹ میں تو صرف آپ نے صحابہ کرام اور دیگر اولیائے عظام کی توہین کی تھی لیکن عقیدہ نمبر ۱۰ میں تو آپ نے یہ کہہ کر کہ مسیح موعود (مرزا) میں خدا تعالیٰ نے تمام انبیاء کی صفات اور فضائل جمع کر دیئے ہیں انبیاء عظام کی بھی سخت تحقیر کی ہے یعنی انبیاء میں تو فرداً فرداً کچھ کچھ صفات و فضائل تھے اور بعض سے بعض فضیلت میں برتر تھے فلک الرسل فضلنا بعضهم علی بعض لیکن مرزا میں تمام انبیاء کی صفات اور فضائل جمع کر دیئے گئے ہیں یعنی وہ سب انبیاء سے افضل ہے۔ حالانکہ آج سے پہلے مسلمانوں کے اعتقاد کے رو سے حضرت ختم المرسلین کے لیے یہ درجہ حاصل تھا کہ جملہ انبیاء کے فضائل خدا نے آپ کو دیئے ہیں اور آپ افضل الرسل ہیں: ع

”آنچه خوباں ہمہ دارند تو تہا داری“

۶۔۔۔۔۔ عقیدہ نمبر ۱۲ میں مرزا جی کہتے ہیں کہ مہدی موعود قریش کے خاندان سے نہیں ہونا چاہیے حالانکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں المہدی من عشرتی من اولاد فاطمہ (ابو داؤد) یعنی مہدی میرے اہلبیت بنی فاطمہ سے ہوگا۔ اب کہیے مرزا جی آپ سچے ہیں یا رسول خدا سچے۔ آپ یہ تو فرمائیے کہ آپ کے ہاتھ میں اس امر پر کیا ثبوت ہے کہ مہدی موعود قریش کے خاندان سے نہیں ہونا چاہیے اور مرزائیوں کے خاندان سے ہونا چاہیے۔ جن لوگوں کو اپنے صادق و مصدق ختم المرسلین نبی برحق پر ایمان ہے وہ کبھی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول پاک کی تکذیب کر کے آپ کی یہ بات نہ مانیں گے کہ مہدی موعود بنی فاطمہ سے نہ

ہونا چاہیے بلکہ اولاد النور سے ہونا چاہیے۔ علاوہ اس کے مہدی موعود کی نسبت تو آنحضرت ﷺ نے یہ پتہ دیا ہے کہ وہ عرب کے بادشاہ ہونگے۔ لا تذهب الدنيا حتى يملك العرب رجل من اهل بيتي يواطى اسمه اسمي (مکتوۃ) دنیا ختم نہیں ہوگی جب تک یہ نہ ہو کہ عرب کی بادشاہت اس شخص (مہدی) کو حاصل ہو جو میرے اہلبیت سے ہوگا اور اس کا نام میرے نام کے موافق ہوگا۔ لیکن مرزا جی تو عرب کا نام منکر کانپتے ہیں اگر آپ مہدی موعود ہیں تو آپ کو قادیاں (پنجاب) میں نہیں بیٹھ رہنا چاہیے بلکہ عرب میں تشریف لے جانا چاہیے اور عرب کی بادشاہت بھی حاصل کرنا چاہیے۔ پھر اگر آپ عرب کی ملک گیری میں کامیاب ہو جائیں گے تو پھر مسلمان اس امر پر غور کریں گے کہ آپ کو مہدی کہلانے کا حق حاصل ہے یا نہیں؟ اسکے علاوہ دوسری تعریف مہدی موعود کی آنحضرت ﷺ نے یہ بتلائی ہے يَمْلَأُ الارض قسطاً وعدلاً كما ملئت ظلماً وجوراً۔ ترجمہ: زمین کو عدل و انصاف و امن سے بھر دے گا کہ وہ ظلم سے بد امنی سے پر ہوگی۔ (مرزا جی مسلمان اس مہدی کے معتقد و منتظر ہیں جس کی تعریف یہ ہے کہ وہ دنیا کو عدل و انصاف و امن سے پر کر دیں گے۔ حالانکہ آپ گورنمنٹ کو مغالطہ دے رہے ہیں۔ کہ مسلمان خونی مہدی کے قائل ہیں کیا آپ برخلاف اس تعریف کے جو اس تعریف میں ہے مہدی کی تعریف میں خونی کہیں دکھلائیں گے) حالانکہ مرزا جی نے تو دنیا میں شور و شرارت بد امنی سے نمونہ قیامت برپا کر دیا ہے پھر کس طرح مانا جائے کہ وہ مہدی موعود ہیں اس تعریف سے جو حدیث بالا میں مہدی موعود کی رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی ہے۔ بعثت مہدی علیہ السلام کا زمانہ ہی وہ ہوگا جب کہ دنیا ظالم اور جفا کار بادشاہوں کے ہاتھ سے نالاں

ہوگی۔ در زمین پر بد امنی اور فساد پھیلا ہوا ہوگا اور اس وقت مہدی موعود اس فتنہ و فساد کو دور کرنے میں قائم کریں گے۔ حالانکہ اس وقت ہمارے سر پر ایک ایسے امن پسند بادشاہ (پاکستان کی سرکار) کا ہاتھ ہے جس کے انصاف و عدل اور امن گستری کے مخالف و موافق قریب ہیں اور مسلمان اس کے سایہ امن و امان سے اپنے مذہبی فرائض بجالاتے ہیں، مجھے عیدیں اطمینان سے پڑھتے ہیں اور بیوت اللہ (مساجد) کو آباد کئے ہوئے ہیں یعنی ہم کو اپنے مذہبی امور کی بجا آوری سے بالکل آزادی ہے۔ پھر اگر مسلمان اس زمانہ میں کسی مہدی کی ضرورت سمجھیں تو وہ حدیث رسول ﷺ (جو اوپر ذکر ہو چکی ہے) کی تکذیب کرنے والے ٹھہرتے ہیں۔ اب فرمائیے کہ مہدی علیہ السلام کے متعلق جو عقیدہ ہم مسلمانوں کا ہے گورنمنٹ کے نزدیک قابل اطمینان ہے یا وہ عقیدہ جو آپ نے پھیلا رکھا ہے کہ مہدی مسیح اس وقت ہندوستان میں اور خاص قادیاں ضلع گورداسپور میں بیٹھا ہوا ہے مسلمان اس کے ساتھ ہو لیں تاکہ کسر صلیب کا کوئی انتظام کیا جائے۔ اور دجال کا خروج بھی ہو چکا ہے وہ کون؟ نصاریٰ انگریز ہیں اور ان کی ریل دجال کا گدھا ہے اور عنقریب بادشاہت اسی مہدی کے گروہ میں آنے والی ہے اور خدا نے اس مہدی سے کہہ دیا ہے کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے اور ان بادشاہوں کی صورتیں بھی خدا نے اس مہدی کو دکھادی ہیں۔ سو یہ ایک خطرناک عقیدہ ہے جو قادیانی مہدی نے مسلمانوں میں پھیلانے کی کوشش کی ہے اور لوگوں کو طرح طرح کی دھمکیاں دے کر یہ عقیدہ منوانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ کسی کو موت کی دھمکی دی جاتی ہے اور کسی کو سخت ذلت کی کہیں زلزلوں کے حوادث سے ڈرایا جاتا ہے اور کہیں طاعون کا تازیانہ دکھایا جاتا ہے۔ بہر حال مرزا قادیانی کا

ہندوستان میں اس زمانہ امن میں ضرورت مہدی اور ظہور مہدی کا عقیدہ قائم کرنا ایک خوفناک عقیدہ ہے جس سے کسی آنے والے فتنہ کا سخت خوف ہے۔ اللہم احفظنا من الفتن واهدنا الصراط المستقیم۔

۸..... عقیدہ نمبر ۱۲ میں مرزا نے حضرت عیسیٰ ایک اولیٰ العزم مقتدر رسول سے افضل ہونے کا کھلے طور پر دعویٰ کیا ہے۔ حالانکہ کوئی شخص غیر رسول، رسول سے افضل نہیں ہو سکتا خواہ وہ کیسا ہی عارف زاہد صاحب کمالات کیوں نہ ہو (یہ مسلمانوں کا عقیدہ مسلمہ ہے) اور پھر ایسے رسول سے جو صاحب شریعت و کتاب ہو اور جس کے فضائل پر قرآن شریف شاہد ہو اور جس کے معجزات کی ایک دنیا معترف ہو اور ادھر افضلیت کے مدعی کی یہ حالت ہو کہ اس کی منکوحہ آسمانی (محمدی بیگم) اغیار کے ہم آغوش ہو اور مسیحیت کا دعویٰ دیکھ دیکھ کر خون جگر کھار با ہو اور آسمانی عدالت میں اسکی اس قدر بھی شنوائی نہ ہو کہ وہاں سے عزرائیل ملک الموت ایک مسلح سپاہی کے ہاتھ ایک وارنٹ گرفتاری بھیج کر اس کے رقیب کو فوراً عالم برزخ کی جوڈیشنل حوالات میں لے جا کر اپنے برگزیدہ نبی (معد اللہ) کی منکوحہ اس کو واپس دلائی جائے مرزا جی جب تک آپ کا محمدی بیگم والا الہام پورا نہ ہو کون عقلمند ہوگا جو آپ کو رسولوں سے افضل صاحب کرامت و معجزہ تسلیم کر لے۔ آپ خدا سے گڑگڑا کر دعا مانگو اور رو کر درخواست کرو کہ آپ کی آسمانی منکوحہ جلد تر ہو جب الہام آپ کو عطا ہو ایسا نہ ہو کہ خدا نخواستہ آپ اپنے ایام زندگی کو بسر کر کے آنجمن کو چل دیں اور آپ کی دلی آرزو آپ کے ساتھ ہی خاک میں مل جائے پھر آپ کے مرید تو شاید یہ کہہ کر دل کو تسکین دیدیں کہ کیا مضائقہ ہے جو دنیا میں محمدی بیگم دوسروں کے قبضہ میں رہی آخر اس نے بھی مرنا ہے اور پھر

اس جہان میں تو صبح کے قابو میں آ ہی جائے گی۔ لیکن مرزا جی کی تربت سے تو اس وقت یہی ندا آئے گی: نمر

جب مرچکے تو آئے ہمارے مزار پر پتھر پڑیں صنم تیرے ایسے پیار ۸..... عقیدہ نمبر ۱۵ میں مرزا جی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کوئی حقیقی مردہ زندہ نہیں کیا حالانکہ قرآن شہادت دیتا ہے کہ احیاء موتی کا معجزہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیا گیا تھا اور وہ مردوں کو خدا کے اذن سے زندہ کرتے تھے۔ اس بارے میں ہم قرآن کریم کو ہی حکم کرتے ہیں اور آیت قرآن پیش کر دیتے ہیں: واهبوا الاکثم والابصری واهبوا الموتی باذن اللہ میں مادرزاد اندھوں کو ندرست کرتا ہوں اور کوڑھی کو اور مردوں کو خدا کے حکم سے زندہ کرتا ہوں۔ اب ناظرین اس نص قرآنی کو پڑھیں اور بدوین اس کے کہ کسی تفسیر کی طرف رجوع کرنے کی ہمیں ضرورت ہو صرف آیت کے صریح معانی کو ہی لینے سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام حقیقی مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے: ولقد یسرنا القرآن للذکر تو پھر اگر موتی کے معنی کی نسبت اس کے صریح اور حقیقی معنی کو چھوڑ کر ہم مجازی معانی کی طرف دوڑیں تو پھر یسرنا القرآن کے کیا معنی ہوں گے۔ پھر تو قرآن کے الفاظ ایک معنی لایخل بن جائیں گے حالانکہ ایسا خیال کرنا بالکل وافی ہے۔ مردوں سے مراد اگر یہاں پر جیسا کہ مرزا جی تاویل کرتے ہیں وہ لوگ ہوں جن کے دل مردہ ہوں۔ اور ان کو زندہ کرنے سے یہ مراد کہ ان میں ایمان و اسلام کی روح پھونک دی جاتی ہے۔ تو یہ ہر ایک نبی کی صفت میں آ سکتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اس صفت کو مخصوص کرنا چہ معنی دارد؟ یہ تو سارے انبیاء بلکہ اولیاء اور علماء ربانین کا کام

ہے کہ وہ مردہ دلوں کو اپنے انفاس مقدسہ کی برکت سے نئی زندگی بخشتے ہیں۔ اور آیت موصوفہ میں اس وصف احیاء موتی کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف نسبت فرما کر آگے خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے: ان فی ذلک لآیۃ لکم ان کنتم مؤمنین یہ تمہارے لئے نشان ہے اگر تم موئن ہو۔ آیت (نشان) وہی ہوتا ہے جو خارق عادت اور غیر معمولی ہو۔ اور علاوہ ان میں اس بات پر چودہ (۱۴) سو سال سے مسلمان متفقہ عقیدہ رکھتے چلے آئے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مردے زندہ کئے جیسا کہ مولانا شاہ عبدالقادر صاحب موضح القرآن میں لکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ نے جو وہ مردے جلّائے تھے ان میں سے ایک حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے بھی تھے جن کی وفات کو چار ہزار برس گزرے تھے۔

مرزا جی کا اپنی نسبت اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا فتویٰ کفر

ہم اب اس فتویٰ کو لکھتے ہیں جس کا وعدہ صفحہ کے اخیر پر کیا گیا تھا۔ اور یہ وہ فتویٰ ہے جو مرزا جی نے گویا اپنے ہاتھ سے لکھ کر اپنے کفر نامہ پر مہر کر دی ہے اور اب مسلمانوں کو کوئی ضرورت نہیں ہے کہ امام الزمان (مرزا قادیانی) کے اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے فتویٰ تکفیر کے مقابلہ میں دوسرے علماء سے فتویٰ پوچھتے پھریں کہ مرزا جی کا فرہیں یا نہ؟

یہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ مرزا جی نے اب صریح طور پر دعویٰ نبوت و رسالت کر دیا ہے جیسا کہ اثنائے مقدمہ میں انہوں نے اپنی بحث تحریری میں لکھ دیا ہے اور پھر ان کے مخلص حواری صواوی محمد علی وکیل نے اپنی شہادت میں کہہ دیا ہے اور پھر فہرست عقائد میں بھی رسالت کا دعویٰ کیا گیا گو بروزی کی قید ہی سہی لیکن مرزا جی پر ایک ایسا زمانہ بھی تھا جس وقت آپ کو دعویٰ نبوت و رسالت پر ان کی کاشس ملامت کرتی تھی اور آیات قرآنی آپ

کو اس بجا ادعاء پر ڈانٹ بتلاتی تھیں اس زمانہ میں آپ پکار پکار کر کہتے تھے کہ: مجھے اللہ جل شانہ کی قسم ہے میں کافر نہیں۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ میرا عقیدہ ہے اور لیکن رسول اللہ و خاتم النبیین پر آنحضرت ﷺ کی نسبت میرا ایمان ہے۔

(تراجم الصادقین مؤلفہ مرزا علی رضا)

بلکہ آپ نے صاف طور پر لکھ دیا تھا: اعلم یا اخی انی ما ادعیۃ النبوة وما قلت لہم انی نبی (مدت البشری نمبر ۷) ترجمہ (بھائی میں نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا اور ان کو نہیں کہا میں نبی ہوں۔ اور پھر اسی کتاب کے صفحہ مذکور پر دعویٰ نبوت کرنے کو کفر لکھا اور خود کو اپنے دعویٰ کفر سے بری کیا۔ ان کی وہ عبارت عربی بحسنہ درج ذیل کر کے اس کا ترجمہ دیا جاتا ہے: وما کان لی ان ادعی النبوة و اخرج من الاسلام والحق بقوم کافرین و ما اننی لا اصدق الہاما من الہاماتی الا بعد ان اعرضہ علی کتاب اللہ و اعلم انہ کلمۃ یخالف القرآن فہو کذب والحاد و زندقہ فکیف ادعی النبوة وانا من المسلمین۔ ترجمہ: مجھے کیا حق ہے کہ نبوت کا دعویٰ کروں اور اسلام سے خارج ہوں اور قوم کفار میں شامل ہوں اور میں اپنے کسی الہام کو سچا نہیں کہتا جب تک اس کو کتاب اللہ پر پیش نہ کروں اور واضح ہو کہ جو کچھ قرآن کے مخالف ہے وہ جھوٹ ہے الحاد و بیدینی ہے۔ پھر میں کیوں کر دعویٰ نبوت کر سکتا ہوں حالانکہ میں مسلمان ہوں۔

اب ناظرین سے باوہ التماس ہے کہ مرزا صاحب کی اس عبارت کو غور سے پڑھیں ایک دفعہ نہیں بلکہ دو تین مرتبہ پڑھیں اور جو حضرات عربی نہیں جانتے وہ ترجمہ اردو کو

دیکھیں جو ہم نے بلا کم کاست کیا ہے یا اس پر اعتبار نہ ہو تو کسی عربی دان سے ترجمہ کرائیں۔ اور پھر اس بات کا خود فیصلہ کریں کہ یہ عبارت آپ کی نسبت زمانہ حال میں جبکہ آپ نے دعویٰ نبوت کر دیا ہے کیا فتویٰ تجویز کرتی ہے؟ صاف کہنا پڑے گا کہ آپ کی یہ تحریر آپ کے برخلاف بوجہ ادعاء نبوت کفر الحاد و زندقہ خروج عن الاسلام لحق بالکفار کا فتویٰ تجویز کرتی ہے۔ عبارت بالا جو قدرت نے کسی زمانہ میں مرزا جی کے اپنے ہاتھ سے لکھائی ہے مسائل ذیل کا تصنیف کرتی ہے۔

۱..... مرزا جی کو ادعائے نبوت کا کوئی حق نہیں (وما کان لی ان ادعی النبوة)

۲..... مدعی نبوت کا خارج از اسلام ہے (واخرج من الاسلام)

۳..... نبوت کا دعویٰ کرنے والا کفار سے ملحق ہے (والحق بقوم کافرین)

۴..... مرزا جی کے وہ سب الہامات جو دعویٰ نبوت کے باعث ہوئے ہیں کتاب اللہ کے مخالف ہونے کی وجہ سے ناقابل تسلیم (وها انسی لا اصدق الہا ما..... الخ)

۵..... ایسا دعویٰ اور الہام جو قرآن کے خلاف ہو کذب، الحاد، زندقہ ہے (وا علم انه کلمما ینخالف القرآن) اس لیے مرزا جی کا دعویٰ نبوت جھوٹ الحاد بیدہ بی ہے۔

۶..... مرزا جی دعویٰ نبوت کے بعد مسلمانوں میں شمار نہیں ہو سکتے (فکیف ادعی النبوة وانا من المسلمین) سب مرزا جی اور ان کے مرید اور تمام مسلمان انصاف سے کہہ سکتے ہیں کہ مرزا جی کی نسبت فتویٰ تکفیر کے لیے کسی اور مفتی کی طرف رجوع کرنے کی کوئی ضرورت باقی رہتی ہے یا ان کے وجوہات کفر پر کسی اور دلیل دینے کی ضرورت باقی رہتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ مرزا جی کی تحریر مندرجہ بالا ہی اس بارہ میں کافی حجت ہے اور ان کے حق

۷..... فتویٰ کفر کے لیے یہ انکا اپنا مطلق فیصلہ موجود ہے۔ کیا مرزا جی کا کوئی مرید جرأت کر سکتا ہے کہ امام الزمان کے اس فیصلہ کو رد کرے اور مرزا جی کو ثواب اپنی تحریر دیکھ کر اس شعر کا ورد کرنا پڑے گا۔

مردم از دست غیر ناله کنند قادیانی دوست خود فریاد

۱۵، دسمبر ۱۹۰۳ء کی پیشی

مستغیث پر جرح ہونے کے بعد آئندہ تاریخ پیشی ۱۵، دسمبر ۱۹۰۳ء قرار پائی تھی اس تاریخ پر گواہاں استغاثہ بھی حاضر آئے اور مرزا جی بھی مع اپنے حواری کے اساتذہ حاضر تھے۔ مولوی غلام محمد صاحب قاضی تحصیل چکوال کی شہادت شروع ہوئی۔ انشاء شہادت گواہ و صوف میں عدالت نے مناسب سمجھا کہ مرزا غلام احمد ملزم سے کچھ استفسار کیا جائے چنانچہ مرزا صاحب سے کہا گیا کہ آپ سے استفسار ہوتا ہے آپ سامنے ہو کر لکھا کریں مرزا بی ادھر ادھر جھانکنے لگے۔ آپ کے وکیل نے کہا کہ میں مشورہ نہیں دیتا کہ میرا مکمل بیان لکھائے۔ مجسٹریٹ نے کہا کہ ہم ضرور پوچھیں گے کیوں مرزا جی جواب دو گے یا نہیں؟ مرزا جی کے اعضاء پر کچھ رعشہ سا آ گیا اور مجسٹریٹ کا رعب کچھ ایسا چھایا کہ آپ کو وکیل کے مشورے کے خلاف عدالت کے حکم کی تعمیل کرنی پڑی اور آپکا بیان قلمبند کیا گیا جسکی نقل حسب ذیل ہے۔

بیان مرزا غلام احمد ملزم

سوال: کیا مواہب الرحمن آپ کی تصنیف ہے؟

جواب: میری تصنیف ہے۔

سوال: یہ الفاظ الیم کذاب، بہتان عظیم مندرجہ صفحہ ۱۲۹ کلمات تحقیر ہیں کہ نہیں؟

جواب: جو شخص ان الفاظ کا مصداق نہ ہو اس کی نسبت تحقیر کے کلمات ہیں۔

سوال: صفحہ ۱۲۹ کا مضمون مستغیث کی نسبت ہے کیا؟

جواب: ہاں مستغیث کی نسبت ہے۔

سوال: کیا آپ مستغیث کو ان الفاظ کا مصداق سمجھتے تھے؟

جواب: ہاں سمجھتا تھا۔

سوال: کیا آپ نے یہ کتاب جہلم میں تقسیم کی؟

جواب: جہلم میں یہ کتاب تقسیم ہوئی تھی جو میرے سامنے میرے آدمیوں نے شائع کی تھی مفصل بیان میں تحریری بذریعہ وکیل دینا چاہتا ہوں جو بعد میں دیا جائے گا۔

سوال: کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ صفحہ ۱۲۹ مواہب الرحمن جس میں الفاظ الیم وغیرہ آئے ہیں کس تاریخ کو آپ نے لکھا اگر نھیک تاریخ یا نہیں ہے تو قریباً قریباً تاریخ اس صفحہ کی تحریر کی کوئی ہے؟

جواب: ۱۲-۱۳-۱۴ جنوری ۱۹۰۳ء کو یہ صفحہ میں نے لکھا تھا مختلف صفحوں کا مضمون مختلف تاریخوں پر لکھتا رہا ہوں جیسا مضمون بنتا گیا ویسا لکھتا گیا۔ تاریخوں کی کوئی یادداشت میرے پاس نہیں ہے۔ مگر زبانی یادداشت سے مجھ کو یہ تاریخیں یاد ہیں۔

سوال: کیا آپ نے اس کتاب کا کوئی مضمون ۶، اکتوبر ۱۹۰۲ء سے پہلے بھی لکھا تھا؟

جواب: میں اسکا اچھی طرح سے بیان نہیں کر سکتا یعنی مجھ کو یہ یاد نہیں ہے میں نہیں کہہ سکتا کہ لکھا ہو یا نہ لکھا ہو۔ مورخہ ۱۵ دسمبر ۱۹۰۳ء۔ العہد مرزا غلام احمد جرواف فارکا میں نے

خود پڑھ کر دستخط کئے۔

دستخط: حاکم

مولوی برکت علی صاحب منصف کی شہادت

ملزم کا بیان لکھا جانے کے بعد پھر مولوی غلام محمد صاحب کی شہادت ہو کر جرح ختم ہوئی۔ دوسرے روز ۱۶ دسمبر کو جناب مولوی برکت علی صاحب منصف بٹالہ کی شہادت شروع ہوئی چونکہ مولوی صاحب ایک بڑے لائق اور فاضل مشہور شخص ہیں آپ کی شہادت سننے کے لیے بہت سے لوگ اہلکاران وغیرہ جمع ہو گئے اور کمرہ عدالت میں ایک خاصہ ہجوم ہو گیا مرزا جی کے لائق و کلاء بامداد مرزا کی جماعت مولویوں کے بہت کچھ سوالات جرح لکھ رکھے تھے اور انکا خیال تھا کہ زبردست جرح سے فاضل گواہ کی شہادت میں سقم پیدا کر دیں گے۔ اور اگرچہ منصف صاحب کی قابلیت علم انگریزی میں تو مسلم تھی لیکن کسی کو اس بات کا علم نہ تھا کہ آپ کی لیاقت عربی علوم میں کیسی ہے اور اس شہادت میں سوالات عربی علم ادب کے متعلق ہونے تھے اور الفاظ استغیث کردہ جو عربی تھے انکی تشریح لغت گرامر اور علم ادب کے رو سے ہوئی تھی اس لیے مرزائی سمجھے ہوئے تھے کہ گواہ سوالات جرح کے جوابات میں پکڑ کھا جائے گا لیکن جس وقت خولجہ کمال الدین صاحب وکیل ملزم نے گواہ مذکور پر جرح کرنی شروع کی تو اس قابلیت اور لیاقت سے فاضل گواہ نے جواب دینے شروع کئے کہ تمام عربی دان فضلاء جو کمرہ عدالت میں موجود تھے سکر حیرت زدہ ہو گئے۔ آپ نے الفاظ استغیث کردہ کی تشریح جو جب علم صرف و نحو کے جس وقت بیان کی تو کوکپتر (وکیل جرح کنندہ) کو ساری جرح بھول گئی اور کچھ پیش نہ جاسکی آخر تھک کر رہ گئے اور جرح ختم

کردی۔ منصف صاحب کی گواہی مستغیث کی اعلیٰ حیثیت اور الفاظ استغاثہ کردہ کے تحت مزیل حیثیت الفاظ ہونے اور ان سے مستغیث کی ازالہ حیثیت عربی ہونے کے متعلق تھی۔ منصف صاحب کی شہادت سے (جو بالکل آزاد نہ اور بے لاگ شہادت تھی) عدالت کو معلوم ہو گیا کہ واقعی الفاظ بنائے استغاثہ سخت سنگین ہیں اور مستغیث کی حیثیت کا ازالہ کرتے ہیں یہ بات بھی ذکر کرنے کے قابل ہے کہ اثناء جرح میں وکیل ملزمان نے ایک چھپی ہوئی عربی تحریر (جس کو مرزا جی نے مشکل لغات جمع کر کے مرتب کیا تھا) مصنف صاحب کے سامنے رکھی کہ آپ اسکا ترجمہ کریں مصنف صاحب اسکا ترجمہ کرنے پر تیار ہو گئے لیکن عدالت نے یہ سوال فضول سمجھ کر رد کر دیا کہ اسکا ترجمہ کرانے کی گواہ سے کچھ ضرورت نہیں اس وقت مستغیث نے ایک عربی نظم ہاتھ میں لیکر مرزا صاحب سے درخواست کی کہ اگر معیار لیاقت عربی تحریروں کے ترجمہ کرنے پر ہے تو آپ جو عربیت میں فاضل وقت ہونے کے مدعی ہیں، اس نظم کا ترجمہ کر دیں۔ میں آپ کا اس وقت مرید بنتا ہوں اور مقدمات چھوڑتا ہوں لیکن جیسا کہ تمہید میں ذکر ہو چکا ہے۔ مرزا صاحب نے سر نیچے کر دیا اور زبان تک نہ کھولی کہ لاؤ ہم ترجمہ کرتے ہیں۔

بحث استغاثہ

۱۳، جنوری کو بحث فریقین سننے کے لیے کمرہ عدالت میں جم غفیر شرفاء شہر گورداسپور اور بابکاران وغیرہ مردمان کا جمع ہو گیا اور پہلے استغاثہ کی طرف سے بحث شروع ہوئی۔ ۱۱ بجے سے بحث منجانب استغاثہ شروع ہو گئی چنانچہ پہلے بابو مولال صاحب وکیل نے قانونی بحث نہایت قابلیت سے کی بعد ازاں خود مولوی محمد کرم الدین صاحب مستغیث نے واقعات کی بحث کی اور اس لیاقت و قابلیت سے تقریر کی کہ موافق و مخالف عیش و عشر

اٹھے چونکہ مرزا جی ابھی اصالتاً حاضر تھے اور بحث سن رہے تھے مولوی صاحب کی زبردست تقریر ان کا ان کے دل پر سخت رعب پڑا اور ایسی دہشت پڑی کہ ڈیرہ پر پہنچتے ہی تپ شدید میں مبتلا ہو گئے اور دوسرے روز مرزا جی عدالت میں حاضر نہ ہوئے اور ان کے وکیل نے بیماری کا شوقیٹ پیش کیا۔ اور ساتھ ہی فضل الدین ملزم کی طرف سے وکیل نے درخواست کی کہ زیر دفعہ ۵۲۶ ضابطہ فوجداری مقدمہ کو ملتوی کیا جائے کیونکہ ملزم عدالت ہذا سے مقدمہ انتقال کرانے کی درخواست عدالت عالیہ میں کرنا چاہتا ہے۔ وکلاء استغاثہ نے اعتراض کیا کہ اس مرحلہ پر اب التواء نہیں ہو سکتا مگر مجسٹریٹ نے انکی درخواست کو منکر سب ذیل حکم کے ذریعہ ۱۴، فروری ۱۹۰۴ء مقدمہ ملتوی کیا۔

نقل حکم ظہری درخواست ملزمان نسبت التواء کے مقدمہ

آج یہ درخواست وکیل ملزم فضل الدین نے پیش کی شہادت استغاثہ ختم ہو چکی تھی اور بحث وکیل مستغیث اس امر کی بھی ختم ہو چکی ہے کہ آیا ملزمان پر فرد جرم مرتب ہو یا نہ؟ اور ملزمان کی طرف سے آج بحث ہوئی تھی کہ فرد جرم مرتب کی جائے یا نہ کی جائے کہ مل ملزمان نے یہ درخواست دی کہ ہم مقدمہ انتقال کرانا چاہتے ہیں مہلت مل جائے۔ فریق ثانی اس درخواست پر اعتراض کرتا ہے کہ مہلت نہیں ہو سکتی مگر دفعہ ۵۲۶ میں حکم ہے کہ ایسی خواست کی صورت میں التواء لازمی طور پر کر دینا چاہیے اسلئے حکم ہوا کہ ایک ماہ کی مہلت ملزمان کو دی جائے کہ درخواست انتقال کر کے حکم التواء کا لائیں مقدمہ ۴ فروری ۱۹۰۴ء کو پیش ہو۔ ۱۱، رجب ۴ جنوری ۱۹۰۴ء۔

دستخط : حاکم

اس کے بعد ۴ فروری ۱۹۰۴ء کو عدالت صاحب ذیلی کشنر بہادر ضلع گورداسپور

میں درخواست انتقال مقدمہ کی گئی جو کہ بذریعہ مسٹر اورٹیل صاحب ایڈووکیٹ گزری جس کی نقل درج ذیل ہے۔

نقل درخواست انتقال مقدمہ

جناب عالی!

وجوہات درخواست حسب ذیل ہیں :

۱..... جبکہ مجسٹریٹ نے بروئے فیصلہ خود بمقدمہ دعا برخلاف مستغیث یہ قرار دیا تھا کہ مستغیث ہی ان خطوط کا لکھنے والا جن میں مبینہ دستخطی نوٹ محمد حسن فیضی متونی کا ذکر ہے۔ اور نیز وہ ان چٹھیوں کا بھی لکھنے والا تھا جو اسکے مضمون سراج الاخبار میں شائع ہوئیں مجسٹریٹ کو مقدمہ ہذا شروع ہی میں خارج کر دینا چاہیے تھا۔

۲..... یہ کہ برخلاف اسکے عدالت ماتحت نے غیر معمولی جلدی کیساتھ مقدمہ شروع کیا اور اپنا مصمم ارادہ ملزمان پر فرد جرم لگانے اور مجرم قرار دینے کا ظاہر کیا۔

۳..... یہ کہ تمام دوران مقدمہ میں مجسٹریٹ نے استغاثہ کی طرف رعایت ظاہر کی ہے۔ مثلاً (الف) مستغاث علیہ مرزا غلام احمد صاحب کو اصالتاً حاضری کیلئے مجبور کرنا جبکہ حاضری معاف ہو چکی تھی اور مقدمہ خفیف سے خفیف تھا اور ان کی اصالتاً حاضری بالکل غیر ضروری تھی۔

(ب) کئی مواقع پر مرزا غلام احمد صاحب کا استفسار لیا گیا باوجودیکہ وکیل نے اعتراض کیا کہ اس استفسار کی غرض استغاثہ کی شہادت کی کمی کو پورا کرنا تھا۔

(ج) مستغاث علیہ حکیم فضلہ الدین کو عدالت سے باہر رہنے کا حکم دینا جبکہ فصلہ الدین کی

سخت خطرناک حالت میں تھی۔

(د) ثناء اللہ گواہ کی جرح کو پورا کرنے کی اجازت نہ دینا اور مقدمہ کو جلد ختم کرنے میں بڑی بے صبری ظاہر کرنا۔

(ہ) مستغاث علیہم کے تحریری بیان لینے سے ایک طرح انکار کرنا جبکہ اس کے تحریری بیان میں یہ دکھایا گیا تھا کہ ان کے برخلاف کوئی جرم نہیں۔

(و) الفاظ استغاثہ کردہ کے ایسے معانی کے ثابت کرنے کی اجازت دینا جو استغاثہ میں نہیں ہے باوجودیکہ زبانی حکم کے ذریعہ اس کے برخلاف خود فیصلہ عدالت نے کر دیا تھا۔

(ز) مستغاث علیہم کو شہادت استغاثہ کی جرح کے لیے ایک حد تک اخراجات کا ذمہ دار کرنا۔

۴..... یہ کہ متعلقہ مقدمہ دعا میں برخلاف مستغیث کے مجسٹریٹ نے جن مبینہ بیانات شہادت استغاثہ و بیان مرزا غلام احمد صاحب پر ملزم کو بری کیا وہ بیانات مسل میں نہیں۔

۵۔ لہذا اس اعلان کو سخت خطرہ ہے کہ ان کا مقدمہ بے رو در رعایت بعدالت مجسٹریٹ صاحب ہو سکے لہذا درخواست ہے کہ مقدمہ عدالت حضور میں انتقال ہو۔

عرضی فضل دین حکیم سائل ۳ فروری ۱۹۰۴ء

اس درخواست کے گذرنے پر صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے مستغیث کے نام نوٹس جاری کیا اور تاریخ پیشی مقدمہ ۱۲ فروری ۱۹۰۴ء قرار پائی۔ اس تاریخ کو مقدمہ بمقام ملا ال (جہاں صاحب موصوف دورہ پر تھے) پیش ہوا اس تاریخ پر بہت سے مریدان باصفا آ پہنچے تھے اور علاوہ خواجہ کمال الدین صاحب و مولوی محمد علی صاحب و کلاء کے مسٹر اورٹیل

صاحب بہادر بیرسٹرایٹ لاء بھی آگئے تھے۔ اور ادھر سے مستغیث اور ان کے وکیل باہر مولائ صاحب بھی پہنچ گئے تھے اور علیوال اور ان کے ارد گرد کے بے تعداد مسلمان یہاں مولوی کرم الدین صاحب کے استقبال کے واسطے پہلے ہی منتظر کھڑے تھے اور مولوی اللہ دتہ صاحب و مولوی محمد علی صاحب سوہلی بھی پہلے ہی یہاں پہنچ چکے تھے۔ مولوی صاحب اور ان کی جماعت کے واسطے فرش و فرش کے علاوہ بہت سی کرسیاں بھی مہیا کر رکھی تھیں چنانچہ مولوی صاحب اور ان کے وکیل صاحب مع اپنے خاص دوستوں کے کرسیوں پر اور دیگر مسلمان فرش پر بیٹھ گئے۔ لیکن افسوس کہ مرزائی جماعت کی طرف سے یہاں کوئی انتظام فرش و کرسیوں وغیرہ کا نہ کیا گیا تھا جس کی وجہ سے ان کی جماعت کے معززین کو بڑی تکلیف ہوئی صرف ایک کرسی بھی صاحب بہادر کے لیے بڑی مشکل سے دستیاب ہوئی۔ دوسرے جنٹلمینوں نے کھڑے کھڑے ادھر ادھر ٹہل کر وقت گزارا۔ قریب گیارہ بجے کے مقدمہ پایا گیا اور صاحب بہادر نے ایک گھنٹہ تک وکلاء فریقین کی تقریریں سن لیں مزمان کی طرف سے مسٹر اور ٹیل صاحب نے بڑی بحث کی کہ رائے چند لال صاحب کی عدالت سے مقدمہ ضرور انتقال ہونا چاہیے۔ دوسری طرف سے بابو مولائ وکیل صاحب وکیل مستغیث نے بڑی معقولیت سے اسکی تردید کی اور ثابت کیا کہ انتقال مقدمہ کی کوئی وجہ نہیں ہے اور انتقال مقدمہ کی صورت میں مستغیث کو سخت تکلیف ہوگی جو کہ دور دراز ضلع سے آتا ہے اور مزمان اسکو تکلیف میں ڈالنے کے واسطے ہی انتقال مقدمات کی درخواستیں کر رہے ہیں۔ بعد سماعت بحث ہر دو فریق کے صاحب بہادر نے مرزائیوں کی درخواست کو نا منظور کیا اور حکم دیا کہ اسی عدالت میں مقدمات سماعت ہو گئے۔ اس وقت مرزائیوں کی حالت دیکھنے کے قابل تھی اور ندامت اور حسرت کے آثار چہروں سے نمودار ہو رہے تھے۔ ذیل میں ہم

مبصر سی ایم ڈالس صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کے فیصلہ کا ترجمہ درج کرتے ہیں۔

ترجمہ چٹھا انگریزی صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع گورداسپور

بحث وکلاء فریقین سنی گئی کرم الدین کا وکیل انتقال کی بابت اس وجہ پر اعتراض کرتا ہے کہ یہ مقدمات ایک مجسٹریٹ نے ایک حد تک سماعت کئے ہیں میرا وہ کل جو جہنم سے آتا ہے اسکو دوبارہ گواہوں کے بلاسنے سے بلاوجہ سخت حرج اور تکلیف ہوگی۔ یہ درست ہے۔

کیا کوئی وجوہات ہیں جن سے فرض کیا جائے کہ مجسٹریٹ نے پہلے ہی سے اس مقدمہ کا فیصلہ سوچ لیا ہوا ہے۔ میں ایسا خیال نہیں کرتا اس نے ان مقدمات کو بہت کچھ سن لیا ہے لیکن هنوز ان مقدمات میں فرد نہیں لگایا تینوں مقدمے ایک ہی حد تک پہنچے ہوئے ہیں یعنی استغاثہ کی شہادتیں ختم ہو گئیں ہیں صرف وکلاء کی بحث کا انتظار ہے پس یہ ممکن نہیں کہ اس حد پر یہ کہا جاسکے کہ مجسٹریٹ فرد لگانا چاہتا ہے یا نہیں۔ یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس نے فیصلہ کرنے میں بہت دیر لگائی ہے اس واسطے یہ وجوہات ہیں جن سے پایا جاتا ہے کہ مرزائی جماعت کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ مگر میں یہ بات نہیں دیکھتا۔

یہ توقف طویل بحث اور جرح طرفین کے باعث سے ہوئی ہے اور بیماری کی وجہ سے التواء کی درخواستیں کرنے کے باعث اور آخر کار انتقال کی یہ درخواستیں دینے پر میں نہیں دیکھتا کہ ایک طرف کو دوسرے کی نسبت زیادہ الزام دوں مقدمات کی کیفیت کی بابت مجھے کچھ تعلق نہیں ہے اور ندان کی نسبت کوئی رائے ظاہر کر سکتا ہوں جو کچھ مجھے کرنا ہے وہ ان مقدمات کے انتقال کی بابت ہے۔ میں نہیں دیکھتا کہ مجسٹریٹ نے مرزا غلام احمد یا

فیصلہ دین کی بابت کوئی کمی کی ہو مرزا عدالت کی حاضری سے جب تک کہ اسکی حاضری ضروری ہو، معاف کیا گیا ہے اور پھر دوسرے فریق کی درخواست پر اسکو بلایا گیا ہے جب تک کہ ڈاکٹر کے مشق کیٹ سے نہیں دکھایا گیا کہ وہ بوجہ بیماری حاضری سے معذور ہے۔ حکیم فضل دین نے درخواست کی کہ وہ بیمار ہے اسکو باہر لینے کی اجازت دی جائے کیونکہ وہ عدالت میں کھڑا نہیں ہو سکتا اسے یہ اجازت دی گئی۔ مجسٹریٹ نے ان دونوں جٹلمینوں کی بابت ہر ایک رعایت کی ہے لیکن ان مقدموں کے انتقال کرنے سے انکار کرنے کی بڑی وجہ یہ ہے کہ مجھے انصاف یہ مناسب معلوم ہوا ہے کہ یہ تمام مقدمات اسی مجسٹریٹ کو فیصلہ کرنے چاہئیں۔ اور خاص کر جبکہ اس نے ان مقدمات کو اس قدر سن لیا ہے۔ ان مقدمات میں سے جو جہلم میں دائر کیا گیا تھا چیف کورٹ کے حکم سے اس ضلع میں تبدیل کیا گیا ہے اور معزز ججوں نے یہ لکھا ہے کہ ان کا ایک ہی جج فیصلہ کرے اور مجھے اس بات کا اطمینان نہیں ہے کہ مجسٹریٹ نے کوئی تعصب کیا ہے میں اس موقع پر اور زیادہ اس امر کو مناسب سمجھتا ہوں کہ یہ مقدمات یہی مجسٹریٹ فیصلہ کرے اور ان کا فیصلہ جہاں تک ممکن ہو جلدی کیا جائے۔ مذکورہ بالا دلائل سے انتقال کی درخواستیں تینوں مقدمات کی بابت نامعلوم ہیں۔ (علیہ ال ۱۲ فروری ۱۹۰۴ء)

دستخط: صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر گورداسپور۔

جب صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کی عدالت سے درخواست انتقال نامعلوم ہو کر عدالت رائے چند لال صاحب میں سلیس واپس آئیں تو عدالت موصوف نے ۱۶ فروری ۱۹۰۴ء تاریخ پیشی مقدمہ مقرر کر کے فریقین کو نوٹس روانہ کئے کہ تاریخ معبود پر

حاضر عدالت ہو کر بیرونی مقدمہ کریں۔

تاریخ مذکور سے ایک روز پہلے مرزا صاحب معاہدے اسٹاف کے گورداسپور میں آ گئے۔ لیکن یہاں پہنچ کر پھر ایسی لاچاری ہوئی کہ کچہری تک جانا محال ہو گیا گورداسپور کی آب دہو میں کچھ ایسی نحوست ہو گئی کہ باوجود یکہ ۱۴ کوس کے فاصلہ کے سفر کرنے سے کسی بیماری نے مرزا جی کو نہ روکا۔ لیکن گورداسپور میں آتے ہی بیماری دامنگیر ہو گئی اور ایسی حالت پر پہنچا دیا کہ کچہری تک جانے سے خطرہ جان پیدا ہو گیا۔ چنانچہ عدالت میں مرزا جی کے وکیل نے مشق کیٹ طبی پیش کیا کہ مرزا جی ایک سخت بیماری قلب میں مبتلا ہیں اس واسطے حاضری عدالت سے معذور ہیں۔ مجبوراً عدالت نے ایک ماہ تک مرزا جی کو اصالتاً حاضری سے معاف کیا اور وکیل نے ان کی طرف سے بیرونی کرنے کا اقرار کیا انہوں نے لاہور سے مسٹر اور نیل صاحب کا تار آیا کہ انہوں نے چیف کورٹ میں منجانب مزمان درخواست انتقال مقدمات داخل کر دی۔ اس واسطے عدالت نے کارروائی مقدمہ کو ملتوی رکھا اور ۲۳ فروری تاریخ مقرر کی۔ ادھر حجان چیف کورٹ نے بھی درخواست انتقال مقدمات کو نامعلوم کر دیا اور شکست پر شکست اٹھا کر ۲۳ فروری کو مرزا جی جماعت پھر اسی عدالت میں حاضر ہوئی۔ عدالت نے ۸ مارچ تاریخ پیشی مقدمہ مقرر کی۔ اس تاریخ پر مقدمہ پیش ہوا خواجہ کمال الدین صاحب وکیل مزمان نے تردید استغاثہ میں تقریر کی اور استغاثہ کی طرف سے ۱۸ اوریق کی تحریری بحث مستغیث نے جواب میں ۱۰ مارچ کو داخل کر دی۔ صاحب مجسٹریٹ نے بعد غور کے فرد قرار داد جرم دونوں مزمان پر مرتب کر کے شادی اور فضل دین ملزم کا جواب بھی لیا گیا۔ مرزا جی کو جواب کے لیے ۱۴ مارچ کو طلب کیا گیا اس فرد جرم کے گئے

سے مرزائیوں کے چھکے چھوٹ گئے سخت اداسی کا عالم طاری ہو گیا کیونکہ مرزا جی اپنی تصانیف میں لکھ چکے تھے کہ فرد جرم لگنے سے پہلے چھوٹ جانے کو ہی بریت کہتے ہیں بعد فرد جرم لگنے کے چھوٹ جانا داخل بریت نہیں اس واسطے ادھر ادھر بھاگے پھرے مریض بھی بے شکیست بھی پیش ہوئے لیکن آخر کار فرد جرم کا داغ لگ ہی گیا۔ ذیل میں فرد قرار داد جرم کی نقل درج کی جاتی ہے۔

نقل فرد جرم بنام مرزا غلام احمد قادیانی

میں لالہ چند لعل صاحب مجسٹریٹ اس تحریر کی رو سے تم مرزا غلام احمد ملزم پر حسب تفصیل ذیل الزام قائم کرتا ہوں کہ تم نے کتاب مواہب الرحمن تصنیف کر کے شائع کی جس میں صفحہ ۱۲۹ میں مستغیث کی نسبت الفاظ لئیم بہتان عظیم اور کذاب استعمال کئے جو اسکی توہین کرتے ہیں۔ اور یہ کہ تم نے تاریخ ۷ ماہ جنوری ۱۹۰۳ء کو یا اس کے قریب موقعہ جہلم میں شائع کئے لہذا تم اس جرم کے مرتکب ہوئے جس کی سزا مجموعہ تعزیرات ہند کی دفعہ ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲ میں مقرر ہے اور جو میری ساعت کے لائق ہے اور میں اس تحریر کے ذریعہ حکم دیتا ہوں کہ تمہاری تجویز پر بنائے الزام مذکور عدالت موصوفہ کے (یا ہمارے) روبرو عمل میں آئی۔ عدالت صاحب مجسٹریٹ درجہ اول ضلع گورداسپور مورخہ ۱۰ مارچ ۱۹۰۴ء۔

(مہر عدالت) دستخط رائے چند لال صاحب مجسٹریٹ درجہ اول،

(جوائنٹ سیکریٹری)

نوٹ: ملزم عدالت کی اجازت سے غیر حاضر ہے اسکو واسطے جواب کے بتقریر ۱۳ مارچ

۱۹۰۴ء طلب کیا جائے۔

دستخط: حاکم

۱۳ مارچ کو امید تھی کہ اب تو مرزا صاحب ضرور تشریف لائیں گے لیکن اس تاریخ کو بھی آپ نہ آئے اور بیماری کا شکیست پیش کیا گیا۔ دکاء استغاث نے اعتراض کیا کہ یہ روزمرہ کے عذرات بیماری محض مقدمہ کو تعویق میں ڈالنے کے لیے ہیں۔ اگر مرزا جی کی حالت واقعی خطرناک ہے تو سول سرجن صاحب کی شہادت پیش کی جانی چاہیے۔ بہت سے بحث و مباحثہ کے بعد سول سرجن صاحب کی شہادت لئے جانے کا فیصلہ ہوا۔ چنانچہ کپتان مور صاحب سول سرجن گورداسپور کی شہادت حسب ذیل گذری۔

نقل بیان کپتان پی، سی، مور صاحب سول سرجن گورداسپور

میں نے بمقام قادیان مرزا غلام احمد کا ملاحظہ کر کے ۱۳ مارچ ۱۹۰۴ء والا شکیست دیا تھا جو کچھ شکیست میں لکھا تھا اس پر میری رائے اب تک قائم ہے۔ میری رائے میں مرزا غلام احمد اب بھی گورداسپور تک سفر کرنے کے قابل ہے۔ گورداسپور تک سفر کرنا اسکی صحت کے لیے خطرناک ہے۔

جوج: اس سے قبل دو دفعہ میں نے اسکا ملاحظہ کیا تھا گورداسپور میں ہی دیکھا تھا جب میں نے پہلی دفعہ اسکو دیکھا تھا اسکو دو ماہ کا عرصہ ہو گیا ہے جب دوسری دفعہ اسکو ۱۶ فروری ۱۹۰۴ء میں دیکھا اسکو اسوقت پرانی کھانسی کی تیزی کا دورہ تھا میں نے شکیست میں بیماری کا نام نہیں لکھا جس میں اب مبتلا ہے اسکی عام جسمانی صحت کی حالت سے میری یہ رائے ہے کہ وہ عدالت میں آنے کے قابل نہیں۔ خطرناک کہنے سے میرا یہ مطلب ہے کہ سردی یا

کمزوری کے باعث ممکن ہے کہ وہ مر جائے یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اس جگہ صحیح و سلامت حاضر ہو سکے۔ ۱۵ مارچ ۱۹۰۴ء۔

دستخط: کپتان مور صاحب سول سرجن دستخط: حاکم

ڈاکٹر صاحب کی اس شہادت پر کہ مرزا جی کے گورداسپور تک سفر کرنے میں اسکے مر جانے کا امکان ہے عدالت کو مجبوراً تاریخ بدلتی پڑی۔ چنانچہ ۱۰ اپریل تک مقدمہ کی تاریخ ایذا کی گئی۔

اب ہم اس موقع پر اہل انصاف کو توجہ دلاتے ہیں کہ اگر مرزا جی کو خدا کی طرف سے تسلی مل چکی تھی کہ خدا ان کے ساتھ ہے اور کوئی شخص ان کو نقصان نہیں پہنچا سکتا اور کہ اس مقدمہ میں آخر انہوں نے جج جانا ہے تو پھر یہ حیلہ بازیاں اور عذر سازیاں کیوں ہوئیں؟ سینکڑوں روپے ڈاکٹروں کی فیسوں پر اڑ گئے۔ سول سرجن صاحب کو قادیان میں ڈبل سفر خرچ اور فیس دیکر بلانا اور پھر اخیر تک شیف کیٹ پیش ہوتے رہنا یہ ہرگز ایسے شخص سے نہ ہونا چاہیے تھا۔ ان باتوں سے صاف واضح ہو گیا کہ مرزا جی بہت ڈر پوک کمزور دل شخص ہیں۔ رائے چند ولال صاحب کی عدالت کے رعب نے انکو ایسا خوفزدہ کیا کہ ساری دنیا کی امراض مسیح الزمان کو لاحق ہو گئیں کہیں سنکاپی (دل کے فعل کا رک جانا) کا حملہ ہو جاتا تھا۔ کبھی کراٹک برنکٹس (پرائی کھانسی کی تیزی) کا دورہ ہو جاتا ہے اور کبھی گورداسپور تک سفر کرنا حضور والا کی موت کا امکان دلاتا تھا باوجودیکہ آپ کو خدا نے اطلاع دی ہوئی کہ ابھی آپ کی عمر کے سال پورے نہیں ہوئے پھر کیوں ایسی گھبراہٹ تھی۔ مرزا جی اگر متوکل علی اللہ ہوتے تو سیدھے میدان میں نکلتے اور ہرگز بیماری کے عذرات نہ کرتے۔

فی الجملہ مرزا جی کا مرض دور نہ ہوا۔ جب تک کہ آپ کو یہ خبر نہ پہنچی کہ رائے چند ولال صاحب یہاں سے تبدیل ہو گئے ہیں اور ان کی جگہ رائے آتمارام صاحب آ گئے ہیں۔

رائے چند ولال صاحب کی تبدیلی

اگرچہ مرزا جی نے خود کسی جگہ نہیں لکھا لیکن مرزائی عموماً کہتے ہیں کہ رائے چند ولال صاحب کی تبدیلی مرزا جی کی بددعا کی وجہ سے ہوئی اور حضرت جی کا یہ بڑا بھاری معجزہ ہوا اور یہ بھی کہتے ہیں کہ رائے چند ولال صاحب تنزل ہو کر گورداسپور سے تبدیل ہوئے۔ سو واضح ہو کہ صاحب موصوف کی تبدیلی ہو جب انکی اپنی درخواست کے ہوئی تھی۔ مرزا جی کی دعا یا بدعا کا کوئی اثر نہیں تھا اور پھر اسی معجزہ پر وہ گورداسپور سے ملتان کو تبدیل ہوئے اور وہاں انکو اختیارات جج عدالت مطالبہ خفیہ بھی عطا ہوئے۔

پس مرزائیوں کا یہ کہنا کہ مرزا جی کی بددعا کا اثر ہوا ایک خیال باطل ہے۔ جب ایک شخص کی اپنی خواہش اور استدعا سے کوئی امر وقوع میں آئے تو اس میں اسکی کوئی سبکی متصور نہیں ہو سکتی۔ اور پھر مرزا جی کی دعا نے انکو فائدہ کیا بخشا کہ جس بات کا انکو اس حاکم سے خوف تھا وہی سلوک ان سے دوسرے حاکم نے بھی کیا یعنی آخر کار فرد جرم کی تکمیل کی اور پھر سزا بھی دیدی۔ ہاں مرزا جی کی کرامات کے ہم بھی قائل ہو جاتے اگر رائے چند ولال صاحب کی تبدیلی پر کوئی مرزا جی کا مخلص مرید یہاں آ جاتا اور وہ آتے ہی مرزا جی کو مصیبت مقدمہ سے مخلص بخش کر ان کو رخصت کر دیتا۔ لیکن یہاں تو یہ معاملہ ہوا کہ جو آرم و آسائش مرزا جی کو پہلے حاکم کے وقت حاصل تھے دوسرے حاکم نے وہ سب سب کر دیئے پہلے آپ

مڑے سے کرسی پر ڈٹ کر بیٹھتے تھے، ٹھنڈے شربت اور دودھ نوش کرتے رہتے تھے دوسرے حاکم نے کنہر پر کھڑا رہنے کا حکم دیدیا پانی تک پینے کی اجازت نہ دی۔ مرزا جی کی دعا کا اثر تو الٹا پڑا پھر یہ کیوں نہ سمجھا جائے کہ مرزا جی کی دعا کا اثر نہیں بلکہ ان کو ان آسانٹوں کی ناشکری کی سزا ملی کہ خدا نے ان پر ایسا بار عجب حاکم مسلط کیا کہ جسکی نسبت وہ خود اعتراف کرتے ہیں کہ ہر ایک طرح کی تکلیف اٹکودئی گئی۔ حاکم کا کیا قصور یہ تو قدرت کی طرف سے مرزا جی جو انکو ملیا شکر تم لازیدنکم ولن کفرتم ان عذابى لشدیدہ

لالہ آتمارام صاحب کی عدالت میں پہلی پیشی

نئے حاکم کے اجلاس میں ۸ مئی ۱۹۰۴ء کو مقدمہ پیش ہوا مرزا جی بھی حاضر ہوئے چونکہ دکن، غزمان نے درخواست کی تھی کہ کارروائی از سر نو شروع ہو اسلئے عدالت نے دوبارہ شہادت یعنی شروع کی اور مرزا جی فزموں کے کنہرے میں مع اپنے حواری فضل دین کے کھڑے کئے گئے۔ مولوی محمد علی گواہ استغاثہ کی شہادت شروع ہوئی ابجے سے شروع ہو کر ۴ بجے تک مقدمہ پیش رہا اور اتنا عرصہ مرزا جی پاؤں پر کھڑے رہے۔

رائے آتمارام صاحب نے یہ قاعدہ کر لیا کہ مقدمہ روز پیش ہوا کرے مرزا جی روزمرہ احاطہ عدالت میں حاضر باش رہتے تھے۔ ایک درخت جامن کے نیچے برب سڑک ڈیرہ ڈال رکھا تھا، دن بھر وہاں پڑے رہنا پڑتا اور مقدمہ پیش ہو کر پھر حکم ہو جانا کہ کل حاضر ہو۔ الغرض اسی طرح روزانہ حاضری فریقین ہوتی رہی اور شہادت گواہان ذیل منجانب استغاثہ ماہ اگست ۱۹۰۴ء تک ختم ہوئی۔ مولوی محمد جی صاحب قاضی تحصیل جہلم مولوی غلام محمد صاحب قاضی تحصیل چکوال۔

فردِ جرم کی تکمیل

ہر چند مرزا صاحب اور انکے حواری امیدوار تھے کہ مقدمہ اسی مرحلہ پر خارج ہو جائے گا اور مرزا جی کی فتح و نصرت کا دنیا میں ڈنکا بجے گا چنانچہ اخبار الحکم ۲۴ جولائی ۱۹۰۴ء میں حسب ذیل الہامات بھی اسی امید پر شائع کر دیئے گئے تھے۔

۱..... مبارک سو مبارک۔

۲..... میں تجھے ایک معجزہ دکھاؤں گا۔

لیکن آخر کار پردہ غیب سے جو بات ظہور میں آئی اس نے انکی سب امیدوں کو خاک میں ملا دیا۔ یعنی لالہ آتمارام صاحب مجسٹریٹ کی عدالت سے ۶ اگست ۱۹۰۴ء کو فردِ جرم کی تکمیل ہو گئی اور مرزا جی کا جواب بھی قلمبند ہو گیا۔ اس روز مرزا صاحب کی گھبراہٹ انتہائی درجہ کو پہنچی ہوئی تھی۔ انہوں نے جواب دیتے ہوئے چلا کر کہا کہ میں نے کوئی جرم نہیں کیا وغیرہ وغیرہ لیکن جو ہونا تھا ہو گیا۔ فردِ جرم سنا کر مرزا جی سے شہادت صفائی وغیرہ طلب کی گئی اور پوچھا گیا کہ کیا آپ گواہان استغاثہ کو بھی طسب کرانا چاہتے ہیں یا نہیں؟ مرزا جی نے سمجھ دن اور مقدمہ کو طوالت دینے کی خاطر اور مستغیث کو تنگ کرنے کی غرض سے گواہان استغاثہ کو دوبارہ طلب کرنے کی درخواست کر دی باوجود یہ کہ جرح وغیرہ میں کچھ کسر نہ رہی تھی چونکہ قانوناً فردِ جرم کے بعد غزمان کا حق ہوتا ہے کہ گواہان استغاثہ کو طلب کرائیں اسلئے مجبوراً عدالت نے بموجب ان کی درخواست کے بعض گواہان استغاثہ کو دوبارہ طلب کیا اور حسب ذیل گواہوں پر دوبارہ جرح کی گئی۔ مولوی محمد جی صاحب، مولوی برکت علی صاحب

منصف بلالہ مولوی محمد علی صاحب ایم اے وکیل گواہان استغاثہ پر جرح مکرر کا مرحلہ بھی طے ہو چکا تو اب مرزا صاحب کے گواہان صفائی کی نوبت پہنچی۔ مزمان کی طرف سے ۲۶ اگست کو ایک لمبی چوڑی فہرست داخل کی گئی جس میں ۲۴ گواہان دور دراز فاصلہ سے بلوانے کی استدعا تھی گواہی میں کئی سیشن جج اور اعلیٰ عہدہ دار بھی ہرج کئے گئے تھے اور حضرت پیر صاحب گولڑی کو بھی لکھایا گیا تھا اور یزاد دیا گیا تھا کہ پیر صاحب کو ضرور طلب کیا جائے اس سے مقصود یہ تھا کہ اگر پہلے پیر صاحب کی طلبی کا منصوبہ پورا نہیں ہوا تو اب ضروری کامیابی ہوگی۔ جب مزم اپنی صفائی میں ایک گواہ کو بلواتا ہے تو عدالت مجبور ہوتی ہے کہ اس گواہ کو بلائے لیکن خدا کی قدرت کہ اس مرحلہ پر بھی مرزائیوں کی مراد پوری نہ ہوئی حاکم نے تمام دور دراز فاصلہ کے گواہوں کو چھوڑ دیا اور پیر صاحب کو بھی ترک کیا گیا۔ صرف گیارہ گواہ جو قریب فاصلہ کے تھے اور جن کے آنے میں زیادہ وقت نظر نہ آتی تھی، بلانا منظور کیا۔ افسوس کہ مرزائیوں کو پیر صاحب کو بلوانے کی نسبت یہ آخری ناکامی ہوئی اور قطعاً مایوسی ہو گئی۔ اب ان کا کوئی چارہ باقی نہیں رہا اور طوعاً و کرہاً انکوار اضیٰ بالرضا ہونا پڑا۔

ولو انه قال مت حسرة لسارعت طوعاً الى امره

شہادت گواہان صفائی

• اکتبر سے شہادت گواہان صفائی شروع ہو گئی جن اصحاب کی شہادت قلمبند ہوئی ان میں سے حسب ذیل اصحاب کے نام ہمیں یاد ہیں۔ ڈاکٹر محمد الدین صاحب لاہوری،

بخشی رام لہایا صاحب مالک اخبار دوست ہند بھیرہ، چوہدری نصر اللہ خاں صاحب پلیدر سیالکوٹ، مولوی غلام حسن سب رجسٹرار پشاور، شیخ علی احمد صاحب پلیدر گورداسپور، ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب، مولوی فیروز دین صاحب ڈسکوی، سید محمد شاہ صاحب پلیدر، منشی احمد دین اپہیل نویس گوجرانوالہ، ڈاکٹر محمد حسین صاحب، خان محمد علی خان صاحب مالیر کوئٹہ، مفتی محمد صادق بھیروی، مولوی حکیم نور الدین صاحب بھیروی، شیخ نور احمد صاحب وکیل، منشی عزیز الدین صاحب پنشنر تحصیلدار، میاں حسین بخش صاحب پنشنر اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ۱۹ اکتوبر تک شہادت گواہان صفائی ختم ہو گئی صفائی اس امر کے متعلق تھی کہ الفاظ استغاثہ سنگینی نہیں خفیف ہیں کہ مستغیث کی نسبت مزمان کو ایسا کہنے کا حق تھا۔ گواہان اگرچہ بڑے بڑے قابل شخص وکیل ڈپٹی وغیرہ تھے لیکن اس بات کے موافق و مخالف معترف ہو گئے کہ مولوی کرم الدین صاحب مستغیث جس وقت جرح کرتے تھے گواہان حیرت میں رہ جاتے تھے مولوی فیروز الدین صاحب ڈسکوی کی شہادت کے وقت یہ عجیب لطف ہوا کہ جو معافی آپ نے شہادت میں حسب مدعا مزمان لکھائے ان کے برخلاف ان ہی کی مصنفہ کتاب اخات فیروزی سے فاضل مستغیث نے معنی دکھا کر انکی تردید کی۔ اور محضر بیٹ صاحب نے مولوی فیروز دین سے پوچھا کہ آپ کے یہ معنی صحیح ہیں جواب لکھائے ہیں یا وہ جو کہ نجات فیروزی میں ہیں؟ اس وقت تیارہ مولوی کچھ دیر تو سکوت میں رہا آخر بتایا کہ یہ صحیح ہیں جو میں نے اب لکھائے ہیں اپنی کتاب کے لکھے ہوئے کو شہادت کی خاطر اپنے منہ سے غلط کہنا پڑا۔ ایسا ہی بعض دیگر گواہوں کی شہادت میں عجیب لطیفے ہوتے رہے چونکہ گواہوں کے بیانات بہت ہی طویل ہوئے ہیں ان کے نقل کرنے سے طوالت ہوتی ہے اس لیے باقی

گواہوں کے بیانات کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔ ہاں حضرت مولوی حکیم نور الدین صاحب کا بیان ضرور لکھنے کے قابل ہے اور اسکے پڑھنے سے ناظرین بہت کچھ دلچسپی اٹھائیں گے۔ اسلئے ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

نقل بیان مولوی نور الدین صاحب

نور الدین ولد غلام رسول قریشی عمر ۶۵ سال پیشہ طبابت سکنہ قادیان بھواب
وکیل نزمان میں بارہ سال سے قادیان میں رہتا ہوں اس سے پیشتر بھوپال وجہوں میں نوکر
تھا طبیب تھا جہوں میں میری تنخواہ ماہوار مالہ سے سنتمارے روپیہ تک تھی یعنی مالہ سے
سمار تک ہو گئی عربی کی معلومات میری اس حد تک ہیں جسکا نام ندارد۔ مکہ مدینہ،
یمن وغیرہ میں تعلیم پائی تدریس کرتا ہوں ہر ایک قسم کے علوم جو عربی میں پڑھاتا ہوں کہ
کذاب کے معنی جھوٹا ہے بروزن فعال۔ مفعال بھی مبالغہ کا وزن ہے اگر ایک فعل، ایک
وقت کے بعد دوسرے وقت کیا جائے تو اس کے لیے فعال آتا ہے اگر عادت کے طور پر کیا
جائے تو اس کیلئے مفعال آتا ہے (روئے شرح حماسہ تہریزی) اسکو ہم نحو لغت میں معرفت
تامہ بھی ہے۔ بہتان کے معنی ہے جا الزام کے میں لئیم کے معنی بخیل وغیرہ کریم کے ہیں
اسلام نے لئیم کے لفظ کو محدود معنوں میں استعمال کیا ہے۔ لئیم کے معنی خلاف تقویٰ
ہے۔ غیر متقی، جھوٹ بولنا بہتان لگانا خلاف تقویٰ ہیں لئیم صفت مشبہ ہے صفت مشبہ اس

۱۔ دلو کی وجہ سے اس بیان میں جو یہ قدرہ معاً تقریباًست ہند گنیا پر تھائی ہوگی، نہ ۵۰ نہ ۶۰ نہ ۷۰ نہ ۸۰ نہ ۹۰ نہ ۱۰۰ (۱۰۰ اظہار موصوفیہ مفیدہ مذکور) اب جیسے مورچہ پکھلتا ہے، کا صریح جھوٹ ہے، اس بیان میں تحریف ازستہ کے بعدوں کی ضمیر لکھتے چلا بیٹا۔

۱۔ ہر ایک انسان کی مصروفیت کی کوئی حد ہوتی ہے، لا بیحیظونہ یعنی من عینہ سرانے۔ ادا بین کی صفت ہے، مولوی صاحب کی عربی مصروفیت جن کا: مسند اراک کی نسبت سبوں لگتی ہے کہ ان کا وجود ہی نہیں۔

۲۔ ہم سبوں انکار کریں کہ مدینہ منورہ بیت المقدس میں بھی آپ تعلیم پڑھتے رہے ہو، لیکن آخری تقدیم نے ہولہ دیوس میں آپ نے وہی سب کو کائنات لہم یکس کردیا۔ ع۔ ہ کہہ دیں، تکب وخت نکسے شہر۔

صفت مشتق کو کہتے ہیں جسکو اسم فاعل کیساتھ تشبیہ دی گئی ہو۔ صفت مشبہ اور اسم فاعل میں یہ فرق ہے اول فاعل کے وزن پر آتا ہے نہ حرفی لفظوں میں جو فاعل کے وزن پر نہ ہو وہ صفت مشبہ ہوتا ہے دوسرا صفت مشبہ میں زمانہ حال میں وہ معنی موجود ہو ماضی اور استقبال میں ہوں یا نہ ہوں۔ سراج الاخبار میں نے پہلے پڑھا ہے غالباً دو سال ہوئے کاتب مضمون کا چال و چلن مجھے بہت نا پسند ہوا اور انفسوس ہوا کیا بلحاظ الفاظ کے اور کیا بلحاظ کارروائی کے وہ الفاظ کذاب الیم بہتان باندھنے والا کا مصداق بھی میری رائے میں ہے۔ (الحکم ۷ اکتوبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۵۴، ۵۵ دکھائے گئے) دو سال سے زائد عرصہ ہوا میں نے ۳۰ یہ خطوط قادیان میں پڑھے تھے تاریخ سننے خطوط کی معلوم نہیں نہ یہ کہ کتنے دن بعد پہنچنے کے ۶ اور ۱۳ اکتوبر کے سراج الاخبار پہنچنے کے بعد اکثر ذکر آتا تھا۔ میں نے یہ کتاب مواہب الرحمن پڑھی ہے مثل عربی خوانوں کے جو اس کتاب کو سمجھ سکتے ہیں میں کہتا ہوں کہ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ مجھے خدا نے خبر دی ہے۔

۱..... ایک لیم اور بہتان والا آدمی کے متعلق۔

۲..... وہ تیری آبروریزی کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔

کتاب صرف بالتمام اس مسئلہ میں متفق ہیں کہ اسم فاعل میں حدوث ہوتا ہے اور صفت خبر میں ثبوت پھر اس کے الٹ یہ کہنا کہ وقت یہ کہ کا اطلاق زمانہ حال کے دو سے ہوتا ہے، باقی دو استقبال میں وصف ہو یا نہ ہو کہ مدید یعنی وغیرہ کی تعلیم کی راہ نہیں بلکہ قادی و درجہ کی تعلیم کا فیضان ہے۔

۱۔ مولوی صاحب اپنے اس بیان میں جو بمقدور ملے اسے لکھایا مضمون مراجع الاخبار کا صرف مرزا صاحب کی مجلس میں ذکر ہونا بیان کرتے ہیں اور کہ انگو ایک شخص کہ اخبار مرزا علی کی مجلس میں پڑھا بھی گیا یا نہیں۔ آپ آپ لکھاتے ہیں کہ انہوں نے اذہن تھا یا نہ ہے جنہوں نے پڑھا۔

مولوی صاحب پہلے بیان میں لکھتے ہیں کہ میں نے اس وقت خط کو نہیں دیکھا اس خط کا مضمون جو پڑھا گیا تھا یہی ہے جو کہ مکشوم نے اب پڑھا ہے۔ آپ آپ اسکو بر خلاف فرماتے ہیں کہ میں نے یہ خطوط کایاں میں پڑھے تھے یہ ہے مولوی صاحب۔

۳..... آخر وہ تیرا نشانہ بنے گا۔

۴..... کہ اس نے تین حامی تجویز کئے ہیں جنکے ذریعہ سے تیری اہانت ہو۔

۵..... کہ میں ایک محکمہ میں حاضر کیا گیا ہوں۔

۶..... آخر میں نجات ہوگی۔

یہ واقعات بالکل الگ الگ ہیں اسکو پڑھ کر یقین نہیں ہو سکتا کہ کس بات کی بابت یہ بیان ہے کرم الدین کے نام سے بھی یقین نہیں ہوتا اگر واقعات اور اخباروں کو مد نظر نہ رکھا جائے۔ صفحہ ۱۳۰ پر استغاثہ کا پتہ لگتا ہے بعد آخری سطر صفحہ ۱۲۹ کے یہ پتہ لگتا ہے کہ کرم دین نے سلب امن کا ارادہ کیا ہے۔ اور اس ارادہ کے بعد اس نے استغاثہ کی تجویز کی ہے اور دکاء کیلئے کچھ مال رکھا گیا ہے اور کچھ لوگوں کو اپنے ساتھ ملایا ہے واقعات کے لحاظ سے میں نے یہ سمجھا کہ لئیم اور بہتان باندھنے والا خطوط اور سراج الاخبار سے پیدا ہوتا ہے اور آبروریزی کا ارادہ انہی خطوط و اخباروں کا نتیجہ ہے آخر وہ نشانہ بنا ہے اس مقدمہ سے جو اس پر کیا گیا ہے مرزا صاحب جہلم گئے تھے آخر نجات مقدمہ کے بعد دی گئی۔ قضیہ سے مراد وہ معاملہ ہے جس کا ذکر صفحہ ۱۲۹ پر ہے اور نیز خطوط و اخبار انبا کے معنی خبر دینا ہے انباء واحد ہے۔ پھر کہا کہ ضمیر واحد ہے انبا جمع ہے اس لفظ سے کم سے کم تین پیشگوئیاں ہو سکتی ہیں۔ کسی محاورہ میں دو بھی آ سکتے ہیں بعض انباء ظاہر ہو چکی ہیں صفحہ ۱۲۹ پر مقدمہ کے متعلق پیشگوئیاں یہ ہیں۔

۱..... آبروریزی مقدمہ کے ذریعہ۔

۲..... کرم الدین کا مدعا علیہ ہونا۔

۳..... مرزا صاحب کا اس محکمہ میں حاضر کیا جانا۔ صفحہ ۱۳۰ پر قضیہ جس کا ترجمہ مقدمہ ہے وہ اس پیشگوئی کے متعلق ہے جو پہلے بیان کی گئی ہے یعنی ۶ پیشگوئیاں لفظ ضم کے معنی پھر کے

ہیں۔ ف کے معنی پس ہیں۔

بحواب مستغیث

میں نے پیشتر مستغیث کے مخالف کی طرف سے گواہی دی تھی اس کا اپورا علم نہیں ہے کہ وہ مقدمہ خارج ہو گیا۔ جنوں میں مجھے حکم دیا گیا تھا کہ چلی جاؤ شاید تین دن کے اندر میں نے عربی کا کوئی امتحان نہیں دیا میرے وقت میں کوئی امتحان نہ تھے۔ میں نے یہ کہیں نہیں دیکھا کہ عادی جھوٹے کو کذاب کہتے ہیں ایسے شخص کو مکذب بولیں گے ابن خلقان نے کہا ہے۔ میں نے ابن خلقان میں بھی دیکھا ہے میرے نزدیک دو دفعہ جھوٹ بولنے سے کذاب ہے ہو جاتا ہے کتاب تبریزی میں اس کا ترجمہ: وقتاً بعد وقت جھوٹ بولے۔ کاذب کا لفظ وسیع اور کذاب کا خصوصیت رکھتا ہے کاذب تھوڑا یا بہت بولنے والے کو کہیں گے خواہ جھوٹ بولے یا ایک یا دو سے زیادہ۔ کذاب دو دفعہ جھوٹ بولنا ضرور ہے جو

۱ جس مقدمہ کی نسبت خود بدولت گواہ ہوں اور آپ کا ہم وطن مجلس بھائی فضل دین بھیروی مستغیث ہو اور جسکی نسبت فتح نصرت کے الیاء ت روڈ دائری مقدمہ سے برس رہے ہوں اور جس میں مرزا صاحب آپ کے مرشد نے ۵ گھنٹہ کھڑے ہو کر شہادت دی ہوا تھے خارج ہونے کی نسبت آپ کو پورا غم نہ ہو۔ کیوں نصرت اسکو سفید جھوٹ سے تعبیر کیوں نہ کیا جائے اس مقدمہ کے خارج ہونے پر قادیان میں کئی روز موگہ رہا ہوگا اور آپ خود دیکھا ہے کہ جب کہ مرزا علی کی مجلس میں روزانہ آپ کی ماضی ہوتی ہے پھر یہ کس طرح مان لیا جائے کہ آپ کو اس کے خارج ہونے کا پورا علم نہیں ہوا۔ یہ ہے جھوٹ نمبر ۳۔

۲ جس ماز دست کا یہ انجام ہوا ہو کہ لازم کے خلاف شاہی حکم صادر ہو کہ تین دن کے اندر ہزاران پتھروں سے نکل باؤ اور اسکا پورہ رتہ کر کے ایک فراموش شدہ ذلت کو از سر نو تازہ کیا جائے۔

۳ بہت اچھا لیکن قبل یہ تو فرمائیے کہ آپ کے علمی بیان میں اگر وہ سے زیادہ جھوٹ ثابت ہوں جیسا کہ اوپر کی گنتی سے واضح ہے اور آئندہ بھی آئیں گے تو پھر آپ کو بھی کذاب کا خطاب دے دینا ہو جب آپ کے اس قویٰ کے نادرست تو نہیں؟

ہرک باد۔

شخص سو قلعہ جھوٹ بولے وہ بھی کاذب ہے اور کذاب بھی ہے۔ کریم رحیم خدا کی صفات ہیں۔

یہ لفظ صفت مشہد ہیں خدا کو کریم بلحاظ حال کے کہا جاتا ہے صرف لفظ کریم سے دوام نہیں نکلتا یوسف کو پیغمبر صاحب نے اپنی حدیث میں کریم بلحاظ حال کے کہا ہے، قبل و بعد کا تعلق نہیں ہے۔ پیغمبر صاحب کے وقت میں یوسفؑ موجود تھے۔ کذاب لکیم بہتان

۱۔ اے غضب مولوی صاحب نے ایسا کہنے کی جرات کی ہے ایک جاہل سے جاہل شخص بھی اس بات سے واقف ہوگا کہ خدا تعالیٰ زمانہ حال میں ہی کریم نہیں بلکہ پہلے بھی تھا اور آئندہ بھی رہے گا۔ جیسا کہ اسکی ذات ازلی ابدی ہے ویسے ہی اسکی صفات پاک بھی ازلی ابدی ہیں پھر اس سے بڑھ کر جھوٹ کیا ہوگا کہ خدا پاک و صرف بلحاظ زمانہ حال کریم کہا جائے۔ جسکا صاف یہ معنی ہے کہ پہلے کریم نہیں تھا اور آئندہ بھی نہیں ہوگا۔ کیوں حضرت یہ کہہ دیتے، یمن کی قیام کا اثر ہے یا درگاہ دارالامان قادیان کا؟ آپ ایسے فاضل وقت کے مد سے ایسا کلمہ نکلتا نہایت ہی سخت انوس کے قابل ہے۔ آج یہ مجبوری صرف اس لیے پیش آئی کہ صفت مشہد کی نسبت آپ نے الٹا قاعدہ ایجاد کیا کہ اسے اصرار موصوف پر بلحاظ زمانہ حال کے ہوتا ہے اسلئے آپ یہ کلمہ کفر کہنے پر مجبور ہو گئے کہ خدا کو بھی کریم بلحاظ زمانہ حال کے کہا جاتا ہے اس کے خلاف اگر کہتے کہ خدا تعالیٰ ہر زمانہ میں کریم ہے تو قاعدہ مختصر و مفید تھا مولوی صاحب نے یہ خیال کر کے کہ خواہ راستی کا خون ہو، ایمان کو نقصان پہنچے لیکن قاعدہ موضوعہ نہو نے ایسا کلمہ کہنے کی جرات کی ہے۔ مرزا امیر الانصاف سے کہنا کیا اب بھی مولوی صاحب سے اس قول میں آپ مشتق ہو گئے کہ خدا تعالیٰ صرف بلحاظ زمانہ حال کے ہی کریم ہے۔ انوس! مولوی صاحب کی اس جرات پر رونا چاہیے۔ یہ ہے جھوٹ نمبر ۵۔

۲۔ ایک زید و شد حضرت یوسفؑ ہمارے رسول اکرم ﷺ کے زمانہ سے کئی صدیاں پہلے فوت ہو چکے تھے پھر آپ ان کو کریم بلحاظ زمانہ حال کے کسی طرح کہتے تھے۔ مگر مولوی صاحب کیا کرتے قاعدہ کو قائم رکھنا تھا۔ گو دنیا آپ کی ایسی بے گئی و نواں پر کیوں نہ لے۔ شرم۔۔۔ یہ ہے جھوٹ نمبر ۶۔

۳۔ اسی حضرت آپ ہوش میں تو ہیں کیا فرما رہے ہیں فاضل مولوی (مستغیث) کی جرح نے ایسا رب و الہا کے حکم الامامہ صاحب کے ہوش ٹھکانے نہ رہے۔ مولانا یوسف پیغمبر کے زمانہ میں موجود نہیں تھے بلکہ ان کو فوت ہوئے کئی قرن گذر چکے تھے آپ کی تحریر ملی کہ تو سارا پردہ ہی فاش ہو گیا۔ ج

بہت شور مٹتے تھے پہلو میں دل کا جو چیرا تو اک قطرہ خون نہ لگا

یوسف کا پیغمبر صاحب کے وقت میں موجود ہونے کا کوئی ایک ایسا جھوٹ ہے جو ہزار جھوٹوں سے بھی زیادہ وزن رکھتا ہے۔ یہ ہے جھوٹ نمبر ۷۔

بڑے سخت تو ہیں کے کلمات ہیں۔ میں سراج الاخبار کا خریدار نہیں ہوں تاریخ پہنچنے سراج الاخبار کی قادیان میں یاد نہیں۔ میں نے اخبار سنا اور پڑھا تھا خطوط ۲ میں نے دیکھے تھے تاریخ یاد نہیں خطوط اخبار سے پہلے دیکھے تھے۔ تعداد خطوط یاد نہیں۔ کرم دین وہ لکھا ہے جس کے ہاتھ پر تقدیر خدا کی ظاہر ہوئی۔ وہ تقدیر وہ ہے جس کا ذکر پہلی سطور میں ہے یعنی جو خواب کے ذریعہ سے مرزا صاحب کو ظاہر ہوئی۔ امور متذکرہ خواب میں عدالت میں پکڑے ہوئے جانا شامل ہے اسکا ظہور بھی اسی کرم دین کے ہاتھ پر ہوا عدالت میں پکڑے ہوئے جانا بذریعہ استغاثہ کے ہوتا ہے اب پتہ لگ گیا کہ کرم دین وہ ہے جس نے استغاثہ مرزا صاحب پر کیا اور اس میں مرزا صاحب عدالت میں گئے آگ میں جانا اور دن کو رات کرنا متعلق ارادہ ہیں جو ارادہ متعلق مقدمہ خطوط و اخبار کے ہے۔

معلوم کرنے کے وقت بھی آدمی جمع کئے جاتے ہیں واقعات کے لحاظ سے استغاثہ سطر ۲ صفحہ ۱۳۰ سے مراد اس استغاثہ کی ہے جو جہلم میں کیا گیا تھا بوقت تصنیف اس کتاب مواہب الرحمن کے وہ استغاثہ دائر تھا۔ نشانہ بننے سے مراد یہ ہے کہ اس پر کوئی بات آنے والی اور وہ آبروریزی کے بعد یہ معنی نہیں ہیں کہ نشانہ بن گیا۔ ۱۳ جولائی ۱۹۰۳ء کو واقعات کے رو سے کرم دین نشانہ بن چکا تھا یعنی اس کے اوپر بھی ایک مقدمہ کیا گیا تھا۔ مرزا صاحب کو نجات ہوئی کرم الدین کو جس غرض کا نشانہ بنا تھا اس سے نجات نہیں ہوئی۔ صفحہ ۱۲۹ پر ذلک اشارہ واحد ہے اسکی تصمین خواب میں نہیں ہوئی واقعات نے تصریح ۱۔ حالانکہ آپ پہلے بیان مقدمہ ۷۷ صرف اخبار کے مضمون کا ذکر سننا لکھا ہے جس۔ اب اخبار، ث اور چرچا تھا کہنا اس کے متعلق ہے۔ جھوٹ نمبر ۸۔

۲۔ یہ قول آپ کا آپ کے بیان جو کتاب میں مذکور ہوا، کے خلاف ہے۔ جھوٹ نمبر ۹۔

نہیں کی کہ کیا ہیں واقعات کے قرائن نے بتلایا کہ شہاب الدین پیر صاحب اور ایڈیٹر سراج الاخبار یہ تین مددگار ہیں۔ ارادہ تو بین ہوا بذرِ ریعہ خطوط اخبار اور مقدمہ بہ مقام جہلم کتاب سے کسی مددگار کا پتہ نہیں لگتا۔ وکیل! مددگار نہیں ہوا کرتے اگر کوئی بے ساری عمر میں تین جھوٹ بولے تو اسکو کذاب کہیں گے۔

بجواب وکیل ملزمان

یوسف کو کریم بلحاظ حال کے سمجھ کر کہا گیا۔ عربی میں ظہور کے معنی مشاہدہ کے نیچے آ جانا۔ کرم دین کا تعین واقعات کے رو سے میں نے کیا ہے۔ متعلق عدالت میں حاضر ہونے کے جس غرض کیلئے کرم دین نشانہ بنا تھا اس سے نجات نہیں ہوئی اس سے مراد یہ ہے کہ خط اور مضمون اخبار کرم دین کا قرار دیا گیا۔ العبد نور الدین۔

دستخط: حاکم

بجواب عدالت

جب کوئی عربی لفظ اردو میں استعمال کیا جائے تو کبھی اسکے معنوں میں فرق پڑنے کا اور کبھی نہیں ہر لفظ کی نسبت ایسا نہیں ہے کہ میں مرزا صاحب کا مرید ہوں قریباً ۲۰ سال سے اردو قواعد انوں نے عربی کی اصلاحیں کی ہیں اور بہت کچھ عربی کے مطابق کرنے

۱۔ یہاں ایک بدیہی امر کا انکار کیا گیا ہے ساری دنیا جانتی ہے کہ وکیل موکل کا مددگار ہوتا ہے، اس بات پر کسی دلیل دینے کی ضرورت نہیں، لیکن مکہ مدینہ وغیرہ کے تعلیم یافتہ حکیم الامت صاحب فرماتے ہیں کہ وکیل مددگار نہیں ہوتے۔ یہ ہے جھوٹ نمبر ۱۰۔ (ملک عشرۃ کاملہ)

۲۔ حضرت بے ادبی معاف، جب ساری عمر میں تین دفعہ جھوٹ بولنے والا کذاب ہوتا ہے تو آپ نے صرف ایک روز میں (اور شاید ایک گھنٹہ کے اندر) عشر کا نام تک نمبر حاصل کئے ہیں پھر آپ کے لئے کونسا خطاب تجویز کیا جائے جو کذاب سے کچھ زیادہ فضیلت رکھتا ہو، اور ابھی آپ کے پہلے بیان ظنی کے نمبر شمار میں نہیں آئے، ان کی گنتی ان شاء اللہ تعالیٰ اس فہرست اکاذیب میں آئے گی جو آخر میں درج ہوگی۔

کی کوشش کی۔ العبد نور الدین۔

دستخط: حاکم

اب ہم مولوی صاحب کا وہ حلفی بیان بھی درج کر دینا مناسب سمجھتے ہیں جو آپ نے مقدمہ ۴۱۷ تعزیرات ہند بحیثیت گواہ استغاثہ عدالت میں دیا۔

نقل بیان مولوی نور الدین صاحب گواہ استغاثہ مقدمہ ۴۱۷ تعزیرات ہند

مرجوعہ ۲۱ جنوری ۱۹۰۳ء، فیصلہ نمبر ۱۰۵۲، نمبر مقدمہ ۵۱/۲

حکیم فضل دین ولد کرم دین سکندریہ قادیان تحصیل بنال ضلع گورداسپور مستثنیت

بیان گواہ استغاثہ باقرار صالح، نور الدین ولد غلام رسول قوم قریشی سکندریہ قادیان عمر للحدس سال پیشہ طبابت قریباً بارہ سال سے میں قادیان میں مقیم ہوں اس سے پہلے میں بھیرہ ضلع شاہپور میں تھا وہاں میرا اصلی وطن تھا پہلے میں جموں میں ملازم تھا خاندان شاہی کا طبیب تھا پندرہ سال میں طبیب شاہی رہا تھینا ہزار روپیہ ماہوار میری آمدنی تھی تنخواہ سرکاری ۵۷۵ روپیہ تھی اس سے پہلے ریاست بھوپال میں ملازم تھا وہاں بھی خاص بیگم صاحب کا طبیب تھا۔ جب سے قادیان میں رہتا ہوں، بہت سی ریاستوں نے مجھ کو ملازمت کے لیے کہا، مجملہ ان کے بہادپور کی ریاست ہے وہ مجھ کو بطور تنخواہ کے ۵۰۰ روپیہ ماہوار اور بہت سی زمین دینا چاہتی تھی، میں نے منظور نہیں کیا۔ صرف اس وجہ سے کہ میں مرزا صاحب کے پاس رہنا چاہتا تھا۔ ملزم کرم دین سے میں واقف ہوں ان دنوں جب میں جموں میں تھا اور الگ ہونے والا تھا کرم دین ملزم میرے پاس تشریف لائے تھے میرے پاس کچھ دن رہے طبابت پڑھنے کے واسطے یاد پڑتا ہے، آئے تھے۔ جب میں قادیان میں آیا تو گا ہے گا ہے وہ مجھ کو خط لکھا کرتے تھے۔ میں خطوط کی، جوان کی طرف سے آئے تعبد نہیں

ہو سکتا۔ انکی طرف سے جو خطوط آتے تھے بمقابلہ اپنے خطوط کے جو میں انکو لکھتا تھا لمبے ہوتے تھے۔ یہ اخبار میں نے دیکھا الحکم ہے، یہ اخبار قادیان سے نکلتا ہے، جو کچھ اس اخبار میں میری نسبت لکھا ہے وہ بہت صحیح ہے۔ (یہ اخبار ۱۷ دسمبر ۱۸۹۹ء ہے) میں کرم دین کے دستخط پہچان سکتا ہوں۔ پی نمبر ۱۲، پی نمبر ۱۳ کا معہ لفاظ مولوی کرم دین کے دستخط ہیں، پی نمبر ۱۴ کا بھی مولوی کرم دین کے دستخط ہیں، پی نمبر ۱۵ اور پی نمبر ۱۶ ایک ہی ہاتھ کے لکھے ہوئے ہیں جو ایک خط موضع بھین سے قادیاں میں آیا ہوا ہے۔ مجلس میں پڑھا گیا یہ مولوی کرم الدین کی طرف سے تھا مولوی عبدالکریم نے پڑھا تھا۔ میں نے اس وقت خط کو نہیں دیکھا اس خط کا مضمون جو پڑھا گیا تھا یہی ہے جو پی نمبر ۱۷ میں ہے اور جس کو میں نے اب پڑھا ہے۔ اس خط کے مضمون پر عملدرآمد ہوا۔ اس خط کو یقینی سمجھا گیا۔ اس وقت مرزا صاحب نے کہا کہ کسی کو جانا چاہیے تب حکیم فضل دین ایک ہمارے بھائی ہیں جو مقدمہ میں مستغنیث ہے۔ انہوں نے کہا اس خدمت کو میں اپنے ذمہ لیتا ہوں پھر وہ چلے گئے اس سے پہلے حکیم فضل دین کا ارادہ قادیان کو چھوڑنے کا نہیں تھا جس طرح سے میں اپنا رہنا وہاں ضروری سمجھتا ہوں اس طرح سے اسکا رہنا وہاں ضروری ہے حکیم فضل دین قادیان میں مستقل رہتے ہیں مطیع ضیاء الاسلام کا مالک حکیم فضل دین ہے جہاں تک مجھ کو معلوم ہے اس مطیع کے نفع نقصان سے اور کسی کو کچھ تعلق نہیں ہے ایک کتاب نزول المسیح اس مطیع میں چھپی تھی کن ایام

میں چھپی تختی معلوم نہیں ہے۔

سرتقہ تصنیف میں اسکو کہتے ہیں کہ کسی ایسے شخص کا کلام جو وہ مشہور نہ ہو اور اس کا کلام بھی مشہور نہ ہو ایسی جماعت میں پیش کیا جائے جو اس پیش کرنے والے کی نسبت خیال کر سکیں کہ اسی متکلم کا کلام ہے اس نے کسی اور سے نہیں لیا۔ لیکن جب کوئی کلام اس متکلم کے سوا کسی اور شخص کا کلام مشہور ہو اور وہ متکلم بھی مشہور تو پھر اس کلام کو اپنے کلام کے اندر لانا سرتقہ نہیں ہو سکتا۔ متکلم کا ذکر کرنا خوبی نہیں ہوتا ہے۔ ملزم کے مضمون مندرجہ سراج الاخبار مؤرخہ ۶ اکتوبر میں جو فقرات عربی اور فارسی کے درج کئے گئے ہیں انکو سرتقہ نہیں کہہ سکتے کیونکہ وہ فقرے مشہور ہیں اور ان کے متکلم مشہور ہیں۔ میں نے سیف چشتیائی پی آر نمبر ۵ اور اعجاز المسیح پی نمبر ۶ کے نوٹوں کا مقابلہ کیا ان نوٹوں کی نقل سیف چشتیائی میں قریباً برابر ہے سیف چشتیائی کے چھپنے سے پہلے جو مضمون جونوٹوں میں ہے میں نے قطعاً کہیں نہیں دیکھا۔

سوال: اعجاز المسیح کے نوٹ اگر سیف چشتیائی کے مصنف کے تہ ہوں اور یہ فرض کیا جائے کہ ان کے لکھنے والا مصنف چشتیائی نہیں ہے تو یہ سرتہ ہے کہ اقتباس؟

جواب: سرتہ ہے کیونکہ وہ کلام مشہور نہیں ہے

جوج: میں نے اپنے وطن کی سکونت بالکل ترک کر دی ہے اور فضل دین صاحب نے بھی جو مستغیث ہیں ترک کر دی ہے میں نے اپنی مذہبی اصلاح کیلئے بہت ضرورت سمجھی کہ یہاں

۱۔ دینا آجکی بات وقت و فضیلت کی تو ایک دینا خاکل کھجی لیکن سر نہ کی یہ نرالی تحریف کر کے آپ نے ایسی خست غیہ معتقد کر دیا مگر نے تو یوں ہی معافی کی ساری کتابیں چھان ماریں آج کی یہ تحریف اور شہرت و عدم شہرت کی قیود کھینچ نہیں دیتیں آپ نے مطلب اگر ہر شدنی کا نام لیا تھا سو مظلوم میں تو یہ تعریف ہرگز نہیں۔ مرشدی کی سمجھ نہیں آتی کہ اس کا معنی آپ کے مرشد مرزا صاحب مراد ہیں کہ کسی کتاب کا نام ہے اس کے کوئی کتاب معافی کی دینا نہیں میں ہے۔ مولانا پر فرض ہے کہ مرشدی اور اکبر انمولی کتابیں ہیں اور ان میں سر نہ کی یہ سن گفت تحریف ہے تو دیکھ لیں اور اپنے ذمہ سے یہ غلط بیانی کا وہیہ اٹھا لیں۔

قادیان میں رہوں وطن میں وہ اصلاح نہیں ہو سکتی تھی جو یہاں ہو سکتی تھی اور ہوتی ہے۔

سوال: وکیل ملزم۔ یہاں کیا اصلاح ہوتی ہے؟ وکیل مستغیث اعتراض کرتے ہیں۔

فیصلہ: یہ سوال بہت مبہم ہے اور اس کا جواب طول طویل بحث ہوگا اسلئے نامنظور دنیا کے رشتہ داروں سے میں مرزا صاحب کو بڑھ کر سمجھتا ہوں مرزا صاحب کے پاس دو دفعہ میں حاضر ہوتا ہوں انکے ساتھ چار نمازوں میں بھی شریک ہوتا ہوں ان میں سے دو دفعہ زیادہ حاضر ہونے کا موقع ملتا ہے ان دو وقتوں میں اس کو بھی وہاں دیکھتا ہوں میری شادی عالی میں مرزا صاحب شریک تھے۔ مجھ کو اس بات کا پورا علم نہیں ہے کہ مرزا صاحب نے تحریک کر کے یہ شادی کرائی میں مرزا صاحب کا مرید ہوں اور مستغیث بھی ان کا مرید ہے۔ میں مرزا صاحب کے احکام کی تعمیل خدائی حکموں اور محمد رسول اللہ ﷺ کے حکموں اور اپنی جسمانی ہی سخت ضرورتوں کی ماتحت پسند کرتا ہوں اگر ماتحت نہ ہوں تو تعمیل ضروری نہیں سمجھتا ہوں مرزا صاحب نے مجھ کو کوئی خطاب عطا نہیں کیا ہے۔ حکیم امت میرا خطاب نہیں ہے مرزا صاحب کو جو لوگ برا کہتے ہیں انکو میں اچھا نہیں سمجھتا، میں ایسے مسلمان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا، سلام میں علیک گوان سے کرتا ہوں ایسے شخص کا جنازہ جو مرزا صاحب کو برا کہتا ہے میں مرزا صاحب کی ہدایت کے مطابق پڑھوں گا یعنی اگر مرزا صاحب فرمادیں

۱۔ حرکت کا معنی سمجھ میں نہیں آیا راہِ شریعت فرما دیجئے گا۔

۲۔ پھر مرزا جی کا وہ قول درست نہ نکلا جو از الدوام فتح اسلام وغیرہ میں آپ کی نسبت درج فرماتے ہیں کہ آپ نے اپنا مال و جان و عزت مرزا صاحب پر قربان کر دی ہوئی ہے جسمانی ضروریات کو آپ نے اپنے رسول (مرزا جی) کے احکام پر مقدم رکھا تو پھر آپ کا ایمان ان سے صدیقی اور فاروقی ایمان کے درجہ کو نہ پہنچا۔

۳۔ پھر آئینہ کلمات میں جلی قلم سے فاروقی اور ایمانی از الدوام میں لکھا محض غلط ہوا اور حکیم الامت کی قید تو انکم کے برہنہ میں لگی ہوئی ہوتی ہے۔

۴۔ سلام علیک کرنے میں ہمیں آپ مرزا جی کے فرمان ہیں، ان کا تو حکم ہے کہ خالقوں سے نہ سلام دو نہ لو۔ دیکھو انکم

گے تو پڑھو گے ورنہ نہیں پڑھو گے۔ مرزا صاحب کے الہام اور پیشگوئیوں کو میں سچا سمجھتا ہوں اور ان کو یعنی الہام اور پیشگوئیوں کو منجانب اللہ سمجھتا ہوں میں شام کے وقت اور ظہر کے وقت ضرور مرزا صاحب کے پاس جاتا ہوں۔ خطوں کا قاعدہ یہ ہے کہ خط کئی قسم کے آتے ہیں بعض خطوں کا جواب مرزا صاحب گھر کے اندر دیتے ہیں اور میں اسکی اطلاع کبھی نہیں ہوتی اکثر خطوط مولوی عبدالکریم کے سپرد کرتے ہیں جن کو پڑھنے کا میں عادی نہیں ہوں۔ جو خط مرزا صاحب کے نام خطوط ہوتے ہیں سب انکو ملتے ہیں بعض خطوط بغیر پڑھنے کے اور بعض پڑھ کر مولوی عبدالکریم کے سپرد کرتے ہیں وہ جواب لکھتے ہیں انکی اطلاع مجھ کو نہیں ہوتی بعض بعض خطوط کا مجلس میں ذکر آتا ہے جو ذکر مرزا صاحب یا مولوی عبدالکریم کرتے ہیں بعض وقت زبانی ذکر ہوتا ہے اور بعض وقت خط بھی پڑھا جاتا ہے یہ خط اکثر ظہر کے وقت پڑھے جاتے ہیں بعض خطوط کا تذکرہ شام کو بھی آتا ہے۔ قادیان میں میں دو کام کرتا ہوں ایک طبابت کا کام دوسرا درس و تدریس۔ میری طبابت کی فیس سالانہ پانچ چھ سو روپیہ کے قریب ہوتی ہے یہ سال گزشتہ کی آمدنی بتائی ہے محرم سے لیکر محرم ایک سال سمجھتا ہوں۔ مدرسہ کا کام مرزا صاحب نے میرے ذمہ نہیں ڈالا ہوا۔ مدرسہ کے چندہ کا کام جب سے مدرسہ ہوا ہے کبھی میرے سپرد نہیں ہوا۔ چندہ میرے نام کبھی نہیں آتا۔ ایک شخص محمد رضوی

۱۔ بظہرین مولوی صاحب کا یہ بیان بخود پڑھیں اور پھر یہ مرزا صاحب معتمد طہراری انکم یکس مند بہ صفحہ ۱۱۸ الغایت ۱۵ ابھی پڑھیں جس میں مرزا جی مدرسہ کی آمدنی کی نسبت لکھتے ہیں میں نے سمجھا کہ وہ کام مولوی نور الدین کے سپرد کر رکھا ہے اسی حساب و کتاب رکھتے ہیں اور پڑھنا اور اشہار چندہ دہندگان کو اعلان دی گئی ہے کہ اس کا روپیہ برائے راست مولوی نور الدین کے نام ارسال کریں وہ آمدنی برائے راست مولوی نور الدین صاحب کے سپرد ہو کر ان کو پہنچتی ہے اس آمدنی اور مدرسہ کا خرچ کا حساب و کتاب ان کے پاس ہے وہ حساب و کتاب وضبط ہے اور یہاں سوائے ان کے کسی مدرسہ کا کام مرزا صاحب نے میرے ذمہ نہیں ڈالا ہوا، مدرسہ کا کام جب سے مدرسہ ہے میرے سپرد نہیں ہوا، چندہ میرے ذمہ نہیں آتا۔ کوئی صورت تحقیق کی ہو سکتی ہے تو سمجھئے۔

کبھی کبھی میری معرفت چندہ بھیجتا ہے۔ مرزا صاحب کو جو چندہ آتے ہیں انکا مجھ کو کچھ علم نہیں ہے۔ خط جو مجلس میں پڑھے جاتے ان کے مطالب بعض یاد رہ سکتے ہیں اور رہ جاتے ہیں اور ان آدمیوں کے نام بھی یاد رہ جاتے ہیں۔ مجھ کو اس طرح سے کوئی خط یاد نہیں ہے کہ اس دن جس دن کرم الدین کا خط مجلس میں پڑھا گیا یا اس سے آٹھ دن پہلے یا آٹھ دن بعد ایسے خطوط تاریخوں کے ساتھ کسی شخص کا خط مجلس میں پڑھا گیا ہو میں جنوری ۱۹۰۳ء یا فروری ۱۹۰۳ء میں جو خط مجلس میں پڑھے گئے ان کے مضمون ان تاریخوں کے ساتھ قید کر نہیں بنا سکتا۔ اپریل اور مئی گذشتہ میں ہمارے دوست عبدالرحمن کا خط آیا اور مجلس میں اسکا ذکر کیا گیا اپریل میں آیا یا مئی میں آیا یہ نہیں کہہ سکتا ایک خط اور ایک بار ان ہی گذشتہ مہینوں میں ڈاکٹر اسماعیل اور ان کے خسر کی بیماری کے متعلق آئے تھے اور مجلس میں انکا ذکر آیا تھا کل خط کتنے آئے تھے مجھ کو یاد نہیں ہے۔ جوڑ کے میرے پاس جوں میں پڑھتے رہے ان میں سے بہتوں کے نام یاد ہیں اور بہنوں کے یاد نہیں ہیں جو ہمیشہ میرے پاس رہتے تھے آٹھ دس لڑکے تھے۔ کبھی کوئی چلا بھی جاتا تھا اور کبھی نیا آ بھی جاتا تھا۔ آٹھ دس وہ تھے جو ہمارے یہاں پرورش پاتے تھے باقی بھی میرے یہاں کھانا کھاتے ایسے پانچ چار طالب علم رہتے تھے ان دنوں کے طالب علموں کے نام اس وقت مجھ کو یاد نہیں ہیں جو اس وقت جب کرم دین میرے پاس آئے میرے پاس تھے یہ بھی یاد نہیں کہ وہ کتنی مدت میرے پاس پڑھتے رہے کرم دین نے کوئی کتاب شروع نہیں کی تھی۔ مہینے سے کرم دین میرے پاس ٹھہرے تھے کچھ دن وہ ٹھہرے تھے جسکی تعداد مجھ کو یاد نہیں ہے میرے سامنے کرم دین نے

۱۔ بے لکھ آپ کو میرے ہونکا لیکن مولانا آپ نے اپنے بیان معذرت فرمائی اگر مجلس میں تو چندوں کی نسبت اپنے چہرہ کھنکھایا ہے اور پانچ دنوں کا تذکرہ کر کے قسم چندہ کی قسمیں بھی بتائی ہے اور یہاں بائبل ہے مٹی۔ یہ وہ بات تو جس لکچرہ اعلم بعد علیہ شہداء، خیرین امواتی ص حب کا بیان ہندو ہے آپ ۔۔۔ خط ہمارا دوں کہ مولوی صاحب کی کوئی بات سچی ہے۔

کبھی کبھی نہیں لکھا تھا۔ اس کے بعد کرم دین پھر مجھ کو کبھی نہیں ملا مجھ کو تاریخ یاد نہیں کہ آخری خط کرم دین کا میرے پاس کب آیا۔ یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ کتنی مدت ہوئی کہ انکا آخری خط آیا مجھ کو کرم دین کے خطوط کی تعداد یاد نہیں ہے جو میرے پاس آئے ان طالب علموں میں سے جو میرے پاس پڑھتے بعضوں کے خط میرے پاس آئے غلام محمد جو گلگت میں رہتا ہے اور ایک غلام محمد جو پشاور میں رہتا ہے، ان دو کا مجھ کو یقین ہے کہ ان کے خطوط میرے پاس اب تک آتے ہیں اور کسی کا یاد نہیں ہے۔ جو مریضوں کے خط بھی میرے پاس آئیں اور انکے نسخے بھیجوں انکے نام بھی یاد نہیں رکھتا کیونکہ ضروری نہیں سمجھتا۔ اگر چاہوں تو یاد رکھ سکتا ہوں بہت سے ایسے آدمی ہیں جن کے خط میرے پاس آئے ہوں اور بعد میں سلسلہ بند کیا گیا ہو تو پھر اگر انکا لکھا ہوا میرے سامنے آئے تو میں اسکو اچھی طرح پہچان لیتا ہوں اور پہچان سکتا ہوں۔

سوال: جو خط آپ کے پاس آتے ہیں انکی دوا رشتہ کی کششیں وغیرہ اپنے دماغ میں جمالیے ہو۔

جواب: قرائن مجموعی ہیئت اور مضامین مجمل طور پر میرے دماغ میں جم جاتی ہے جن کو کرر دیکھنے سے میں یقین کرتا ہوں کہ اس پہلے آدمی کا خط ہے سطروں کلمات کی بندش عبارت کا طرز اور حرف کی صفائی یا انکا بالکل بد خط ہونا یا خوش خط ہونا ذہن میں رہ جاتے ہیں۔ بعض بعض آدمیوں کے دوا ر اور کششیں بھی یاد رہ جاتی ہیں اور بعض کے نہیں رہتے جس کے ساتھ کوئی خصوصیت پیدا ہو جاتی ہے ان کے یاد رہ جاتے ہیں۔ خطوں کے ملانے کا مجھ کو موقعہ ہوا ہے چند میرے دوستوں نے میری طرز پر لکھنے کی کوشش کی ہے لیکن میں ان کے خطوں کو تمیز کر سکتا ہوں خطوں کی پہچان کے لیے ایک دفعہ میں سیالکوٹ میں ہصر کے طور پر

ایک سیشن بیچ کے رو برو بلایا گیا تھا بخشی رام لہیا یا مدھی تھا اور وکٹوریہ بیپر کا ایڈیٹر مدعا علیہ تھا۔ کئی ہزار روپیہ کا مقدمہ تھا یا ڈکٹس کئی سال ہوئے۔ نتیجہ اس کا وہی ہوا جو میں نے بتایا تھا جن خطوں کا اس مقدمہ میں مقابلہ کرنا تھا میں نے دیکھے ہوئے تھے کیونکہ ان لوگوں کے خط میرے پاس آتے جاتے تھے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ میرے سامنے ہی لکھتے۔ جو طالب علم میرے پاس پڑھتے تھے ان کے خطوں کی مجموعی بیعت بھی یاد ہے سامنے آجائے تو پہچان لوں ان کا نام بھی نہ لکھا ہوا ہوئے تو بھی پہچان لوں بعض کو پہچان لوں خط اسے نمبر کی حیثیت مجموعی کو میں نے دیکھا میں نے پہچانا نہیں کہ کس کا ہے اس خط کے نیچے میرے دستخطی کچھ لکھا ہوا ہے۔ اعجاز المسیح پی نمبر ۶ کے صفحہ ۶ کے حاشیہ پر جو تحریر ہے میں نہیں پہچان سکتا کہ کس کا ہے پی نمبر ۳ سے پی نمبر ۱۰ تک میں نے پہلے نہیں دیکھے اخیر کے تین خط پی نمبر ۱۱ پی نمبر ۱۲ اور پی نمبر ۱۳ دیکھے تھے پی نمبر ۱۴ اور پی نمبر ۱۵ میں نے پہلے عدالت میں نہیں دیکھے میں نے پی نمبر ۱۱ اور پی نمبر ۱۲ اور پی نمبر ۱۳ کا میلان خط کیا ہے ان کے مضمون کی بندش کلموں کی بیونگی اور طرز ادائے مطلب دیکھ لیا ہے اور یہ تینوں خط ایک کے ہی معلوم ہوتے ہیں ہر ایک شخص کے لیے کلموں کی بیونگی علی العموم مخصوص ہوتی ہے بعض مل جاتے یعنی بعض خط مل جاتے ہیں اسے نمبر ۸۳ اور نمبر ۹ دونوں کا رڈ شاید مولوی عبدالکریم کے ہوں جو قادیان میں رہتا ہے کیوں کہ مجھ کو ان کے خط کی بیعت مجموعی سے خیال آتا ہے کہ یہ کارڈ ان کے ہوں مجھے ان کے بہت دفعہ

۱۔ اسے نمبر ۶ ایک چھٹی ہے منجانب مولوی نور الدین صاحب بن مولوی کرم الدین۔

۲۔ مولوی صاحب پیدل اپنے بیان میں لکھتے ہیں کہ پی نمبر ۳ سے ۱۴ تک سب دستخطی مولوی کرم الدین ہیں اب سوائے پی نمبر ۱۱، پی نمبر ۱۲، پی نمبر ۱۳ باقی کے دیکھنے سے بھی انکار فرماتے ہیں ان ہذا لشی عجاب۔
۳۔ اسے نمبر ۹ کا رڈ ہے منجانب خشی فضل احمد صاحب ایڈیٹر اخبار "پہلوں صدق" بن مولوی کرم الدین اور اسے نمبر ۹ ایک کارڈ ہے منجانب خادم حسین بن مولوی کرم الدین۔

خط دیکھنے کا موقع ملا ہے ان کے خط کی بیعت مجموعی سے مجھے آگاہی ہے۔ اسے نمبر ۱۰ کا رڈ یقیناً مولوی فضل دین مستغیث کا ہے اسے نمبر ۱۱ مولوی فضل دین کا معلوم ہوتا ہے مگر میں ٹھیک نہیں کہہ سکتا اسے نمبر ۱۸، اسے نمبر ۱۹، اسے نمبر ۱۰، اسے نمبر ۱۱، ان چاروں کارڈوں کے صرف پتے دکھائی گئے ہیں۔ نزول المسیح اسے نمبر اپیش کردہ ملزم اور نزول المسیح پیش کردہ مستغیث ان دونوں کا خط ایک ہے، ناکمل بیچ سے بظاہر ایک معلوم ہوتا ہے مگر صفحہ ۸۰ دونوں کا جو میں نے مقابلہ کیا وہ ایک معلوم نہیں ہوتا۔ نیز اس صفحہ پر ایک ہی فیٹ نوٹ دیا ہوا ہے اور دوسرے میں نہیں ہے۔ دونوں کا پیوں کا کاتب صفحہ ۴۰ میں ایک ہی معلوم ہوتا ہے صفحہ ۸۰ اور ۹۰ کے کاتب دونوں کا پیوں کے الگ الگ ہیں۔ اب وقت تنگ ہو گیا ہے خزانہ کے کام کا وقت ہے۔ کل پیش ہوئے۔ ۲۴۔ ۲۶۔ ۱۹۰۳ء۔

دستخط: حاکم

اگر کوئی کتاب پہلے تھوڑی تعداد میں چھاپی منظور ہو اور چھپنی شروع ہو جائے اور پھر زیادہ تعداد کی چھاپی منظور ہو تو میں نہیں کہہ سکتا کہ کاتبوں اور حرفوں میں فرق پڑ جائے گا یا نہیں قادیان میں میرے خیال میں شاید تین چار مطبع ہیں سوائے ضیاء الاسلام کے۔ ایک الحکم کا مطبع ہے جس کا نام انوار احمد یہ ہے، البدر کا اپنا مطبع ہے جس کا نام یاد نہیں ہے اور ایک شیخ نور احمد کا مطبع ہے جس کا نام بھی مجھ کو معلوم نہیں۔ سب سے پہلے ضیاء الاسلام جاری ہوا ان کے جاری ہونے کی ترتیب مجھ کو معلوم نہیں کیونکہ ایسی باتوں سے مجھ کو دلچسپی نہیں ہے۔ یہ نہیں کہہ سکتا کہ الحکم کا مطبع الحکم کے ساتھ جاری ہوا کہ کب البدر کا مطبع البدر کے بعد جاری

۱۔ اسے نمبر ۱۰ ایک کارڈ ہے جس کے نیچے بن سہ نور الدین لکھا ہے بن مولوی کرم الدین اور اسے نمبر ۱۱ خادم حسین کا لکھا ہے بن مولوی کرم الدین۔

ہوا۔ مرزا صاحب کو کام کی جب کثرت ہوتی ہے تو شیخ نور احمد کو تلاش کرتے ہیں۔ اس واسطے اس نے ایک کل چھاپہ کی رکھ چھوڑی ہے۔ حضرت صاحب اسکو کئی دفعہ بلاتے تھے۔ حضرت صاحب کی کتابیں مستغیث حکیم فضل دین کے مطبع میں چھپتی ہیں اور ان کے اشتہار بھی حکیم فضل دین کے مطبع میں چھپتے ہیں۔ مجھ کو علم نہیں ہے کہ اجرت کے بارے میں انکا آپس میں کیا معاملہ ہے۔ حضرت صاحب کا اپنا مطبع کوئی نہیں ہے۔ جموں میں جتنی دیر میں رہا اسکی سند یا تحریر میرے پاس کوئی نہیں ہے۔ جموں کے حاکم اعلیٰ کا حکم میرے پاس پہنچا تھا کہ ریاست سے چلے جاؤ۔ جب مستغیث قادیان سے چکوال کی طرف گیا معلوم نہیں کتنے دن بعد واپس آیا۔ جو باتیں عام جماعت مرزا صاحب کے متعلق ہوتی ہیں۔ ان کا ذکر زیادہ تر مغرب اور عشاء کے درمیان ہوتا ہے اور کچھ ظہر کی نماز کے وقت۔ مستغیث نے واپسی پر حضرت صاحب سے اپنی واپسی کا تذکرہ کس وقت کیا مجھ کو معلوم نہیں۔ پہلا خط جب پڑھا گیا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے بلکہ دو دفعہ اسکا ذکر آیا۔ ظہر اور مغرب کے۔ وقت جب بہت سے آدمی اس خط کی بابت اٹھے تو میں نے بھی توجہ کی اس وقت ۷۰، ۸۰، ۹۰ کے درمیان تعداد حاضرین کی ہوگی۔ خط کا ذکر پہلی دفعہ ظہر کے وقت ہوا، جب پہلی دفعہ میں نے سنا خبر نہیں ہے کہ حکیم صاحب کے جانے کا اول دفعہ ذکر ظہر کے وقت آیا یا مغرب کے پھر کہا اول دفعہ انکے جانے کا ذکر ظہر کے وقت ہوا تھا پھر مغرب اور عشاء کے درمیان۔ حکیم صاحب کے جانے کا حکم حضرت صاحب نے کس وقت دیا، یہ مجھ کو اس وقت یاد نہیں حکیم صاحب جو کچھ وہاں سے لائے عدالت میں آنے سے پہلے چھوٹی مسجد میں ظہر کے وقت

۱۔ حضرت صاحب جان منصف اگر تیکس میں مطبع کی آمدنی خرچ کا صاحب، تفصیل تکدیکھ ہیں اور نماز مان پر جس کی فرست۔
۲۔ تھوڑا دیر کے منصف تکدیکھ ہیں اور باوجود انکے بقول حکیم امت حضرت صاحب خود بدولت مانگے مطبع بھی نہیں ہیں
پھر وہ آپ آغزو وغیرہ کا ذکر کیوں؟ حالانکہ فضل دین کے مطبع کا قول کہے کوئی رو یہ انجی ہے ہی نہیں۔

دیکھا، میں نے منگوا کر الگ دیکھے تھے۔ اعجاز المسیح کو میں نے اس وقت دیکھا تھا اور کچھ نہیں دیکھا تھا۔ الحکم کو جو میرے مضمون کے متعلق ہو یا اس مضمون کو جو مرزا صاحب نے فرمایا ہو اور میں اس وقت موجود نہ ہوں تو میں اس مضمون کو پڑھ لیتا ہوں سارا اخبار پڑھنے کی مجھ کو عادت نہیں ہے۔ ۱۷ اکتوبر ۱۹۰۳ء کا الحکم میں نے پڑھا تھا کہ نہیں مجھ کو یاد نہیں جمعہ کے مضمون کی کاپیاں الحکم دکھلا لیتا تھا چھپنے سے پہلے جو لفظ الحکم ۱۴ فروری ۱۹۰۳ء میں حکیم الامت کا لفظ جو میری نسبت لکھا ہوا ہے میں نے نہیں کاٹا، یہ خطاب مرزا صاحب کا دیا ہوا نہیں ہے۔ ۱۶ اکتوبر ۱۹۰۳ء کے سراج الاخبار میں جو مضمون کرم دین کا چھپا ہے مجھ کو یاد نہیں ہے کہ مرزا صاحب کی مجلس میں پڑھا گیا کہ نہیں۔ حضرت کی مجلس میں اس مضمون کا ذکر آیا اور آپ نے فرمایا تھا کہ مجھے انیسویں ہے کہ یہ لوگ تقویٰ سے کام نہیں لیتے جو مضمون الحکم میں مرزا صاحب کے موافق یا مخالف ہوا سکے پڑھنے کا میں عادی نہیں ہوں۔ اور نہ اسکی ضرورت سمجھتا ہوں، جو نوٹس کرم دین نے مرزا صاحب کو اگر دیا ہو اسکا ذکر میرے سامنے مجلس میں کبھی نہیں آیا۔ مجھ کو یاد نہیں ہے کہ جہلم کے مقدمات کا مجلس میں کبھی ذکر آیا کہ نہیں ان مقدمات کا جو اس وقت وار ہیں مرزا صاحب کی مجلس میں میرے سامنے کبھی ذکر نہیں آیا۔ یہ مجھ کو یاد نہیں ہے کہ خواجہ کمال دین کو مشورہ کے لئے بلایا ہو حکیم صاحب جب کبھی سفر میں جاتے ہیں تو مجھ کو خبر ہوتی ہے اور کبھی نہیں ہوتی۔ جب وہ لکھنؤ کے سفر پر گئے تھے تو مجھ کو خبر نہیں تھی اور نہ وہ مجھ کو کہہ کر گئے، جب وہ جہلم گئے تھے تو انہوں نے مجھ کو کہا کہ وہاں کی کوئی فرمائش ہو تو لاؤں۔ ایک بیوی انکی قادیاں میں رہتی ہے کئی مہینے ہوئے کہ ان

۱۔ کتاب کو ذکر ہوتا تھا جہلم کے مقدمات کوئی بیوی بات بھی نہیں حضرت مسیح کے سر پر تو اس وقت تو مت پر چھ اور دن
۲۔ ایک ہو گئے تھے جیسا کہ مواب الرحمن میں لکھا ہے یہ جعل نهارنا الغشی من لیلۃ عجیۃ الظلم اجر عاری ہیں
کہ کوئی کہہ بھی نہیں اچھی ہیں ہی نہیں۔

کی دو بیویاں یہاں تھیں۔ سال کے اندر کی بات ہے کہ انکی دو بیویاں یہاں تھیں۔ معلوم نہیں ہے انکی دوسری بیوی آجکل کہاں ہے۔ سرقہ کی تعریف جو میں نے کی ہے وہ مرشدی اور دیگر بیان کی کتابوں میں پائی جاتی ہے جیسے مطول اکبر، مختصر معانی ایک چھوٹی کتاب ہے مگر بہت مختصر ہے جو تعریف سرقہ کی میں نے سنائی تھی وہ نشر کے لیے عام طور پر ہے اور نظم میں بھی آتی ہے ہر قسم کی نشر میں بھی آتی ہے۔ مختصر معانی میں عام سرقہ کی تعریف اس جگہ نہیں لکھی جو مجھ کو وکیل ملزم نے دکھائی ہے۔ اعجاز المسیح پی نمبر ۶ اور سیف چشتیائی پی نمبر ۵ کا آپس میں مقابلہ کیا۔ یعنی پی نمبر ۵ کے ۱۸ صفحہ تک اور پی نمبر ۵ کے صفحہ ۷۰ سے صفحہ ۸۰ تک اکثر مقام بعینہ ہیں یعنی جیسے سیف چشتیائی میں ویسے ہی اعجاز المسیح میں کہیں کہیں تھوڑی سی عبارت سیف چشتیائی میں زیادہ ہے اور کہیں کہیں اعجاز المسیح کے حاشیوں میں زیادہ ہے یعنی کہیں کہیں بہت خفیف کم و بیشی ہے لفظوں کی کم و بیشی ہے وہ بھی بہت کم۔ اعجاز المسیح کے صفحہ ایک کے نوٹ سیف چشتیائی میں نہیں ہیں۔

سوال: سیف چشتیائی پی نمبر ۵ کے صفحہ ۷۳ سے صفحہ ۷۶ کے اخیر تک جو عبارت ہے وہ اعجاز المسیح کے نوٹوں میں کہیں ہے؟

جواب: یہ عبارت اعجاز المسیح پی نمبر ۶ کے حاشیہ پر نہیں ہے۔

سوال: نزول المسیح کے صفحہ ۷۲ کے حاشیہ پر جو نوٹ ہے۔ آٹھ سطروں کا وہ آپ پڑھ کر اور نیز الحکم مورخہ ۱۹۰۲ء کے صفحہ ۳ پر جو نوٹ قبل از خطوط کے تیسرے کالم میں درج ہے، اس کو پڑھ کر بتائیے کہ دونوں ایک ہیں کہ نہیں؟

جواب: دونوں ایک ہیں نزول المسیح ابھی شائع نہیں ہوئی اور الحکم شائع ہو چکی ہے پس

۱۔ پھر تو مضمون یکہ و فرق یکہ آپ تو لفظوں کی کم و بیشی اور وہ بھی بہت کم کرتے تھے۔ ۱۰

جس جماعت میں نزول المسیح جائے گی جس میں الحکم پہلے خوب طرح شہرت پا چکی ہے اس لیے سرقہ نہیں ہے۔

سوال: مشہور اور شہرت سے آپ کی کیا مراد ہے؟

جواب: قرآن کا کوئی کلمہ ان لوگوں کے سامنے جو قرآن جانتے اور حدیث کا کوئی فقرہ جو حدیث جانتے ہیں شعراء کا کلام ان لوگوں میں جو اس قسم کے اشعار کو پڑھتے ہیں اور ادیب لوگوں کے فقرے اور کسی زبان کی ضرب المثلیں ان لوگوں میں جو اس زبان کی ضرب المثلوں اور کلمات کے واقف ہوں اور اسی طرح کسی حکیم کا فقرہ ان لوگوں میں جو حکماء کے فقروں سے آگاہ ہوں بلا اس کے کہ مصنف کا نام بھی وہ مشہور ہوتا ہے اسی طرح سے کوئی کلام جب کسی قوم میں شہرت پا جائے وہ کلام مشہور کہلاتا ہے۔ ایک فقرہ کی نسبت دو نقطہ چینوں کو یا شارحین کو ممکن ہے کہ توارد ہو جائے۔ اعجاز المسیح کو میں معجزہ مانتا ہوں وہ علی العموم مرزا صاحب کا کلام ہے کہیں کہیں فقرہ خاص کوئی الہام کا بھی ہوگا۔ جو شرائط مرزا صاحب نے معجزہ کے واسطے بیان کی ہوں ان شرائط کی پابندی سے وہ سارا کام نہیں ہو سکتا، معجزہ نما کلاموں میں بھی دوسرے مصنفوں کی عبارات اور فقرات داخل ہو جاتے ہیں۔

جرح ختم ہوئی۔ ۲۵۔ ۶۔ ۱۹۰۳ء۔

دستخط: حاکم

گواہ نے کل اظہار پڑھ کر ایک صفحہ پر اپنی العبد کی اور صفحہ ۵۵ اور صفحہ ۵۶ پینل کے نوٹ کر دیئے اور ریڈر کے سامنے نوٹ کئے گئے جن کے مواجہہ میں گواہ نے اظہار پڑھا۔

دستخط: حاکم

الحاصل شہادت گواہان صفائی ملزمان ختم ہونے پر عدالت نے حکم دیا کہ ۲۰ ستمبر کو بحث سنی

جائے گی۔ چنانچہ ۲۰ کو ۱۰ بجے سے خواجہ کمال الدین صاحب وکیل ملزمان نے بحث شروع اور ۱۲ بجے کو ختم کی۔ مرزائی جماعت خواجہ صاحب کی تقریر پر فدا ہو رہے تھے اور ان کے ہر ایک فقرہ پر جھوم جھوم کروا دیا اور سبحان اللہ سبحان اللہ کی آواز ان کے منہ سے نکلتی تھی گواؤں کی آواز نکالنے سے رعب حاکم مانع تھا۔ ۲۱ کو ۹ بجے صبح سے شروع کر کے ایک بجے تک مولوی محمد کرم الدین صاحب مستغیث نے نہایت قابلیت سے واقعات کی بحث کی۔ عدالت نے مولوی صاحب کی تقریر کا فقرہ فقرہ نوٹ کر لیا۔ سامعین مستغیث کی تقریریں کر حیران ہوئے اور سب قائل ہو گئے کہ لیاقت اسی کا نام ہے مرزائی جماعت کے بہت سے ارکان بھی بیٹھے ہوئے تقریریں رہے تھے جن میں سے بعض قانون پیش اور بعض عہدیداران سول بھی تھے۔ مولوی صاحب کی تقریر سے ساری مجلس متاثر ہو رہی تھی مولوی صاحب کی تقریر ختم ہونے پر بابو مولانا صاحب پلیدر نے قانونی بحث تائید استغاثہ میں بہت پر زور کی عدالت نے حکم دیا کہ یکم اکتوبر کو حکم سنایا جائے گا۔ لیکن یکم اکتوبر کو چونکہ فیصلہ مکمل نہ ہو چکا تھا۔ اس لیے عدالت نے ۱۸ اکتوبر کو حکم سنانے کے لیے مقرر کی۔

۱۸ اکتوبر کو خلق خدا دور دور سے آخری فیصلہ سننے کیلئے آگئی اور شہر گورداسپور کے تمام لوگ بھی اپنی اپنی دکانیں وغیرہ بند کر کے آ گئے۔ صاحب مجسٹریٹ نے ایک گارڈ پولیس منگوائی جنہوں نے سویرے ہی کمرہ عدالت کے ارد گرد گھومنا شروع کر دیا۔ سب نے وردی پہنی ہوئی، ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لی ہوئیں تھیں، جنہوں نے ایک عجیب ہیبت ناک نظارہ قائم کر دیا تھا۔ مرزا جی معہ اپنی جماعت کے ۱۰ بجے کے قریب احاطہ عدالت میں آ پہنچے مرزا جی کی حالت قابل دید تھی، بار بار پیشاب کا دورہ ہوتا اور چہرہ پر مردنی چھائی ہوئی تھی۔ آخر ۳ بجے کے قریب فریقین کو بلایا گیا مرزا جی کو پیش ہوتے ہی

صاحب مجسٹریٹ نے حکم سنایا کہ مرزا غلام احمد ملزم پانچ سو روپیہ جرمانہ ادا کرے یا چھ ماہ قید محض بھگتے اور فضل دین ملزم دو سو روپیہ جرمانہ دے یا پانچ ماہ قید محض میں رہے ہر طرف غل جچ گیا کہ مرزا جی سزا یاب ہو گئے اور ایسی زالی سزائی کہ کسی الہام کی بھی تصدیق نہ ہو مرزا جی نے ایک یہ الہام بھی شائع کر رکھا تھا کہ انک لافنت یوسف لیکن چونکہ جرمانہ کی سزا ہوئی اس لیے مشابہت یونہی بھی نہ ہو سکی۔ کیا کسی نبی کو آج تک سزائے جرمانہ ہوئی ہے؟

صاحب مجسٹریٹ کا فیصلہ لکھنے سے پیشتر ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ مرزا جی کے اس بیان کی نقل ذیل میں درج کریں جو بمقدمہ ایڈیٹر الحکم انہوں نے بحیثیت گواہ ذہنی لکھا یا کیونکہ اس بیان کا ذکر اس فہرست میں ہونا ہے جس کا آخر میں لکھا جانے کا وعدہ ہم کر چکے ہیں لیکن اس بیان کی نقل کرنے سے پہلے مرزا صاحب کی وہ چٹھی جو انہوں نے اخبار عام میں شائع کرائی تھی نقل کی جاتی ہے کیونکہ بیان میں اس چٹھی کا حوالہ ہے۔ یہ چٹھی پڑھنے کے قابل ہے اس کے پڑھنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ مرزا جی محض ایک نفسانی شخص ہوا، وہیوں کے بندے ہیں اور یہی چاہتے ہیں کہ ہر وقت انہی کی تعریفیں ہوتی رہیں اس چٹھی میں مرزا جی نے بہت سے ایسے جھوٹ لکھے ہیں جن کی تکذیب ان کے مریدان باصفا کی تحریرات بلکہ ان کے بیان صدقہ عدالت سے بھی ہوتی ہے۔ اس چٹھی کے لکھنے کی ضرورت آچکا اسلئے عائد ہوئی کہ سراج الاخبار جہلم مطبوعہ ۱۹ جنوری ۱۹۰۳ء کے بہرہ لوکل میں ایک مختصر مضمون حسب ذیل شائع ہوا تھا۔

۱۷ جنوری کو جہلم میں اس معرکہ کے مقدمہ کی پیشی تھی جس میں مولوی محمد کرم الدین صاحب مستغیث اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی وغیرہ مستغاث علیہ تھے۔ مرزا صاحب کی جماعت ۱۶ کو ۲ بجے کی گاڑی پر پہنچ گئی تھی اس مقدمہ کو سننے کے لیے بے حد خلق

خدا جہلم میں جمع ہو گئی تھی۔ بازاروں اور سڑکوں پر آدمی ہی آدمی نظر آتا تھا۔ مولوی محمد کرم الدین صاحب معاً اپنے معزز گواہان کے ۱۰ بجے گٹھی کی سواری میں ہماری چوہدری غلام قادر خان سب رجسٹرار جہلم و راجہ محمد خان صاحب رئیس سنگھو کی پچھری کی طرف روانہ ہوئے خلق خدا شہر سے شروع ہو کر پچھری تک دو رو یہ صف بستہ مولوی صاحب موصوف کے دیدار کے لیے کھڑی ہوئی تھی۔ سب لوگ آپ کی زیارت سے مشرف ہوتے رہے اس مضمون کی نقل اخبار عام مطبوعہ ۲۷ جنوری میں شائع ہوئی اور مرزاجی اس میں اپنے فریق مقابل (مولوی محمد کرم الدین صاحب) کا ذکر پڑھ کر نارحسد سے ایسے جل بھن گئے کہ ایڈیٹر اخبار عام کے نام اپنی دستخطی ایک چٹھی لکھی کہ آپ نے یہ بیہ نظیر جھوٹ شائع کیا ہے کہ جہلم میں لوگ مقدمہ سننے کے لیے جمع ہوئے تھے۔ اور کرم الدین کے دیدار کو بھی آتے تھے بلکہ یہ سب لوگ تو میرے دیکھنے کے لیے آئے تھے وغیرہ وغیرہ۔

اب ناظرین خیال فرمائیں! کہ جو لوگ اہل اللہ ہوں وہ ایسے خواہشات نفسانیہ کے کب مغلوب ہوتے ہیں وہ تو محض بے نفس ہوتے ہیں اور دنیوی اعزاز کو وہ بمقابلہ اس بچی عزت کے جو بارگاہ الہی میں ان کو حاصل ہوتی ہے، بالکل بیچ سمجھتے ہیں۔ خود ستائی اور تعالیٰ ان سے کبھی سرزد نہیں ہوتی۔ لیکن مرزاجی ہی وہ شخص ہیں جو چاہتے ہیں کہ دینی اور دنیوی عزتیں انہی کو حاصل ہوں اور ان کے سامنے کسی دوسرے شخص کا نام تک نہ لیا جائے۔ امید ہے کہ ناظرین اس چٹھی کو غور سے پڑھ کر اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ مرزاجی کو روحانیت سے مس تک نہیں اور وہ نفسانیت کے زنجیر میں ازسرتاپا جکڑے ہوئے ہیں۔

مرزاجی کی چٹھی اخبار عام میں

مقدمہ جہلم کی غلط فہمی

ایڈیٹر صاحب! بعد ماوجب آج آپ کے پرچہ اخبار عام مورخہ ۲۷ جنوری میں وہ خبر پڑھ کر جو جہلم کے اخبار سے آپ نے لکھی ہے، سخت افسوس ہوا۔ ہم نے آپ کے اخبار کا خریدنا اس خیال سے منظور کیا تھا کہ اس میں سچائی کی پابندی ہوگی مگر آج کے اخبار میں جس قدر صریح جھوٹ کو آپ نے شائع کیا ہے شاید دنیا میں اسکی کوئی نظیر ہو یا نہ ہو۔ اخبار نویس کا فرض ہے کہ گو بہ منقولات کچھ درج کرے تاہم جہاں تک ممکن ہو اسکی تحقیق کر لے کیونکہ ہر ایک روایت قابل اعتبار نہیں خاص کر اس زمانہ میں جبکہ اکثر لوگ دہریہ طبع ہو گئے ہیں۔ ہر ایک راست پسند کا فرض ہے کہ بے تحقیق خلاف واقعہ لکھ کر اپنے اخبار کی عزت پر بھروسہ نہ لگا دیں اب میں آپ پر ظاہر کرتا ہوں کہ حال واقعی یہ ہے کہ کرم الدین جسکو جہلم کے خود غرض اخبار نے اس قدر اوپر چڑھا دیا ہے ایک معمولی آدمی ہے

۱۔ آپ ہوں کیوں نہیں کہتے کہ آپ کے اخبار کے خریدار ہمارے بیٹے تھے آپ ہوں کی نبوت و مسیحیت کی تشہیر میں مدد دینے اور آپ کے اخبار کے ہر ایک کالم میں ہمارا ہی ذکر خیر ہوا کرے گا۔ لیکن آپ کے اخبار میں تو ہمارے مخالفین کا بھی ذکر ہونے لگا ہے۔ رہی سچائی کی پابندی سو اس سے جب سچا اثر مان کوئی کچھ غرض نہ ہو تو اخبار نویس پر کیا اصرار آپ کی سچائی کی قسمی اسی چٹھی سے مٹکتی ہے یہیہا کر آگئے تھے تاہم۔

۲۔ جس مضمون میں آپ کے مخالفین کا تذکرہ ہوا، وہ تو ایسا جھوٹ ہوا ہے کہ اسکی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں ملے گی لیکن جس مضمون میں آپ کی مسیحیت نبوت کی ہانگ دی جائے اس میں تمام جہان کی صدائیں مچ رہی ہیں۔

۳۔ پس وہی روایت قابل اعتبار ہے جسکے راوی خود بدولت مرزاجی ہیں وہوں کی امت سے کوئی ہو خود مرشد مدینین اس روایت میں خود ہی ایک دوسرے کی تکذیب کر رہے ہوں۔ کہ سوائے ۱۲۔

۴۔ آج کوئی جا کر حضرت جی سے پوچھے کہ کرم الدین کیسا ایک معمولی آدمی ہے جس نے حضور انور کو دو سال تک آرام نہ لینے دیا اور جس کی پالنت و قہیت کے آپ اور آپ کے دیکر ابھی معترف ہو گئے۔

نہ گورنمنٹ میں اسکو کرسی ملتی ہے اور مذہب نے اس کو اپنا امام یا سردار مانا ہوا ہے محض عام لوگوں میں سے ایک شخص ہے ہاں اپنے گاؤں میں مولوی کر کے مشہور ہے جس طرح امر تشریف لاہور وغیرہ میں بھی بہت سے لوگ مولوی کر کے پکارے جاتے ہیں ہر ایک مسجد کے ملا یا واعظ کو لوگ مولوی کہہ دیا کرتے ہیں۔

مگر بقول جہلم کے اخبار کے گویا ہزار ہا مخلوق کرم دین کے دیدار اور زیارت کے لیے اور مقدمہ کے قماشہ کے لیے اکٹھے ہوئے تھے یہ ایک بے نظیر جھوٹ ہے۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ یہ تمام لوگ جو تین تیس ۵۰ ہزار یا چونتیس ہزار کے قریب ہوں گے یہ

۱۔ فرمائیے حضرت کی آنکھ بھی گورنمنٹ سے کرسی ملتی ہے اگر ایسا ہے تو پھر آپ نے اس وقت حاکم سے کیوں استدعا نہ کی جب گورنمنٹ میں اس کے آکر تمام صاحب کے اجلاس میں دن بھر کھڑے رہنے سے آپ کی انگلیں شک ہو جاتی تھیں۔
۲۔ جبکہ مولوی صاحب کو سزا دینا چاہیے تھا تو اس نے جیسا کہ آپ کے محرز گو بیان استغاثہ اس مقدمہ میں بیان کر چکے ہیں اور نیز ان کا قتل سے ٹکر ہوتا ہے جو سماجی انجمنوں کے اشتہارات شامل ہوئے ہیں اس لیے اس امر اور سردار قوم آپ ہی ہیں جن پر عرب و عجم کے مسلمانوں نے فوجی قاتل قرار دیا اور اس کے بعد اس کے دوست و سردار آپ کی مبارک ہو۔

۳۔ امرتسر و لاہور وغیرہ میں جو لوگ مولوی کر کے پکارے جاتے ہیں (جن سے آپ کی مراد آپ کے مخالفین دہلوی ہیں) وہ ان کی عزت و تہذیب کرتی ہے ہاں وہ عزت جیسا کہ پہلے یا بعد چکا ہے ان کو وہ صل نہیں اس عزت کے تحت کچھ ان کی ہی ہوتی ہے اور اس سے مع جو تین ہزار چھترہ تین تھانہ روپے کل بھی تھا اگر مرزا جی اور ان کے مریدوں کے سوائے کوئی ایک شخص بھی جہلم کا باشندہ اسکی تہذیب کرتے تو ہم جواب دہ ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس روز ہزار ہا لوگ مولوی صاحب کی زیارت کیلئے آئے تھے اور دیکھتے ہی دیکھتے کہ وہ کون بھڑا شخص ہے جس نے ایک ایسے بڑے دعویٰ (نبوت) کے مدعی کو گرفتار کر کے جہلم میں منکب ہے اس بات کو جھوٹ کہنا ایسا بیخبر جھوٹ ہے جسکی تعدیل سوائے مرزا صاحب کے کوئی دوسرا نہیں کرتا۔ ۱۱

۴۔ یہ ایک سفید جھوٹ ہے جو ام الزمان (مرزا جی) کے قسم سے نکلا ہے جسکو شخص بھی پور نہیں کر سکتا بھڑا جہلم کے حدود داخلہ کچھری میں تیس (۳۰) یا چالیس (۴۰) ہزار آدمی کس طرح ہو سکتے ہیں اور پھر طرف یہ کہ مرزا جی اپنے بیان میں جو آگے آئے گاہے منہ سے انکی تردید کرتے ہیں چنانچہ وہاں کھاتے ہیں کہ میری دانست میں دس ہزار آدمی قتل ہوئے تھے اگر مرزا جی کا صحتی بیان چاہیے تو آپ کے قسم نے چونتیس (۲۴) ہزار کا جھوٹ کہہ ہے کیا اسنے بڑے جھوٹ کیلئے والا بھی اور مہرہ و مہدی کی کہنے کے تو میں ہو سکتا ہے۔ یہ ہے سچا الزمان کا جھوٹ نمبر ۱۲

سب شخص میرے یاد رکھنے کے لیے آئے تھے۔

جب لاہور سے آگے میرا گزر ہوا تو صد ہا لوگ میں نے ہر ایک اسٹیشن پر جمع پائے۔ اندازہ کیا گیا ہے کہ جہلم کے اسٹیشن پر پہنچنے سے پہلے چالیس ہزار کے قریب لوگ میرے راہ گزار اسٹیشنوں پر جمع ہوئے ہوں گے اور پھر جہلم میں سردار ہری سنگھ صاحب کی کوٹھی میں اترا اور قریب سات سو کے میرے ساتھ میرے شخص دوست تھے تب جہلم اور گجرات اور دوسرے اضلاع سے اس قدر مخلوق میرے دیکھنے کے لیے جمع ہوئی کہ جن لوگوں نے بہت غور کر کے اندازہ لگایا وہ بیان کرتے ہیں کہ چونتیس ۲۵ ہزار یا تیس ہزار کے قریب لوگ ہو گئے۔ جب میں کچھری جاتا تھا اور جب کوٹھی آتا تھا تو وہ لوگ ساتھ ہوتے تھے چنانچہ حکام نے اس کثرت کو دیکھ کر دس یا پندرہ کا فیصلہ اس خدمت پر مقرر کر دیئے تھے کہ کوئی امر مکررہ واقع نہ ہو اور خاص جہلم کے تحصیلدار غلام حیدر خاں اس خدمت میں سرگرم ہیں اور دیوئی سنگھ صاحب ڈپٹی انسپکٹر بھی اس خدمت پر لگے ہوئے تھے

۱۔ یہ آپ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ یہ سب شخص آپ کے دیکھنے کیلئے آئے تھے۔ کیا آپ نے ایک ایک کو آپرچھایا تھا اور انہوں نے آپ کے پاس یہ بیان کھدہ تھا کہ وہ صرف آپ کی زیارت کیلئے آئے تھے۔ ان کے دل کا حال خدا کو معلوم ہے جو عیبہ بھارت الصدور ہے۔ پھر بلا کسی ثبوت کے آپ کا پکا لکھنا کہ یہ سب شخص میرے دیکھنے کے لیے آئے تھے جھوٹ میں ہے۔ جھوٹ نمبر ۲
۲۔ کیوں حضرت کیا وجہ کہ لاہور سے آگے گزر کر صد ہا لوگ ہر ایک اسٹیشن پر آکر جمع ہو گئے اور لاہور سے دے کوئی بھی سامی نہ رہا۔ اس سے معلوم ہوا کہ لاہور سے دے کے لوگ تو کھتے ہیں کہ آپ ایک معمولی شخص ہیں اور چیٹ کی خاطر کچھ کی بات نہ کہتے رہتے ہیں ہاں لاہور سے آگے بھولنے بھالے لوگ آکر ایک غیر معمولی شخص سمجھ کر آکر دیکھنے پہنچے آئے تو اس سے یہ وہ اصل۔ عزت تو وہ ہوتی ہے جو گھر میں اور بڑوں میں ہو۔

۳۔ یہ بھی اس سپید جھوٹ کا ہم چہ جھوٹ سچا الزمان کے قسم سے نکلا ہے بھلا چالیس ہزار آدمی قتل ہوئے جہلم تک کے اسٹیشنوں پر اسے کی گئی محکمات کیسکی ہے ہرگز نہیں۔ جھوٹ نمبر ۳۔

۴۔ یہ وہی سپید جھوٹ ہے کہ تمہارے گواہ ہے اس سے کہ ان کا یہ بھی سرشار میں آتا ہے۔ جھوٹ نمبر ۴۔

ان لوگوں میں سے قریب ایسا سو آدمی یہیں بیعت میں داخل ہوئے یعنی میرے مرید ہوئے۔ اور باقی کل ۱۷ مریدان کی طرح تھے اور نذریں دیتے تھے اور نماز پیچھے پڑھتے تھے آخر جب مقدمہ پیش ہوا تو میں اپنے وکیلوں کے ساتھ گیا اس وقت میں نے ایک شخص سیاہ لنگی سر پر حاکم عدالت کے سامنے کھڑا ہوا دیکھا معلوم ہوا کہ وہی کرم دین ہے مگر تعجب ہے کہ حاکم نے مجھے دیکھتے ہی رسی پھینک دی لیکن وہ شخص جو بقول اخبار جہلم اس قدر معزز تھا کہ ہزار ہا آدمی اسکو سجدہ کرتے تھے اسکو قریباً چار گھنٹہ تک حاکم نے اپنے سامنے کھڑا رکھا اور جہلم میں بارہ سو روپے کا دھن دھن جھوٹے چمکی تروید مرزا کی اسے اپنے قتل کر دیتے ہیں۔ اخبار جہلم مطبوعہ ۳۱ جنوری میں لکھ ہے کہ ترمہ سہزادہ جہلم جس قدر دن و مرد نے مرزا صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی اسی تعداد تھوڑے قریب ہے۔ اور سائرہ یونانیہ راجپوتوں کے ۲۰ افراد کی ۸۰ بیعت کنندگان جہلم کی تعداد چھ سو (۶۰۰) روح ہے۔ اب ان شاہدان عدل کی شہادت سے صاف ثابت ہوا کہ مرزا کی بیعت کنندگان جہلم کی تعداد بارہ سو کھن ایک سفید جھوٹ ہے۔ جھوٹ نمبر ۵۔

۵۔ یہ بھی صریح جھوٹ ہے جو لوگ اس روز روز راز سے یہاں مقدمہ کا قیام دیکھنے آئے تھے انہیں سے بڑے عدد سے چند اشخاص کے جو مرزا کی مرید ہوں باقی آئے تھے عقیدہ کے خلاف لوگ تھے پھر آپ کا یہ کہنا کہ باقی کل مریدان کی طرح تھے اور نذریں دیتے تھے اور نماز پیچھے پڑھتے تھے یہاں صریح جھوٹ ہے۔ اور باقی بعض یا اکثر کی قیادت میں تو بھی کچھ صداقت کا احتمال ہوتا باقی کل کی قیادت ضروری اس جملہ بھوکوں و بدانتوں ہے۔ حضرت جی یہ تو بتائیں کہ ۳۰۰ ہزار خدشتہ کس میدان میں جمع ہو کر آئے پیچھے نماز پڑھ سکتی تھی؟ اس میدان کا بھی یہ تاہم ہوتا چونکہ حضور وانا نے یہ چٹائی ایسے وقت میں بھی جب ہمارے عقیدے نے عقل و ہوش ٹھکا دینا نہ دینے تھے۔ اس لیے انکی روز روز قیاس و تمیز لکھ کر آپ نے حق راسخی کا خون کیا۔ جھوٹ نمبر ۶۔

۶۔ جناب وانا اس روز آپ کے مخالف مولوی نے شہید ہونے کا سفید زروئی لنگی سر پر ہندوئی تھی لیکن صرف حضرت تقدس کی آنکھوں میں فوجداری مقدمہ کی بیعت سے مراد جہان سیاہ نظر آتا تھا جیسا کہ آپ نے اپنی کتاب ادواب الزمیں میں اعتراف کیا ہے وانا يجعل نهارنا اغشى من الغيب واجبة الظلم (مولوی کرم دین نے چاہا کہ ہمارے روز روشن کو شب بھور سے ڈر پیر کر دے) اس لیے آپ نے سفید لنگی کو بھی سیاہ ہی سمجھا اسلئے آج وہاں ہرے میں معذور سمجھ کر اس غلط بات کی کارید نمبر تین دیا جا رہا ہے۔

۷۔ ہائے کرمی ہائے کرمی انہوں نے آپ کا پورا بھی خرچہ خرچ کر دیا۔ مرزا کی بیعت کا لالہ آقا قرام صاحب مجلس نے گورداسپور کی عدالت میں کتنے کتنے جھوٹے پتھر اڑاتے پڑائیں سنیں چند صاحب نے تو نہ صرف آج بڑے کرم دین صریح کر دے کیے کرم دین اور انہیں بچھا دیں تھیں جن پر ہر کرم دین جھوٹے ہوئے تھے۔ ۱۲۔

۸۔ یہ بھی سفید جھوٹ ہے مولوی صاحب بھی کسی پری فیض دے تھے۔ صرف بیان کھانے کے وقت حرکت ہوئے تھے جس پر چارمنٹ بھی شریعہ کی جگہ سے چلا (۱۲) حاکم عدالت یہ جھوٹ ہے جس کی تعداد کوئی شخص بھی نہ دے گا۔ جھوٹ نمبر ۷۔

آخروں میں مقدمے اسکے خارج کئے اور پھر غلام حیدر اہاں نے حاکم عدالت کو وہ ہزار ہا آدمی دکھائے جو میرے دیکھنے کے لیے موجود تھے جب میں واپس لوٹنے میں آیا وہ سب میرے ساتھ تھے گویا میری کوٹھی کے ارد گرد ایک لشکر اتر ا ہوا تھا اور سردار ہری سنگھ صاحب نے سات سو آدمی کی دعوت سے جو نہایت مکلف دعوت تھی ثواب کا بڑا حصہ لیا یہ واقعات ہیں جن کو عدا چھپایا گیا ہے۔ آپ پر اعتراض صرف اس قدر ہے کہ آپ نے فراست سے کام نہ لیا کہ کرم دین اس قدر شہرت کا آدمی تھا تو آپ کو ایک مدت سے اسکا حال معلوم ہونا چاہئے تھا کیونکہ جس کو ہزار ہا انسان سجدہ کرتے ہیں وہ چھپ نہیں سکتا اخبار جہلم نے بڑا گندہ جھوٹ بولا ہے اور واقعات کو عدا چھپایا ہے آپ کو چاہیے کہ اس جھوٹی نقل کا کچھ مذاکرہ کریں میرے نزدیک اس طرح پر پورے یقین تک پہنچ سکتے ہیں کہ آپ بلا تو یہ وقف

۱۔ انکی تردید منشی غلام حیدر صاحب نے اپنے جھوٹی بیعت میں ہزاروں نے بعد مراد فیض رقم لکھا با صاف طور پر کر دی ہے اسلئے ہم ایک معزز گواہ (جسکو مرزا کی بیعت نے جھٹکا ہے) کے متبع میں مرزا کی اس تحریر کو چھپائیں کہ کتنے اور نذر اسلئے بھی کہ مرزا کی نے خود اپنے جھوٹی بیعت میں لکھا ہے کہ کچھ وائیں طرح پائیں کہ غلام حیدر نے عدالت کو میرے مرید دکھائے تھے۔ جھوٹ نمبر ۸۔

۲۔ یہ بھی گناہ جھوٹ ہے مراد میری نگاہ صاحب اس روز جہلم میں ہی نہ تھے جیسے کہ منشی غلام حیدر صاحب نے اپنے بیان میں لکھا ہے، کوئی دعوت مراد صاحب نے نہیں کی بلکہ عین دن مرزا کی جہلم میں تھیں تھے تینوں دن انکے مریدوں نے ہی دعوت کی چنانچہ فیض رقم نے اپنے اہلکار میں صاف ہے فقیر اہل جہلم کی جماعت کی مہمان دہانی کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے تین دن تک ہزار ہا آدمیوں کی راز نہ دعوت کا فیاضی سے لکھا ہے "سویہ بڑی ہے نصائی ہے کہ جن غریبوں نے زکریا خرچ کر کے مرزا کی دنیا کا ہزارے کھڑے کیا، میری نہ دار و مفت کا ثواب ملتا ہے مراد صاحب کو جھوٹ نمبر ۹۔

۳۔ اخبار جہلم جھوٹ ہے اسے صرف مرزا کی بیعت اور کوئی ثبوت انکے پاس نہیں لیکن مرزا کی کے جھوٹ جس قدر اس چٹائی میں ہیں اس کا جھوٹ ہونا ان کے اپنے بیعت کا قطعاً حاکم عدالت کی تحریرات وغیرہ سے ثابت ہے پھر آپ خود اصرار کریں کہ گندہ جھوٹ بولے والا اخبار جہلم ہے حضرت سید احمد دانا والا شاہان دانا اقبال۔

۴۔ جبکہ جن فرضی واقعات کے لکھنے کی جرأت کی انہوں نے جہلم کی گھڑت سے معذور ہے۔

۵۔ انہوں نے اپنے اخبار پر ہر سال ہزاروں کے حکم کی قیام نہ لیا اور نہ جہلم میں آکر روز بوقت کرنے سے انکو معلوم ہوا تھا کہ یہ غیر جھوٹ ہے جو اخبار نے اپنے سر پر کیا ہے یہ وہ چٹائی جو حضور انور نے جہلم میں شکر کرائی ہے۔

جہلم چلے جائیں اور غلام حیدر خاں اور ڈپٹی انسپکٹر دیوی سنگھ صاحب اور منشی سنسار چند صاحب ایم اے مجسٹریٹ جن کے پاس مقدمہ تھا اور صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع اور تمام پولیس کے سپاہیوں اور شہر کے معزز رئیسوں اور بازار کے معزز مہاجنوں سے دریافت فرمائیں کہ اس قدر محو قات کس کے لیے جمع ہوئی تھی تب آپ پر اصل حقیقت کھل جائے گی اور اس میں آپکو اگر آپ جہلم جائیں آمدورفت کا کرایہ اپنی گرہ سے دے دوں گا۔ انٹرمیڈیٹ کے حساب سے جو کرایہ ہوگا آپ کو بھیج دوں گا۔ اور آپ پوری تحقیقات کے بعد اس خبر کو روٹیں کریں گے تو پھر آپکے اخبار سے ہمیں دستکش ہونا پڑے گا۔ آپکو واضح ہو کہ ایڈیٹر اخبار جہلم اس گروہ میں سے ہے جو مجھ سے سخت دشمنی رکھتا ہے دوسرے سال میں میری جماعت میں سے اسپر ایک نالاش فوجداری کر رکھی ہے اسلئے قابل شرم جھوٹ اس نے شائع کیا ہے۔ تعجب ہے کہ جس روز کرم دین نے جہلم میں نالاش کی اس دن اسکی زیارت کے لیے کوئی نہ آیا اور پھر جس دن بذریعہ وارنٹ وہ جہلم میں ہی پکڑا گیا اس دن بھی ایک آدمی نے بھی اس کو سجدہ نہ کیا اور کئی بار وہ جہلم میں آیا مگر کسی نے نہ پوچھا لیکن جس دن میں جہلم میں پہنچی تب ہزار آدمی اس کو سجدہ کرنے

۱۔ لیجئے جناب اب آپ اور یہ چہ ہے میں مرزا کی قویوں تک فیضی دھتے ہیں کہ ایڈیٹر اخبار مکرّمہ درخت کا کرایہ بھی عنایت کے دینے ہیں اور وہ بھی انٹرمیڈیٹ کے حساب سے فراخ دل ہی کا رہے۔
۲۔ اور آپ تو جو کوئے نصیبیوں پر نرا آئے اگر حسب منشاء اس مضمون کی تردید نہ ہوئی تو پھر اپنی جانب اخبار بند کر دینگے اس آپ کے اخبار بند کرنے کی دیر ہے کہ نامک انجمن کا رفاق بند ہو جائیں گے اس سے ناچیناب کی وسیع نظر کی کاچھوٹا ہے اسکی دھمکیاں تو مولوی عصبہ کے دینے والی نہیں دیا کرتے۔
۳۔ اپنے جھوٹوں پر نظر فرم کرنا ہے کہ تو جس شرم جھوٹ شائع کرتے ہو کون ہے۔
۴۔ شکر ہے کہ حضور لاکے نام بھی ضرور دست ہی جاری ہو گئے ورنہ موت دہلی مرنی پڑی اور اب آپکو دوسروں کی نسبت طنز کرنے سے شرم نہ رہتی۔

کے لیے موجود ہو گئے حالانکہ وہ جہلم کے ضلع کا باشندہ ہے اور اکثر ضلع میں رہتا ہے اب میں ختم کرتا ہوں اور منتظر ہوں گا کہ آپ اس جھوٹ کا دفعیہ کس پختہ طریق سے کرتے ہیں۔
آپکو ہمدردانہ خیر خواہ مرزا غلام احمد۔ ۲۸ جنوری ۱۹۰۳ء

نقل بیان مرزا غلام احمد قادیانی

بمقدمہ یعقوب علی تراب ایڈیٹر وہ لک اخبار انجم بنام ابو الفضل مولوی کرم الدین دبیر۔ و مولوی فقیر محمد مالک سراج الاخبار، مرزا غلام احمد ولد مرزا غلام مراد علی مغل عمر ۶۵ سال پیشہ زمینداری سکنتہ قادیان بجواب کرم الدین۔

میں مستغیث کو دس یا گیارہ سال سے جانتا ہوں وہ میرا مرید ہے انکم اخبار مستغیث کی ہے اسکے اپنے پرپس سے نکلتا ہے اس پرپس کا نام معلوم نہیں ہے۔ (الحکم ۳۱ مئی ۱۹۰۳ء دکھایا گیا) یہ اخبار مطبع ۳۱ انوار احمدیہ سے نکلتا ہے یہ مطبع میرے نام پر منسوب

۱۔ آپ اس انتقاد کو ایڈیٹر اخبار عام نے رشیدیہ بجز اسے کہ کچھ صل چلتی ہی چھاپی، میں نے حضور قدس کی سہارست کی ساری قویوں کو دی ہے۔

۲۔ آپ اپنی کتاب اچھا زامیہ کے صفحہ ۳ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ۱۹۰۳ء میں عبداللہ انجم سے باہر ہوئے وقت کی مراد اس امر سے براہ رخی اور اسکی عمر ۶۴ سال اس وقت تھی کہ پھر نہایت تعجب ہے کہ اس وقت سے تو یہ ۱۲ سال کے بعد پھر کچھ عمر ۶۵ سال ہے گویا ۲ سال میں آپ کی عمر میں صرف ایک سال کا اضافہ ہو۔ لہذا جسی عصبہ بہ حال یا غلام احمدی کی تحریر جھوٹی ہے یہ بیان جھوٹ ہے۔ جہولہ نمبر ۱۰

۳۔ ناظرین کو فرمائیں کہ مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ میں کانا معبود نہیں ہے یہ وہ سب سے بڑا حق ہے۔ یہ ہر شخص نہیں کہ انوار احمدیہ نہیں جس میں انجم چیتا ہے اس سے مرزا صاحب لاطفوں آؤنگے اس میں اپنی متعدد تصانیف شائع ہوئیں اور انجم احمد جس میں آپکے دو بار صریح و ظاہر کی کیفیت روزانہ چھپتی ہے اس پر اس سے بغاوت آتا ہے یہ اسی سبب سے اس نے تعاقب کی تھی کہ آپ انجم راہ پرپس سے بالکل بے تعلق نہ ہوں۔ جہولہ نمبر ۱۰

۴۔ ایک ہی کیوں نہ تھا، یا صاحب آپ جانتے تھے کہ زبردست کو چھو (جس کلمہ اسے زبردستی سے بھی اہر لیتا ہے۔

امور میں اپنی مرضی سے کام کرتے ہیں میں نے اس مقدمہ کے لیے کوئی چندہ اپنی طرف سے نہیں دیا۔ لیکن جو چندہ اس سلسلہ میں وصول ہوتا ہے اس میں سے کسی نے دیدیا ہو تو مجھے خبر نہیں ہے۔ اس امید پر کہ مستغیث میرا مرید ہے میں نے لکھا ہے کہ وہ مقدمہ داخل دفتر کرانے کی بابت میرا کہنا مان لے گا۔ اشتهار ۱۴ جون ۱۹۰۴ء مدخلہ مزمل میری طرف سے ہے۔ اس نے میرے اوپر جہلم میں مقدمہ کیا تھا۔ اس میں مستغیث حال بھی ملزم تھا۔ میں نے سنا تھا کہ غلام حیدر تحصیل دار واسطے انتظام کے بحکم صاحب ڈپٹی کمشنر آیا تھا۔ میری دانست میں دس ہزار آدمی جمع ہوئے تھے۔ کئی سو آدمی مرد و عورت جہلم میں میرے مرید ہو گئے تھے۔ غلام حیدر مرید نہیں ہوا مجھے اچھی طرح یاد نہیں کہ غلام حیدر نے عدالت کو میرے مرید دکھائے تھے یا نہیں (اخبار عام ۲ فروری ۱۹۰۲ء دکھایا گیا) اس کے صفحہ ۵۴ پر مضمون مقدمہ جہلم کی غلط فہمی میرا ہے اس میں یہ فقرہ لکھا ہے کہ پھر تحصیل دار غلام حیدر نے حاکم عدالت کو وہ ہزار ہا آدمی دکھائے جو میرے دیکھنے کیلئے موجود تھے لوگ کہتے تھے کہ قریباً تیس ہزار (۳۰۰۰۰) آدمی ہو گئے۔

۱۔ شاید آپ کا یہ کہنا کہ میں نے اس مقدمہ کیلئے کوئی چندہ اپنی طرف سے نہیں دیا۔ تو شاید مان لیا جائے کیونکہ آپ اپنی حسیب خاص سے ایک پانی بھی خرچ کر دیا ہے لیکن آپ کا یہ کہنا بالکل جھوٹ ہے کہ جو چندہ مسجد میں وصول ہوتا ہے اس میں سے کسی نے دیدیا ہو تو مجھے خبر نہیں ہے کیونکہ یہ امر محال ہے کہ جو چندہ مسجد میں دسوں ہو وہ آپ کی سب اجازت دی جائے اور آپ کو انکی خبر نہ ہو۔ جھوٹا خبر ہے۔

۲۔ یہ سنا تھا کہ اس غرض سے ہے کہ غلام حیدر سے آپ کا ذرا بہت بڑا لاکہ چھٹی مطبوعہ اخبار عام میں صاف طور پر لکھا چکے ہیں کہ پھر تحصیل دار غلام حیدر نے حاکم عدالت کو وہ ہزار ہا آدمی دکھائے جو میرے دیکھنے کیلئے موجود تھے ناظرین انصاف کریں کہ کیا بھی آیت ولا تکفرو الشہادۃ کی تعمیل ہے۔

۳۔ حالانکہ چھٹی میں آپ میں شخص ہزار آدمی شاکر کر چکے ہیں۔ شہر شرم مع اب جب چھٹی آگئی تھی اور آپ کی آنکھیں تو آپ کو چھٹی اس طرح دینا چاہتے ہیں لوگ کہتے تھے کہ تو نے میں ہمارے (۳۰۰۰۰) آدمی ہو گئے، جب آپ اپنے بیان میں دس ہزار آدمی تعداد دیتے ہیں تو پھر انہوں نے غلام حیدر کو جس شخص ہزار آدمی میں سے کیوں شاکر ماریا اور جس تعداد سے اسکو یوں تمہیں پایا۔ حالانکہ آپ باتے ہیں کہ کھلی ہاتھوں کھلے ہاں بحدت بکل مانع۔

اس وقت میرے مرید دو لاکھ سے زائد ہو گئے۔ (تحفہ غزنویہ مطبوعہ اکتوبر ۱۹۰۲ء دکھایا گیا) اسکے صفحہ ۷ پر درج ہے کہ تیس (۳۰۰۰۰) ہزار آدمی کی جماعت اب میرے ساتھ ساتھ ہے۔ یہ کتاب میری تصنیف ہے۔ (تحفہ گولڑویہ مطبوعہ ستمبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۵۳ دکھایا گیا) اس میں لکھا ہے کہ میری امت میں سے تیس ہزار کا نام خرد جال رکھا ہے اس وقت تیس ہزار آدمی میرے مرید تھے (تحفہ الندوہ مطبوعہ ۶ اکتوبر ۱۹۰۲ء کا صفحہ دکھایا گیا)۔ اس میں لکھا ہے تعداد مریدان ایک لاکھ سے زیادہ ہے۔ مختلف مقامات میں یہ کتاب بھی میرے تصنیف ہے نیز تحفہ گولڑویہ (مواہب الرحمن صفحہ ۱۲۰ دکھایا گیا) اس میں لکھا ہے کہ جماعت

۱۔ تعداد مریدان فی نسبت مرزائی اور ان کے مریدوں کے بیانات میں عجیب گڑبڑ ہے اور اس قدر مبالغہ اور جھوٹ سے کام لیا گیا ہے جس کی کوئی شکل مل سکے۔ ۱۹۰۱ء میں جب ٹیپ ۳۲ ج میں صاحب تحصیلدار انگریزوں کے مقدمہ کی تحقیقات کے لئے قیام میں تھے ان کے سامنے تعداد مریدان ۳۱۸ بتائی چنانچہ انہوں نے اپنی رپورٹ میں تعداد مریدان مرزا صاحب تیس ہزار لکھی جبکہ سامنے اس بیان میں تعداد بت کرتے ہیں۔ لیکن کتاب تحفہ الندوہ مطبوعہ ۶ اکتوبر ۱۹۰۲ء میں تعداد مریدان ایک لاکھ سے زیادہ بتائی گئی اب تحفہ غزنویہ کی تحریر جگہ بہ جگہ تعداد کوئی تحریر صریح جھوٹ ہے کیونکہ دونوں کتابیں ایک ہی سن در ایک ہی ۱۹۰۲ء میں طبع ہوئی ہیں، پھر مواہب الرحمن میں ۱۴ جنوری ۱۹۰۳ء میں تصنیف اور طبع ہوئی اس میں بھی وہی تعداد ایک سو تہ زائد بتائی گئی پھر انعام عاشق میں ۱۵۰ کی تعداد بتائی گئی گویا تین دس ایک لاکھ تعداد بڑھ گئی لیکن یہ عجیب مشابہت ہے کہ انعام اجوائی ۱۹۰۳ء میں جو مرزائی کی تحریر چھپی ہے اس میں تعداد مریدان تین لاکھ بتائی گئی ہے مگر ۶ جنوری ۱۹۰۳ء میں دو ہزار آدمی پر بیان صلی ہوئے آپ تعداد مریدان دو لاکھ بتاتے ہیں۔ اب اگر یہ بیان درست ہے تو اس سے ایک سال پہلے انعام ۱۹۰۲ء میں تین لاکھ تعداد کا ایک یہ نظیر جھوٹ ہے اور ہاں بعد جب آپ سے سوال کیا گیا کہ یہ تعداد کس دن آپ بتاتے ہیں آپ نے پانچویں دہائی بتاتے ہیں تو آپ فرماتے ہیں کہ میرے پاس کوئی دست مریدان نہیں اب اس واقعہ پر انکا وہب کے کتبہ ہے تعداد اب بتاتے ہیں تین ہزار ایک تیس اس جھوٹ کا کاش ہے جس جو تحفہ غزنویہ جو تحفہ ندوہ کے قریب سے پیرا زاد اور دو ہزار تیس جب کے بیان حال مرزا انعام ۱۹۰۲ء کی تحریر سے سخت متضاد عاجز ہوتا ہے اور تیس ہزار کہتے ہیں تو آپ اس بیان سے یہ پاس کوئی دست مریدان نہیں ہے اور پھر وہ ہزار ہا آدمی اس وقت کے تعداد میں کس سے ثابت ہوتا ہے اس حال سے اپنے جھوٹوں کی تعداد کو آخری نمبر ۳۰۰۰۰ ہو گیا۔

گئے تھے اسکی وجہ یہ تھی چونکہ پہلے کرم الدین نے ایک خط میرے نام لکھا تھا جو ۲۱ جولائی ۱۹۰۲ء کا تھا کہ پیر مہر علی شاہ نے جو کتاب سیفِ چشتیائی بنائی ہے وہ مولوی محمد حسن بھین کے نوٹ چاکر بنائی گئی ہے۔ اب ۶ اکتوبر ۱۹۰۲ء کا مضمون جو کرم الدین نے شائع کیا ایسا ہی ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۲ء کا اس میں یہ لکھا گیا تھا کہ وہ خطوط جعلی ہیں میری طرف سے نہیں ہیں۔ جب کرم الدین کے نام سے وہ مضمون تھا تو یقین کیوں نہ ہوتا مجھے کوئی نظیر یاد نہیں ہے کہ ایک اخبار کا ایک شخص نامہ نگار بھی ہو اور ہفتہ وار اخبار بھی پہنچتی ہو۔ پھر دوسرا شخص اس کے نام پر مضمون چھپا دے اور وہ اس حال تک خاموش رہے۔ کتاب حقیقت المہدی میری بنائی ہوئی ہے صفحہ ۵۱ کا میں نے دیکھ لیا ہے۔ عبارت ذیل اس میں درج ہے۔ اور گندی گالیوں کے مضمون اپنے ہاتھ سے لکھے اور محمد بخش جعفر زلی لاہوری اور ابوالحسن تبتی کے نام سے چھپوا دیے۔ ایسا کرنے والا محمد حسین تھا۔ نزول المسیح صفحہ ۶۷ پر عبارت ذیل حاشیہ پر درج ہے میں نے بھی اسی قدر مضمون لکھا تھا کہ مجھے آج ۲۶ جولائی ۱۹۰۲ء کو موضع بھین سے میاں شہاب الدین دوست مولوی محمد حسن بھین کا خط ملا اس خط کا لفظ مولوی عبدالکریم کے نام تھا۔ مجھے یاد نہیں کہ یہ خط مولوی عبدالکریم نے مجھے دیا یا نہیں پڑھا گیا تھا۔ نزول المسیح صفحہ ۷۲ پر درج ہے کہ شہاب الدین کچھ ارادت لے رکھتا ہے اسلئے پیر مہر علی کے سرقہ کے برآمد کرانے کے لیے کوشش کی اس خط کے علاوہ میرے نام اور کوئی خط نہیں آیا مجھے یاد نہیں ہے ملزم کرم الدین کا خط میرے نام آیا تھا اور اس کا لفظ میرے نام تھا۔ وہ خط پڑھ کر میں نے مولوی عبدالکریم کو دے دیا۔ سراج الاخبار مورخہ ۶ اکتوبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۶ کا م اول میں راقم

لے لے کر آپ اپنے بیان صافی میں بر خلاف اس کہہ چکے ہیں کہ وہ آپ کا سر پریشان زد اس والی قوم جو جھوٹ کہیں یادوں و دلوں تو بچے نہیں ہو سکتے؟ جھوٹ نہ۔

مضمون لکھتا ہے کہ الحکم کا پرچہ ایڈیٹر نے اس کے پاس نہیں بھیجا۔ اس بات سے نتیجہ نکلتا ہے کہ جھوٹے اور فرضی خط میرے اور میرے شاگرد میاں شہاب الدین کے نام سے اس اخبار میں درج کئے ہیں اسی اخبار کے صفحہ ۶ سطر ۳ میں لفظ اور کا کلمہ ابتداء کے واسطے ہے عطف کے واسطے نہیں پچھلے فقرہ کے ساتھ اور کسی بعد کے فقرہ کا تعلق ہے۔ میں نہیں جانتا کہ اور کس قسم کا ہے اگر اور کا کلمہ عطف کا ہو تو اس کے مابعد کا جملہ معطوف اور یہ جملہ معطوف علیہ ہوگا۔ ہر حال میں معطوف تابع معطوف علیہ کا نہیں ہوتا۔ سطر تین میں اور کے لفظ کے مابعد کا جملہ پہلے جملہ کا تابع نہیں ہے مابعد والے میں زیادہ بیان ہے ماقبل میں کم۔ جھوٹ اور افتراء کلام کے مضموم سے تعلق رکھتا ہے جو انہیں الفاظ سے نکالا جاتا ہے۔ اخبار سراج الاخبار ۱۳۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۵ میں یہ شعر:

کچھ جھوٹے خطوط گھر کے خود ہی یہ بات ہے ملک میں اڑائی
پہنچے ہیں خطوط مجھ کو بھی ان سے فیضی کی ہے ہنگ جن میں پائی
میں ان خطوط کا ذکر ہے جن سے فیضی کی ہنگ پائی گئی۔ ان دو شعروں میں

۱۔ ماری دنیا جاتی ہے کہ اور کا کلمہ عطف کے واسطے ہوتا ہے لیکن امام ابراہان اس سے انکار کرتے ہیں کیوں اسلئے کہ اگر حرف عطف میں تو مستثنیٰ کے استقامت میں قائم آتا ہے وہ صاحبِ واہ چہ خوش۔
۲۔ کس قدر شرم کی بات ہے کہ باوجود اجماعِ دینی کے آپ کی اوقاتِ وقایت کا یہ حال ہے کہ آپ یہ بھی نہیں جانتے کہ اور کس قسم کا ہے۔ بہت شور مچتے تھے پہلو میں دل کا جو چیرا تو اک قطرہ خون نہ نکلا
۳۔ یہ مسئلہ مسند ہے کہ معطوف معطوف علیہ کا تابع ہوتا ہے لیکن مرزا کی کج عیث پر ہزار فحوس ہے کہ آپ یہ بھی جانتے کہ معطوف تابع معطوف علیہ کا ہوتا ہے۔ چوہا جگہ دہل بولم از دور بود۔ کجیت درم عیب مستور
مرزا نے کیا کیا اپنے سرحد کی علمی پردہ داری و کجی کر بھر بھی آپ کے اعتقاد میں یہ فرق نہ نکلا۔
۴۔ اگرچہ آپ کا یہ کہن مستغیث کے مفید مطلب نہ تھا، اور آپ ایسا بھی کہنے والے نہ تھے لیکن مولوی صاحب نے جب دیکھا کہ آپ کسی طرح راستی کے خلاف جھگڑنے والے نہیں ہیں تو انہوں نے یہ سوال کیا کہ ان اشعار کی آپ ترکیب بتائیں جب مرزا کی۔ تبھی کہ آپ کو تو دیکھ گئی نہیں اور مفت کی پردہ رازی ہوگی، چلو اسکے مفید مطلب نہ ہے بدتر جان چھڑا تو تب آپ یہ بیان کرنے پر مجبور ہو گئے "چلو دوسرے پرچہ کے لئے"۔

انہی دو خطوط کا گھڑنا لکھا ہے۔ صفحہ ۵ میں جو اشعار ہیں ان میں صرف انہیں خطوط کا ذکر ہے جن میں فیض کی جہک پائی جاتی ہے۔

سوال: جو خط شہاب الدین کا ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۲ء کے سراج الاخبار صفحہ ۶ پر چھپا ہوا ہے۔ کہ مجھ کو نہایت افسوس ہے کہ کسی فتنہ باز نے محض شرارت سے یہ چال بازی کی تھی خداوند کریم کو حاضر ناظر جان کر کہتے ہوں کہ میں اس قسم کی عادت سے بیزار ہوں میں نے کوئی خط نہیں لکھا جس میں یہ لکھا گیا ہو کہ مولوی صاحب مرحوم کی موت ایسی ہوئی تو اس عبارت میں راقم خط اس خط کو چال بازی قرار دیتا ہے اور اسکے لکھنے سے انکار کرتا ہے جو الحکم میں فیض کی جہک کے متعلق چھپایا نہیں (وکیل استغاثہ کا اس سوال کی نسبت اعتراض کرتا ہے مگر جو حوالہ پیش کیا گیا ہے اسکی تائید میں وہ اسکی قطعی ممانعت نہیں کرتا اسلئے سوال پوچھنے کی اجازت دی گئی)۔

(سوال جلد ۲، باب ۲، صفحہ ۲۲۰)۔

جواب: اس خط میں شہاب الدین اس بات سے انکار کرتا ہے کہ کوئی خط میرا بھیجا گیا ہو جو الحکم میں درج کیا گیا جس میں مولوی محمد حسن کی جہک لکھی گئی ہو یا نہیں کہ جس وقت مضمون نظم سنایا گیا تھا اس وقت خط بھی سنایا گیا کہ نہیں۔ میں نے شہاب الدین کو ملزم گردانے جانے کا مشورہ نہیں دیا۔

دستخط: حاکم

نوٹ: اب پانچ بج گئے ہیں۔ اس لیے پرسوں یہ مقدمہ پیش ہو۔ ۱۸ جولائی ۱۹۰۳ء۔

دستخط: حاکم

نوٹ: ہماری آنکھوں میں درد ہے اسلئے بمولانا اور ساعت خود مسخو اس سے بیان تحریر کرایا ۲۰ جولائی ۱۹۰۳ء فریقین حاضر۔ مولوی کمال دین وٹشی محمد علی وکلاء استغاثہ۔

دستخط: حاکم

گواہ صفائی نمبر: باقرار صراح۔ مرزا غلام احمد میں نے کرم الدین ملزم کو کبھی لکھتے ہوئے نہیں دیکھا جس خط کا میں نے ذکر کیا ہے اس سے پہلے کوئی خط و کتابت ملزم کے ساتھ میری نہیں ہوئی۔ میں ملزم کے خط اپنی جان بھی نہیں سکتا۔ بیان مؤرخہ ۱۹ اگست ۱۹۰۳ء بمقدمہ حکیم فضل دین بنام مولوی کرم الدین رو بروئے رائے چند لال صاحب میں نے سن لیا وہ بیان میرا ہے، اور درست ہے۔ اسے نمبر ۳ میں نے پڑھ لیا ہے اس میں پہلا خط میرے نام ہے اور دوسرا مولوی عبدالکریم کے نام۔ میں نے کوئی خط مشمولہ خط اول ہاتھ سے نہیں لکھا، لکھوا دیا تھا۔ مولوی عبدالکریم نے لکھا اس واسطے میں نے کہا ہے کہ میرا قاعدہ ہے کہ انہیں سے یعنی مولوی عبدالکریم سے ہر ایک خط لکھوا دیا کرتا ہوں مجھے یاد نہیں کہ میں نے پہلے کوئی خط مولوی عبدالکریم سے لکھوا دیا ہو۔ اگر لکھا ہوگا تو میری اجازت سے لکھا ہوگا مجھے یاد نہیں کہ کوئی خط میرے نام آیا کہ نہیں۔ کارڈ نمبر ۵ وہ کارڈ ہے جو مولوی کرم الدین کے خط میں مجھ کو ملا جو ۲۱ جولائی ۱۹۰۳ء کو لکھا ہے (پہلے یہ کہا تھا کہ یہ کارڈ نمبر ۵ پیر مہر علی شاہ کے خط میں پہنچا) نزول المسیح صفحہ ۶۸ سطر ۷ پر یہ عبارت درج ہے۔ اور بلکہ اس نے خود پیر مہر علی شاہ کا دستخط ایک کارڈ بھیج دیا تھا ۱۳ فقرہ میں اس نے سے مراد شہاب دین ہے اس کارڈ سے مراد پل نمبر ۵ ہے۔ ضلع جہلم میں میرے مرید ہیں مجھے زبانی یاد نہیں کہ تحصیل چکوال میں

۱۔ یہ جتنی آکاؤ حکیم الامتہ صاحب کی شہادت سے ملازما آپ بھی خطوط شہابی کے دہریدار ہیں اور حکیم کی طرح آپ کی بصری کی قلعی بھی کھلتی حکیم جی نے بہت بڑے بڑے اہل خطوط شہابی کے بعد جس قدر سخت فتوریں خطوں کے پہنچنے میں کھائی تھیں وہ ان کے بیان بمقدمہ فعل دین پڑھنے سے ظاہر ہے حتیٰ کہ عدالت نے اپنے فیصلہ میں بھی اس امر کا نوٹ کیا تھا یہی وجہ ہے کہ امام اہل زمان نے خطوط شہابی کا دعویٰ کر کے جرات نہ کی۔

۲۔ حضرت یہ میرا توفیق عدالت ہے جو عدالت کی طرف سے آکاؤ ہے، جواب ہر ایک میں آپ نے تحریک فرمایا تھا کہ حق الیقین سے سمجھ کر آکاؤ چھوٹ جوت کہ میں تائیں ہے حتیٰ کہ مراد اس عدالت بھی آپ اس مدت سے باز رہے، جہوت نمبر ۱۸۔ ۳۔ نزول المسیح میں آپ لکھ چکے ہیں کہ وہ کارڈ اس نے (شہاب الدین نے) خود بھیج دیا، اور یہ میں آپ فرماتے ہیں کہ مولوی کرم دین نے بھیجا ہوا تھا، یا آپ کی نزول المسیح والی تحریر جہوت ہے وہ بیان جہوت ہے سلسلہ مجبور ہیں کہ ایک اور نمبر آپ کے جہوتوں میں ایسا کر دیں۔ جہوت نمبر ۲۹

میرے مرید ہیں یا نہیں۔ کتاب ضمیمہ رسالہ انجام آتھم میری کتاب ہے یعنی میری تصنیف ہے مضمون اس کے درست۔ پیسہ اخبار مورخہ ۱۶ نومبر ۱۹۰۱ء میں جو مضمون عبدالعزیز نمبر دار بنالہ کی طرف سے ہے یہ عبدالعزیز میرا مرید تھا پھر برگشتہ ہو گیا جو اس کی طرف سے مضمون ہے وہ

۱۔ ملکی عبدالعزیز اپنی مجلس نمبر دار بنالہ مرزا صاحب کے وہ مقرب مرید ہیں جن کا نام ضمیمہ انجام آتھم میں آپ نے ۳۱۳ مریدوں میں درج فرمایا ہے جن کو نمبر دار صاحب بد قرار دیا ہے اس بددی سمجھنے والے جو پست کندہ حالات مرزا کی اور ان کے بارہا یوں کے لکھے ہیں ان سے مسیحیت کی نسبت سمجھتی کھلتی ہے اسلئے اس مرید خاص کا وہ مضمون جو پیسہ اخبار مکتوبہ ۱۶ نومبر ۱۹۰۱ء کے صفحہ ۱۱ پر ہے، صاحب ادب ناظرین کیا جانتا ہے، یہ پرچہ شامل مصل ہو چکا ہے۔ "مکرمی ایڈیٹر صاحب پیسہ اخبار لاہور۔ اس میں کہہ کر انھم کے ایڈیٹر نے آپ کے دیکھارک حقیقت الہدی پر ناراض ہو کر بہت زہرا لگا ہے اور آپ سے بعض باتوں کے متعلق کہنے زدور دیا ہے چونکہ ان میں اس کی قسم بھی ہیں جن کا جواب میں اپنے ذمہ سمجھتا ہوں اسلئے کہہ دیتا ہوں کہ اس رسالہ خدمت کرتے ہوں آپ براہ مہربانی ان کو اپنے حقیقی پرچہ میں چاہ دیں تاکہ ایڈیٹر انھم اور اسکے ہم خیالوں کیلئے تسلی کا موجب ہو۔ اقول اپنے رائج الاعتقاد کو دیکھنے کی نسبت جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں اسکے لئے میں امید نہیں کرتا کہ آپ کے پرچہ میں جگہ ہو اس کا مفصل بیان رسالہ البیال میں ہوگا، اس جگہ صرف اتنا بتا دینا کافی ہوگا کہ مرزا صاحب نے کمال محبت کے باعث مجھے اپنے گھر میں وہ جگہ دی ہوئی تھی، جس میں نواب محمد علی خاں صاحب الیہ کوئلہ والے ترا کرتے تھے دور دور مکان ان کے مکان کی دیوار بدیا رہنے اور اس دیوار میں ایک درجہ بھی ہے جس سے مرزا صاحب کی بیوی صاحبہ جو میری بیوی سے کمال محبت رکھتی تھیں ہر روز آ کر رات تک اس مکان میں بیٹھا کرتی تھیں یہاں تک کہ جب ہم چال میں تھے تو بیوی صاحبہ وہ دفعہ وہاں بھی تشریف لائیں۔ اس کا مرزا صاحب اور ان کے مریدوں کو بکولی علم ہے اسکی تصدیق ایڈیٹر انھم سے بھی کر سکتے اگر اسکو کچھ کہنا ہوگا تو ان کے نہیں کریگا اگر میرے رائج الاعتقاد ہونے میں کسی قسم کی شیطانی رنگ کے ذریعے فرق آئیں ہوتا اور اب گورو چنٹا ہے موجودہ خاص الخاں مرید اس میں سے کسی کس میں شیطانی رنگ ہے جو ہر وہ ملک میں مشہور ہے گفتارے یا کانے میں ایک رنگ زدور ہوتی ہے تو مرزا صاحب جو ہم پر بیکادوی کرتے ہیں اور ان کی ہر ایک بات وہی تصور کی جاتی ہے خدا تعالیٰ سے اس امر کی ضرورت اطلاع پاتے ہیں اور اپنے گھروالوں کو ہمارے ساتھ ایسا راہزنہ کرنے دیتے۔ دوم میرے رائج الاعتقاد ہو گیا اس سے پڑھ کر کیا شگرت ہے۔ مرزا صاحب کی بیوی صاحبہ تمام جوان مہربانوں کو جس کی نسبت مرزا صاحب گورو داسپور کے مقدمہ میں حلف بیان کر چکے ہیں کہ وہ عمر رسیدہ عورتیں ہیں صبح کو ہوا غوری کے لئے نکلتی تھیں تو ان کی حفاظت کا کام میرے سپرد ہوتا تھا اور ایک دلہن بھی ان عورتوں کے ریوڑ کی حفاظت کیلئے کوئی دوسرا دھرم نہ ہوا۔ اس ریوڑ میں ایڈیٹر انھم کی بیوی بھی شامل ہوتی تھی، اب ایڈیٹر صاحب اسکا جواب دیں کہ مجھ سے بڑھ کر کوئی رائج الاعتقاد سمجھا جاتا تھا۔ سوم مرزا صاحب کی بیوی صاحبہ عشاء کو بھی اپنی بھونٹوں کے ساتھ باغ میں جایا کرتی تھیں اور ان میں ایڈیٹر کی بیوی بھی ہوتی تھی جو "کوڈ کھڑی" میں شامل ہوتی تھی ایسے پر نظر وقت میں جبہ عورتیں زیارات سے لڑکی ہوتی تھیں (جاری)

(بقیہ) انکی حفاظت کا کام میرے ذمہ ہی ہوتا تھا، ان سب باتوں کا علم ایڈیٹر انھم کو بھی ہے اگر اس کے دل میں خدا تعالیٰ کا ذرا خوف بھی ہوا تو جھوٹ نہیں بولے گا، پھر جناب مرزا صاحب خدا ان کی عمر روز کرے موجود ہیں۔ چہاں میں ان کے ۳۱۳ اصحاب کہاں میں سے ہوں جنکی نسبت مرزا صاحب کا خیال ہے کہ انکا وہی مرتبہ ہے جو جنگ بدروالوں کا تھا، ان ۳۱۳ کی فہرست مرزا صاحب کی کتاب ضمیمہ انجام آتھم میں چھپ کر شائع ہو چکی ہے اور پھر میرے نام کو چند اور کیساتھ اور بھی خصوصیت سے بیان کیا ہے اس فہرست میں میرا نام درج کرنے کے وقت مرزا کے ساتھ صاحب نے ایڈیٹر کو کوئی اطلاع نہ دی کہ مجھ میں کوئی شیطانی رنگ باقی ہے۔ چہم مرزا صاحب کی بیوی کو میری بیوی کیساتھ نہ محبت تھی کہ انہوں نے اپنے چھوٹے بڑے کو میری بیوی کا بیٹا قرار دیا اور میرے بڑے کو اپنا بیٹا بنایا اس پر انہوں نے بھی خوشی کا اظہار کیا اور ہم نے زور سے اور نمکین پلاؤ کی پٹلیں پکائیں اور تمام مریدین قادیان کو دعوت دی، ایڈیٹر انھم نے بھی خوب پلاؤ کوشت سے پیٹتے تھوڑا اور اس وقت اسے ذرا خیال نہ آیا کہ مجھ میں کوئی شیطانی رنگ باقی ہے، ششم جب مرزا صاحب پر ہنری کارک صاحب نے مقدمہ اڑا دیا اور دھکس صاحب بہادر پٹی کشمر وردہ اسپور نے بنالہ میں قیام کیا اور مرزا صاحب نے سب مریدوں کو نار دیا، اور سب نے بنالہ آ کر کئی روز ڈھڑکیاں، اس وقت بندہ نے ہی سب کی مہمان نوازی کا ذمہ اٹھایا اور ہر طرح کے اخراجات کو گوارا کیا، اس کے علاوہ میرا گھر ہمیشہ مرزا صاحب کے مریدوں کیلئے ہوٹل رہا جو چاہتا قادیان جاتے وقت بھی ٹھہرتا اور جو چاہتا قادیان سے آتے وقت بھی وہاں ہی لڑتے خولید کمال الدین اور غنی محمد صلواتی اور کئی ایسے معزز مریدوں کی بیویاں رات کو میرے ہی گھر میں آرام کرتی رہیں اس وقت ایڈیٹر صاحب نے کسی اپنے پیڑ بھائی کو اطلاع نہ دی کہ مجھ میں کوئی شیطانی رنگ باقی ہے۔ ہفتم مرزا صاحب نے مجھے سرکاری طور پر اپنا بھتیجا بھی کر دیا تھا اگر ان کو کچھ پرکھ کر کوئی شک وشبہ نہ تو یہ ذمہ داری کا کام میرے سپرد کیوں کیا جاتا اس جگہ یہ منظور نہیں کہ میں اپنی خداست گذاریاں جتاؤں خدا سے علیہ ہدایت الصدور خوب جانتا ہے، اس قدر بیان کرنا صرف ایڈیٹر انھم کے خیال کے منانے کو ضروری تھا، کاش وہ مضمون لکھتے وقت جناب مرزا صاحب کا مشورہ لیتے اور معقول بحث کی طرف توجہ فرماتے گیند کے پہاڑ سے پتھر سے ہی نہیں گئے، "کندہ احتیاط کا کام میں لائیں اور حسب شرائط حقیقت الہدی کا جواب کھ کر وہ صدر و پیہ پائیں اب، ہذاغ کا معاملہ سواس کا علم ایڈیٹر صاحب کو کوئی حاصل ہے، خود مرزا صاحب نے اپنے نسر اور بیوی صاحبہ کے کہنے سے باغ کا اہتمام میرے ذمہ ڈالا اور یہ ضرورت ان کو اس واسطے پڑی کہ آپ کی بیوی صاحبہ کو عورتوں کے ہمراہ باغ میں جانے اور دل بہانے کا شوق ہوا ہے اور جب وہ باغ میں جاتی تھیں تو مختار دار باغ آگے کو باغ کے اندر نہیں آئے دیتے تھے کیونکہ وہ خود عورتوں سے بچیں پھول توڑنا چاہتی تھیں اسلئے انہوں نے اپنے قاعدہ کیلئے باغ میرے سپرد کیا اور جب تک باغ میرے پاس رہا مرزا صاحب کی بیوی صاحبہ تمام عورتوں کو ہمراہ لاتی رہیں، اور اپنے ہاتھوں سے پھل پھول توڑتی رہی ہیں کہ آتے وقت ہر ایک عورت بھولیاں بھر کر خاندانوں کیلئے بھی لجاتی رہی ہیں ایڈیٹر انھم کی بیوی نے بھی اسلئے آگے کی دفعہ وہ جات نظر کئے ہو گئے ایڈیٹر صاحب کو یہ بھی معلوم ہے کہ میں نے مختصر مرزا صاحب کی بیوی کی خاطر غیروں کے پاس باغ فروخت نہیں کیا تاکہ انکو اور انکی بھولکوں کو کوئی تکلیف نہ ہو علاوہ اسلئے پھل کے بون میں آموں کے توکروں کے توکروں سے عام مریدوں کے لئے بھی آتے رہے ہیں اور سب سے زیادہ لوہی آموں کے ایڈیٹر صاحب ہی ہوتے رہے اس بات کی مرزا صاحب بھی تصدیق کر سکتے ہیں میں نے مرزا (جاری)

میری توہین ہے۔ عبدالعزیز کا دوسرا نام نبی بخش ہے ضمیمہ رسالہ انجاء آختم صفحہ ۳۲ پر فہرست مریدان میں صفحہ ۷۶ پر وہی منشی چوہدری نبی بخش صاحب معادل بیت نمالہ درج ہے تھوڑے دنوں سے اس نبی بخش نے پھر توبہ نامہ شائع کیا تھا۔ اب اس وقت باہر آیا ہوا ہے۔

نوٹ: فقیر محمد مزمل نے کوئی سوال نہیں کیا۔

بجواب: وکیل استغاثہ خولجہ کمال الدین: پی نمبر ۴ وہی خط ہے جو ڈاک میں میرے نام آیا اور مجھے ملا تھا خدا کی قسم کھا کر کہت ہوں میں قسمیہ کہتا ہوں کہ یہ جعل میں نے نہیں کیا۔ اس

(بقیہ) صاحب کے باغ پر صد ہزار روپے لگا کر ہزار کروڑوں فیروز داری نور زمینداری کا ذرا خیال نہیں کیا، کیا ایڈیٹر صاحب کو اس قدر واقعات کے بعد بھی خیال نہ آیا کہ میں قادیان میں قائمہ کو بچانے کو گریختہ و فائدہ اٹھانے کو؟ اب رہا مرزا صاحب کی صحبت سے فائدہ اٹھانا یا جماعت کے ساتھ نہ ہونا، سو مرزا صاحب کی صحبت سے تو مجھے معلوم ہو گیا کہ ان کے عقائد مختلف اسلام ہیں اور ان کا دعویٰ منہجی کے بارے میں اور اپنے منکروں کو کفر جانتے ہیں کیا یہ میرے لئے کافی نہیں؟ یہی نماز سو خدا کے فضل سے کبھی ضائع نہ ہوئی ہاں مرزا صاحب کھنڈ عالمائے اسلام کے سب دشمن کے تحریر کرتے وقت بہتر ہر نماز میں جمع کر کے ضائع کر دیتے ہیں مگر جو جہنمی فرض ہے اسکو ضروری نہیں سمجھتے یہی وجہ ہے کہ شیخ رحمت اللہ صاحب اور مولوی نور الدین جیسے متمول لوگوں کو قطعاً معاف کر دیا ہے شیخ صاحب کی طرف دیکھئے! یہ تو کس طرح بھاگتے اور ج سے کس طرح ڈرتے ہیں! کو کچھ بھی مرزا صاحب نے نہیں دی حالانکہ گھر میں ہزار ہا روپیہ کا زیور موجود ہے اور روز سے تو جان بوجھ کر مریدوں سے چھوڑا دیتے ہیں اگر کسی نے ذرا اعتراض کر دیا کہ مجھے ظالم تکلیف ہے تو روزوں کی معافی ہے، علاوہ اسکے کبھی آپ نے خود امانت نہیں کرائی جماعت کیساتھ نہ ہر حال میں بڑا ثواب بگھٹا ہوا لیکن اس سے کوئی ہمیشہ مکروہ خیال کرتا رہا ہوں کہ مولوی نور الدین صاحب محمد احسن امروہی جیسے فاضلوں کو امانت کیلئے اجازت نہ دی ہوئے اور ایک شخص الامنا شخص کو امام بنایا جائے جس کے پیچھے نماز پڑھنا بھی مکروہ ہے لیکن پھر بھی میں دیکھ دیکھی اسکے پیچھے نماز پڑھتا رہا ہوں اب ایڈیٹر احکم تاج کی کہنتی نماز میں نے ایسے ام کے پیچھے نہیں پڑھیں، میرا اعتقاد وہی ہے جو مرزا صاحب کے بیعت میں داخل ہوئے سے پہلے تھا میں خود بھی بنا داسلام پر قائم ہوں اور جو شخص ہے وہ میرے نزدیک مسلمان ہے میں حدیث کا منکر نہیں ہوں البتہ صرف ایسی حدیثیں کا منکر ہوں جن کے معنی مرزا صاحب من گھڑت کر کے بڑا دھوکا دیتے ہیں۔

ایک ورق ابتدا سے حقیقت مہدی بعد تریم جناب ایڈیٹر صاحب پیر انبیا کی خدمت میں مرسل ہے اس میں میرے عقیدے کا مفصل بیان ہے ایک رقی یہ مضرہ صاحب اللہ کو بھی بھیج دیا ہے۔

خدا سے دعا کہ مولوی مہد العزیز پر توبہ وار دیکھیں نہ بل طبع گورداسپور

میں یہ لکھا ہے پیر صاحب کا ایک کارڈ جو مجھے پرسوں ہی پہنچا ہے۔ باصلہا جناب کے ملاحظہ کیلئے روانہ کر دی۔ جس میں انہوں نے خود اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ مولوی محمد حسن کے نوٹ انہوں نے چرا کر سیف چشتیائی کی رائق بڑھائی ہے لفاظ اسکا میرے پاس نہیں ہے۔ خط پی نمبر ۴ میں لکھا ہے کہ کل میرے عزیز دوست میاں شہاب الدین طالب علم نے مجھے ایک خط رجسٹری شدہ مولوی عبدالکریم صاحب کی طرف سے دیا جس میں پیر صاحب گولڑوی کی سیف چشتیائی کا ذکر تھا۔ میاں شہاب الدین کو خاکسار نے ہی اس امر کی اطلاع دی تھی اور آخر میں یہ نکلا ہے میاں شہاب الدین کی طرف سے بعد السلام عیکم مضمون واحد ہے۔ پی نمبر ۳ میں درج ہے دوسرے خط میں گولڑوی کا کارڈ ہے جو اس نے اپنے ہاتھ سے لکھ کر مولوی کرم الدین صاحب کو روانہ کیا ہے ملاحظہ ہو۔ پیر مہر علی شاہ سے براہ راست میری خط و کتابت نہیں جو دو لاکھ یا زیادہ میں نے مرید لکھائے ہیں ان میں سے بہت تھوڑے یعنی ۱۰ دوسو یا تین سو سے کم ایسے مرید ہوں گے جنکو پوری طرح سے میں شناخت کرتا ہوں۔ کتاب تحفہ گولڑویہ میں نے ۱۹۰۰ء میں لکھنا شروع کی اور اکثر حصہ اس سن میں چھپ گیا یا نہیں کس ماہ میں۔ کتاب واقعات ضمیمہ مطبوعہ نومبر ۱۹۰۰ء کا مؤلف منشی محمد صادق میرا مرید ہے۔ اشتہار جو صفحہ ۵۱، ۵۲ پر درج ہے وہ میں نے دیا ہے۔ اور انہی دنوں میں یعنی ۲۵ اگست ۱۹۰۰ء میں اس میں یہ درج ہے میں نے پیر مہر علی شاہ کے لیے بصورتِ تحفہ ایک رسالہ تالیف کیا ہے جسکا نام میں نے تحفہ گولڑویہ رکھا ہے۔ اخبار الحکم ۳۱ اگست ۱۹۰۰ء صفحہ ۵۵ کا لم ۳ پر فقرہ ذیل درج ہے۔ امام ہم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رسالہ تحفہ گولڑویہ نے

ایک نیکو دلفندہ صاحب آپ دوسو تین سو سے کم مریدوں کو پوری طرح سے شناخت کرتے ہیں تو پھر ضمیمہ انجاء ہر صفحہ میں تین سو سے زائد مریدوں کے نام ملتے ہیں تو صاحب پر دیکھئے! فرادین آپکا ہے بنیاد اور رجحان بالعلیہ ہوا اور پھر ان ہزار ہا مریدوں کو جو آپ سے بیعت کرتے ہاں ہیں اور چنداں پر چند دیکھے جاتے ہیں بیعت صحیح کر دینا چاہئے جب مرشد کی دنیا میں انکی پوری شناخت نہیں کرتے تو انہوں نے کان پر ہاتھ دھر لے اور مال کبہ دینا ہے۔ لا قلوب موئی ولو مو انفس کبہ۔ یہ بیعت غلط ہے اور بے فائدہ۔

ہمیشہ کیلئے پورا کر دیا ہے۔ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۳۵ پر تیس ہزار آدمی کا ذکر کیا ہے۔ الحکم ۱۰ ستمبر ۱۹۰۰ء صفحہ ۱۰ کا لم ۲ پر ذیل کی عبارت ہے حضرت اقدس وغیرہ وغیرہ اور تحفہ گولڑویہ کی تصنیف کے کام میں مصروف ہیں تحفہ مذکور ۶۴ صفحہ تک پریس میں جا چکا ہے۔ الحکم مورخہ ۲۴، اکتوبر ۱۹۰۰ء صفحہ ۱۳ کا لم ۳ پر درج ہے۔ تحفہ گولڑویہ عنقریب تیار ہوا چاہتا ہے اب خاتمہ لکھا جا رہا ہے، امید کی جاتی ہے کہ ۱۵ نومبر تک ختم ہو کر شائع ہوگا۔ الحکم ۱۰ دسمبر ۱۹۰۰ء صفحہ ۶ کا لم ۳ پر درج ہے تحفہ گولڑویہ کا کام آج کل چند روز کے لیے ملتوی ہے اسکے بعد ہند پزار ہا اور پھر ۱۹۰۲ء میں شائع ہوا۔ تحفہ غزنویہ بھی ۱۹۰۰ء لکھی گئی اور ۱۹۰۲ء میں شائع ہوئی۔ الحکم ۱۶ جولائی ۱۹۰۰ء صفحہ ۸ کا لم اول میں لکھا ہے۔ عبدالحق غزنوی کے اشتہار کی حقیقت کھولنے کے لیے حضرت اقدس نے تحفہ غزنویہ نامی ایک رسالہ چھاپنا شروع فرمایا۔ الحکم ۱۰ ستمبر ۱۹۰۰ء صفحہ ۱۰ کا لم ۲ میں لکھا ہے۔ تحفہ غزنویہ عبدالحق غزنوی امرتسری کے جواب میں لکھا گیا۔ ایک بے نظیر رسالہ ہوگا۔ اس رسالے کا بھی بہت بڑا حصہ طبع ہو چکا ہے۔ تریاق القلوب میری تصنیف ہے ۲۸ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو شائع ہوا اسکے صفحہ ۳۱ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صفحہ ۱۸۹۹ء میں لکھا گیا۔ الحکم ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء صفحہ ۳، کا لم ۳ پر ایک مضمون شروع ہوتا ہے جس کا عنوان یہ ہے ۱۸۹۹ء پر ایک نذیر اسکے نیچے ایک عنوان ہے تصنیفات و تالیفات اس میں یہ درج ہے ایسا ہی کتاب تریاق القلوب وغیرہ وغیرہ چھپنی شروع ہوئی۔ میرے مریدوں کی تعداد ۱۸۹۸ء میں بڑھتی شروع ہوئی اور کثرت خاص ۱۹۰۳ء اور ۱۹۰۴ء میں ہوئی اور اعلان مریدوں کو بیعت میں داخل کرنے کا ۸۹، ۸۸ء میں کیا تھا۔ کتاب براہین احمدیہ میں یہ الہام ہے جسکو عرصہ قریباً ۲۳ سال کا ہو گیا ہے دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہیں کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا بڑے زور آور حضوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دے گا حملوں سے مراد حاکمون کا زمانہ ہے۔ الحکم نمبر ۱۸ مورخہ ۱۸ اکتوبر ۱۸۹۶ء اول مرتبہ امرتسری سے شائع ہوا اسکا عنوان دستور العمل یہ ہے۔ جسہ خط و کتابت و ترسیل زروا کھانہ کے قواعد

کے مطابق شیخ یعقوب علی تراب ایڈیٹر و پروپرائیٹر الحکم امرتسری کے نام ہونی چاہیے۔ اور اسکی دستخطی رسید وغیرہ مصدقہ ہوگی (البدن نمبر ۱ جلد ۱) ۱۳، اکتوبر ۱۹۰۲ء کو شائع ہوا۔ پیسہ اخبار ہمیشہ میری مخالفت کرتا ہے۔ ضمیمہ شمعہ ہند میں بھی میری مخالفت ہوتی ہے جعفر زلی ہمیشہ کا مخالف ہے ان اخباروں میں جو الحکم کی مخالفت ہوتی ہے وہ میری مخالفت کی وجہ سے ہوتی ہے۔ الحکم ۱۳ اگست ۱۹۰۱ء صفحہ ۳ کا لم ۲ میں جو اعلان نسبت خارج ہونے نبی بخش نمبر دار ثمالہ کا ہے وہ درست ہے۔ پیسہ اخبار مورخہ ۱۹ نومبر ۱۹۰۱ء میں نبی بخش المعروف عبدالعزیز نے میری مخالفت میں لکھا ہے۔ الحکم ۱۳ ستمبر ۱۸۹۸ء صفحہ ۱۳ کا لم ۳ پر جو جلی قلم سے اخبار الحکم کے متعلق ہر قسم کی خط و کتابت خواہ وہ ترسیل زر کے متعلق ہو یا کسی قسم کی شکایت پر مبنی ہو خواہ کسی اصلاح کاری کے لیے ہو وہ خاکسار ایڈیٹر کے نام آتی چاہیے، حضرت اقدس کے نام مطلق نہ ہو۔ کیونکہ حضرت اقدس کو بحیثیت مالک یا منبر ہونے کے اخبار سے تعلق نہیں ہے۔

بجواب: کرم دین ملزم۔ نبی نمبر ۴ کو میں مضمون کے لحاظ سے شناخت کرتا ہوں کہ یہ وہی خط ہے جو کرم دین نے میرے نام بھیجا اور جو نزول المسیح کے صفحہ ۷۵ پر درج ہے۔ لفافہ اس خط کا خالص ہو گیا۔ یہ خط ۲۱ جولائی ۱۹۰۳ء کا لکھا ہوا تھا۔ اور ۲۵، ۲۶ جولائی ۱۹۰۳ء کو پہنچا ہوگا۔ جتنے پرچہ اخبار الحکم پیش ہوئی ہیں وہ میرے سامنے طبع نہیں ہوئے۔ ۱۸۹۸ء سے پہلے تعداد مریدان ایک ہزار (۱۰۰۰) سے بھی کم تھی اور پھر ۱۸۹۹ء میں دس ہزار (۱۰۰۰۰) کے قریب ہوئی اور ۱۹۰۰ء میں تیس ہزار (۳۰۰۰۰) کے قریب ہو گئی۔

ایہ کہتے ہوئے شاید آپ کو شرم آتی ہے کہ کل تعداد مریدان ۱۸ تھی جب کہ منشی تاج الدین صاحب تحصیلدار تھیں بعد ازاں تحقیقات کے اپنے رپورٹ میں ظاہر کیا اور جیسا کہ تھوڑی دیر آگے چل کر آپ کو اپنے دس دس دو پرچہ اور خط آپ کا شخص حواری ایڈیٹر رسالہ "یووائف ریڈ" رسالہ مذکور جلد ۲ نمبر ۱ پر ۱۹۰۲ء کے صفحہ ۳۸ میں لکھتے ہیں کہ ۱۸۹۹ء میں اس فرقہ کی تعداد صرف چند سو تک تھی۔

جی کی کوئی صاحب عقلم نہ کر سکتا ہے کہ ایک مدت دراز کی کوشش کے بعد ۱۸۹۹ء تک تو تعداد مریدان ہشت سو ۳۹ ہو چکی لیکن ۱۸۹۹ء میں صرف چند سو کے بعد دس ہزار کے قریب ہو گئی، ۱۰۰۰ کے بعد ۳۳ کی تعداد تھی ۱۸۹۹ء یعنی ۱۰۰۰ کے بعد ۳۰ ہو گئی تھی۔ انھوں نے رپورٹ تحصیلدار موصوف یہ ایک مرتبہ جھوٹ ہے جھوٹ نمبر ۳۰

کتاب ضروریہ الامام صفحہ ۳۳ سطر ۲۱ پر عبارت ذیل درج ہے۔ اس فرقہ میں حسب فہرست منسلک ہذا تعداد تین سواٹھارہ آدمی ہیں یہ کتاب میری تصنیف ہے۔ یہ نقل رپورٹ منشی تاج الدین صاحب تحصیلدار پرگنہ بٹالہ ضلع گورداسپور کا مقدمہ عذر داری انکم ٹیکس تاریخ فیصلہ ۱۷ ستمبر ۱۸۹۸ء ہے۔ ضمیمہ رسالہ انجام آئٹم صفحہ ۳۲ سطر ۸ پر میرے مریدوں کی تعداد آٹھ ہزار ۱۷ (۸۰۰۰) لکھی ہے۔ ۲۲ جنوری ۱۸۹۷ء کو یہ تعداد درج ہوئی مجھے ذاتی علم ہے نسبت تحفہ گوگڑ دیوار تحفہ غزنویہ کے لکھے جانے اور اکثر حصہ چھپ جانے کے جو ۱۹۰۰ء میں واقعہ ہوا۔ طاعون کا حملہ قریب چھ (۶) سال سے شروع ہوا ہے۔ مواہب الرحمن صفحہ ۱۲۰ سطر ۳ کا ترجمہ ذیل ہے، باوجود اس کے کہ وہ جماعت ابتدائی دنوں میں تین سو (۳۰۰) کے قریب تھی اس سے اوپر یہ درج ہے کہ ہماری جماعت انہیں سالوں میں ۱۹۰۰ء، ۱۹۰۱ء، ۱۹۰۲ء میں ایک

۱۔ آپ اپنے پیسے بیان میں تسلیم کرتے ہیں کہ ۱۸۹۸ء سے پہلے تعداد مریدوں ایک ہزار سے بھی آٹھ سو ۱۸۹۷ء کو ضمیمہ انجام آئٹم میں تعداد مریدوں آٹھ ہزار تین ایک سو چھت چھت ہوا۔ جھوٹ نمبر ۳۔

۲۔ نعم کی لطف جو غیر پرہیزگاروں کے لئے جو دورہ جو پڑھ کر ہوئے

آپ کی تحریر ثابت کرتی ہے کہ ذاتی ۱۸۹۸ء، ۱۸۹۹ء میں تعداد مریدوں ۳۳۰ کے قریب تھی کیونکہ ترقی تو قبول آپ کے ۱۸۹۷ء سے شروع ہوئی اور اس سے پہلے کے سال ابتدائی دنوں میں شمار ہیں حالانکہ آپ تو اپنے غلطی بیان میں ابھی کہہ رہے تھے کہ ۱۸۹۹ء میں دس ہزار کے قریب تھی اور پھر ۱۹۰۰ء میں تیس ہزار ہو گئی۔

۳۔ آپ اپنے منہ سے فاکل ہوئے پڑا کرتی ۱۸۹۷ء سے شروع ہوئی ہے تو پھر ۱۸۹۹ء یا ۱۸۹۷ء کی تعداد بیان کر دے اور تعداد کے مجموعہ ہونے کے تو آپ خود ہی قائل ہو گئے، شرم، شرم حضرات مرزائی کی راسخ بازی کا اسی سے قیاس کر لینا چاہئے کہ مریدوں کی تعداد بتانے میں کس قدر جھوٹ سے آپ نے کام کیا اور اپنے بیان میں انکو اپنے جھوٹوں کو شہر کرنا پڑا ایسا ہی دیکھئے کہ ان کے انادی بھی سارے کے سارے جھوٹے ہیں جب ایک امر میں ایک شخص کا جھوٹ ظاہر ہو جائے تو اس کی راست بازی مشتبہ ہو جاتی ہے۔ کیا یہ بات کہ جھوٹوں کے نمبر ۳۰ سے بڑھ جائیں، یہ تو صرف ایک چٹکی اور ایک بیان سے جو ہر قدر یعقوب علی ہواس سے دیکھ لی گئی ہیں جو آپ کا دوسرا بیان مقدمہ فضل دین ہواس سے اس میں اس سے بھی زیادہ جھوٹ ثابت ہوتے ہیں۔ کیا یہ صداقت تھی جس پر میٹ مرزائی فخر کرتے ہیں اور بڑے زور سے اپنی تصانیف میں دعویٰ کیا کرتے ہیں کہ انہوں نے عمر بھر میں کبھی کوئی جھوٹ نہیں کہا، ۳۱ جھوٹ تو آپ کے تفصیل سے اوپر ثابت ہو چکے ہیں اگر یہ سب آپ پھر بھی جیسے اور راستہ نہ ہیں تو آپ کی راستہ ترقی کو ہمارا سامنا ہے۔

لاکھ سے بڑھ گئی ہے۔ یہ کتاب ۱۴ جنوری ۱۹۰۳ء میں شائع ہوئی۔

دستخط : حاکم

یہ بیان گواہ نے خود پڑھ لیا اور پڑھ کر درست تسلیم کیا اور دستخط کر دیے۔

دستخط : حاکم

اب ہم حضرت جی کا وہ حلفی بیان درج کرتے ہیں جو آپ نے بمقدمہ ۴۱۷ تعزیرات ہند بحیثیت گواہ صفائی عدالت میں دیا تھا۔

نقل بیان مرزا غلام احمد صاحب گواہ صفائی

حکیم فضل دین ساکن قصبہ قادیان تحصیل بٹالہ مستغیث بنام محمد کرم الدین ساکن بھین تحصیل چکوال ضلع جہلم ملزم جرم زیر دفعہ ۴۲۰ تعزیرات ہند بیان گواہ صفائی باقرار صالح۔

مرزا غلام احمد (چونکہ گواہ ملزم کا مخالف گواہ ہے اسلئے اسکو اجازت دی جاتی ہے کہ وہ سوالات بہ شکل جرح کرے) میں مولوی کرم دین کو اس وقت سے جانتا ہوں اور دیکھا ہے جب مقدمہ جہلم میں کیا گیا تھا اس سے پہلے جب مولوی کرم دین کا ایک خط میرے نام آیا تھا۔ اس وقت مجھ کو معلوم ہوا تھا کہ کرم دین ہے۔ مگر میں خط سے یہ نتیجہ نہیں نکالتا تھا کہ وہ اس کا خط ہے میں نے کوئی ایسا طریقہ نہیں نکالا جس سے معلوم ہو سکے کہ خط کے لکھنے والا وہ ہی ہے جس کا وہ لکھا ہوا ہے یہ الہام الہی مہین من اراد اہانتک کئی سال پہلے مجھ کو ہوا تھا۔ یعنی ان مقدمات سے کئی سال پہلے ہوا۔ یہ پیشگوئی من کان للجواب وتسمیر ۱۔ یہ بھی جھوٹ محض ہے رپورٹ مردم شماری ۱۹۰۱ء میں تعداد فرقہ احمدیہ کل تیرہ سو (۱۳۰۰) درج ہے دیکھو رپورٹ سرکاری صفحہ ۱۳۳ پیرا گراف ۱۳۹ اور سرکاری تحقیق کے جملہ میں تعداد مریدان کے متعلق مرزائی کے تحت ذیل نقل اور انکے پچھڑا تو ان کوئی وقت نہیں رکھتے۔

فلسوف یبری انه قندم و تد مر فیضی کی نسبت نہیں ہے یہ اس شخص کی نسبت ہے جو انچاز المسیح کا جواب لکھے۔ پہلا الہام عام ہے۔

مگر جو شخص ہماری واقعی اہانت کرے اسکی نسبت وہ خاص الہام ہے یعنی اس شخص سے نفس الامر میں ایک فعل اہانت کا صادر ہو۔ فعل میں اہانت بذریعہ تحریر بھی داخل ہے خط پی نمبر ۴ کے مضمون سے ان الہامات کا کچھ تعلق نہیں پایا جاتا۔ اس خط میں کوئی اہانت نہیں ہے اور نہ مقابلہ ہے اس خط میں ایسا کوئی واقعہ نہیں ہے جو ان الہامات سے کچھ تعلق رکھتا ہو اس خط کے مضمون کی تصدیق کے واسطے میں ۲ نے کوئی آدمی نہیں بھیجا مگر مشورہ کے طور پر مجھ سے حکیم فضل دین نے کہا کہ اس کارروائی میں میرا فائدہ ہے کیونکہ اس کتاب نزول المسیح میں زیادہ قوت پیدا ہو جاتی ہے، میں نے ان کو کہا کہ آپ کا اختیار ہے کہ آپ جائیں کتاب نزول المسیح کا مصنف میں ہوں اسکی تصنیف میں اپنے طور سے اپنی طرف سے کرتے تھا مگر اگر کوئی امر نیا پیش آئے جو میری کتاب کو زیادہ مفید بنا سکتا ہو میں اس کو بھی لیتا ہوں۔

سوال: اس کتاب میں آپ نے اوروں سے اس طور سے مدد لی ہے جیسا کہ آپ نے اوپر بیان کیا ہے؟

۱۔ مرزا نوائے غور کرنا چکے مرشد کی کیسے صاف کر گئے، ہر وجود یکا اخباروں اور تصنیفوں میں غور کیا چکے ہیں کہ فیض ہمارا دعا کا کتنا بڑا کر گیا اب عدالت میں اس کی تسلیم سے چوتھے ہیں، کیا راستہ اسی کو کہتے ہیں؟
۲۔ فضل دین مستفیض اور سید نور الدین گواہ مرشد کی کے بیان کی تکذیب میں صاف تھساتے ہیں کہ مرزا جی کے قصہ کی حقیقت کے سے فیض دین جھین و گھیر۔ دیکھو بیان مستفیض و بیان مولوی نور الدین گواہ لیکن مرزا جی بیان فرماتے ہیں میں نے کسی کو نہیں بھیجا۔ مرشد و پیلاں میں بہت تعلق کیوں؟ کوئی منصف مرزا جی بتائے ان میں سے کون ہے اور کون کون؟

جواب: میں نے جب کرم دین کا خط آیا تھا تو اس خیال سے کہ اس کا خط صحیح ہوگا۔ وہ تذکرہ نزول المسیح میں کیا تھا مگر جب سراج الاخبار (خود بخود ۲) میں اس نے اسکے برخلاف لکھا تو وہ میرا خیال قائم نہ رہا۔ بعض سلیا میں میرے حافظے سے فرو ہو جاتی ہیں۔ میں انکو بتلا نہیں سکتا۔ فرو ہو جانے کی وجہ استغراق روحانی اور ضعف دماغ ہے۔

سوال: یہ دونوں الہام آپ کے سچے ہوئے یا نہیں؟ بہ متعلق مولوی محمد حسن اور پیر مہر علی شاہ؟

جواب: پہلے میں نے قبل سراج الاخبار کے شائع ہونے کے خیال کیا تھا کہ یہ دونوں الہام سچے ہو گئے ہیں مگر سراج الاخبار کے شائع ہونے کے بعد میں نے یقین کر لیا کہ یہ میری رائے غلط تھی کیونکہ پیش گوئیوں کا مصداق قائم کرنا اکثر برائے سے ہوا کرتا ہے۔ یہ بات صرف رائے کے متعلق ہے نفس پیشگوئی کو اس سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

سوال: ان دو پیشگوئیوں کا مصداق اور معیار آپ کی رائے ہے یا کہ اور کوئی چیز بھی ہے

جواب: چونکہ یہ دونوں پیشگوئیاں مجمل ہیں اسلئے محض رائے سے خیال کیا گیا کہ انکا ۱۔ صاحبان اسوال جواب و جود دیکھئے اور بحر اللہ ف کچھ کہ سوال نزاعان و جواب ذریعہ ان والا معام ہے یا نہیں۔
۲۔ اسی تو یہ ہے کہ نزول المسیح میں چوتھے دوسروں سے مدد لی ہے نہ۔ لیکن مرزا جی اس سوال کا جواب لادھم سے نہیں دیتے کچھ اور ہی راگ گانا شروع کیا، جواب کیوں دین تصنیف کی قافی تھکتی ہے اور جو انرا مسرتہ کا دوسروں پر لگاتے ہیں اسکے خود ملزم بنتے ہیں۔ ہائے غضب کیا راستہ زاروں کا نہیں دیکھ رہے اور ولا تکتبوا الشہادۃ کی یوں ہی ٹھیک کر دیتے ہیں چٹوٹ۔
۳۔ کورٹ کا خود کو دلا دلاؤت قابل غور ہے ہے پوچھتے مطلب کی باتیں کی باقی ہیں لیکن سانس کے سوال پانچاٹ نہیں ہوتی۔
۴۔ کیا ایسے کمزورہ نقل الاموات کا اہتمام رکھتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ نبی کے سے حافظہ کی قوت شہرہ ہی ہے کہ کتب میں فرق نہ آئے۔
۵۔ ٹھیک فرما یا ضعف دماغ ہی سے تو یہ آفت و غم میں برپا کی، آپ کا رنہ صحیح ہوتا تو کبھی آپ تسمیہ و مہدویت و غیرہ کا وہانہ کرتے خدا تم کرتے۔

۶۔ اس جواب میں سببیت کی ساری قافی کھن گئی۔ وہ صاحب وادانہ ہم کیا ہے مہر کی: کہ ہے جودہر چو ہر ہیراد۔
۷۔ جب آپ کو اپنے آپ کی بعض پریشانیوں کو بوجہ اس حسن میں یہ ہمارا غور کی کوشش کرتے: کی دیانت پر حرف نہ آتے۔

مصدق اور معیار صرف رائے قرار دی گئی۔

سوال: کس کی رائے؟

جواب: یہ میری رائے تھی کرم الدین کی تحریک سے اس وقت تک جب تک اس کا بیان مخالف سراج الاخبار میں شائع نہیں ہوا تھا۔

سوال: جو مضمون نزول المسیح کے حاشیہ صفحہ ۶۷ سے لیکر صفحہ ۸۱ تک ہے یہ آپ نے کس بنا پر لکھا۔ خطوں کی بنا پر یا کسی اور بنا پر؟

جواب: کرم الدین کے خط اور شہاب الدین کے خط کی بنا پر اور ایک کارڈ کی بنا پر جو کرم الدین کے خط میں ملفوف تھا جس کی نسبت ظاہر کیا گیا تھا کہ یہ کارڈ پیر مہر علی کا ہے مجھ کو یاد نہیں ہے کہ انجیل المسیح کے حاشیہ کے نوٹوں کی نقلیں مجھ کو مل چکی تھیں کہ نہیں مگر مجھ کو انکی نسبت خبر مل چکی تھی۔ صفحہ ۷۰ کی عبارت خطوں کی بنا پر ہے۔ خطوں پر یقین کر کے ایسا لکھا گیا۔ ان سے استنباط کیا گیا۔

سوال: وہ کون سے خطوط ہیں؟

جواب: پی نمبر ۱۳ اور پی نمبر ۳ خطوط سے استنباط کیا تھا۔

سوال: ۱۶ اکتوبر کا سراج الاخبار آپ نے کب پڑھا؟

جواب: میرے پاس سراج الاخبار نہیں آتی ہے کچھ دیر کر کے آئی ہوگی اور پھر مجھ کو اطلاع ہوئی ہوگی۔ الحکم میں نہیں پڑھا کرتا۔

۱۔ پہلے ابتدائی بیان میں آپ لکھ چکے ہیں کہ میں خط سے نتیجہ نہیں نکالتا تھا کہ وہ اسی کا خط ہے اب یہاں ذکر خطوں پر لکھیں تاہم کرتے ہیں۔ یہی کریں جتنے کا تھوڑا ضعف و باغ کی مجبوری۔

۲۔ فضل دین اور عبدالکریم سراج الاخبار اکتوبر کا دو تین دن کے بعد مرزا صاحب کی مجلس میں پڑھا جاتا بیان کرتے ہیں مرزا جی یہاں کچھ بہت لکھتے چاہتے ہیں۔

سوال: تحفہ ندوہ ان واقعات کے بعد یعنی واقعات مندرجہ سراج الاخبار مطبوعہ ۶ اکتوبر ۱۹۰۲ء آپ نے لکھا کہ کیا؟

جواب: تحفہ ندوہ میں نے ۱۶ اکتوبر کو لکھا۔ ساتھ ہی چھپ گیا۔

سوال: اس کتاب تحفہ ندوہ کی اشاعت ۱۶ اکتوبر کے سراج الاخبار کے مضمون کی اطلاع ہونے کے بعد ہوئی یا پہلے؟

جواب: ۱۶ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو کتاب تحفہ ندوہ شائع ہوئی۔ مواہب الرحمن جنوری ۱۹۰۳ء میں شائع ہوئی اس سے پہلے لکھی گئی۔ تاریخ لکھنے کی یاد نہیں ہے۔ کیونکہ بشریت ساتھ ہے مجھ کو اچھی طرح یاد نہیں ہے کہ کب یہ کتاب چھپی میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ کب لکھی گئی اور

۱۔ ہم اس جواب کی طرف غور کریں، اللہ ف کو خاص توجہ دلا چاہئے ہیں اور مرزا جی کی صداقت کی قہمی انہی کی تحریر سے کھلونا پاتے ہیں اس موقع پر مرزا جی کتاب تحفہ ندوہ کی تصنیف لکھائی چھپائی اشاعت سب کی تاریخ ۱۶ اکتوبر کا دن بیان فرماتے ہیں لیکن تحفہ ندوہ کا ذکر کرتے ہیں کہ میرا مصنف مقدمہ بنانے کیلئے جوت لکھ رہا ہے میری تصنیف تو ۲۲ اکتوبر کو شروع ہوئی ہے اور ۱۶ اکتوبر کو ختم ملا حظہ ہو تحفہ ندوہ، مطبوعہ ضیاء الاسلام صفحہ ۱۷ شروع میں صاف لکھا ہے آج ۱۶ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو ایک اشتہار لکھا ملا۔ ان پچھر صفحہ ۸ پر لکھا ہے، المؤلف مرزا غلام احمد ۱۲ اکتوبر ۱۹۰۲ء اور اخیر صفحہ ۱۰ پر لکھا ہے المؤلف مرزا غلام احمد قادیانی ۱۶ اکتوبر ۱۹۰۲ء۔ اس سے صاف ثابت ہوا کہ یہ ۵ ورق کی کتاب ۱۲ اکتوبر سے شروع ہو کر ۱۶ اکتوبر تک پانچ دن میں صرف تصنیف ہوئی ہے پھر کتاب کی کھائی اور چھپائی کیلئے بھی چند دن درکار ہو گئے لیکن بایں ہمدہدی معبود مسیح موعود اپنے صفی بیان میں صرف ایک دن کی ساری کارروائی بیان فرماتے ہیں۔ اب مرزا جی صاحبان سے اب سے پوچھا جاتا ہے کہ بتائیے مرزا صاحب کے حلقی بیان کی تکذیب کریں یا انکی حریمات منہ درجہ تحفہ ندوہ کی۔ دونوں صورتوں میں مرزا جی کی صداقت پر حرف آتا ہے یہ امر بھی قاف توجہ ہے کہ جب تحفہ ندوہ جیسی ۵ ورق اور کتاب پر مرزا جی کے پانچ دن صرف ہو گئے تو پھر وہ ساری تحقیقات کہ چند دن میں سوا حاضر مرزا لکھ جاتے ہیں سب فرضی دعویٰ مانا پڑا۔

۲۔ یہاں تو آپ کی غرض سراج الاخبار ۱۶ اکتوبر سے توجہ کی ہے اسلئے فرماتے ہیں کہ مواہب الرحمن گوجنوری میں چھپی لیکن لکھنے کی تاریخ یاد نہیں یعنی ممکن ہے کہ سراج الاخبار ۱۶ اکتوبر کی اطلاع سے پہلے کی گئی ہو لیکن جب مقدمہ لکھیں کس آپکا اتفاق۔ بحیثیت مسلم ہوا تو پھر اس بات کی ضرورت پیش آئی کہ اس کتاب کے ص ۱۲۵ کی تحریر جس کی بنا پر آپ پر استغاثہ دائر ہے سراج الاخبار ۱۶ اکتوبر کی اطلاع کے بعد کی ثابت کیجئے تو وہاں آپ نے لکھا کہ یہ تحریر ۱۳۱۳ جنوری کی گئی ہوئی ہے۔ کیا انکی اور بھیج کر راستہ زنی کا نتیجہ صاف ہے۔

سراج الاخبار میں کھلے طور پر شائع کیا کہ میں نے انکو دھوکہ دیا اسلئے ہم کو سراج الاخبار کے مضمون کو مجبوراً ترجیح دینی پڑی، مجھ کو کچھ ایذا نہیں ہے کہ دربار شام مندرجہ الحکم میں مورخہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۰۲ء میں کوئی ذکر نسبت مضمون مولوی کرم الدین کا ہوا کہ نہیں، کیونکہ صد بابا تیں ہوئی ہیں الحکم میں دربار شام کی بابت کئی غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ کچھ نا سمجھی سے سو ہو جاتا ہے کہ ایک تقریر پوری یاد نہ رہے اوروں کی لکھ دی۔ مجھے یاد نہیں ہے کہ الحکم میں کبھی خلاف واقعہ دربار شام کی بابت لکھا ہوا، اگر درست کرنا ضروری سمجھوں تو درست کر دوں، اگر ضروری نہ سمجھوں تو نہ۔

سوال: الحکم مؤرخہ ۳۰ اکتوبر ۱۹۰۲ء کے صفحہ ۱۰ پر جو مضمون نسبت وفات محمد حسن و پردہ دری پیر گولڑ دی چھپا ہے جو کچھ اس میں آپ کی نسبت لکھا ہے کہ آپ نے فرمایا۔ سچ ہے؟

جواب: مجھ کو یاد نہیں ہے تحفہ گولڑ دیہ یہ میری تصنیف ہے یکم ستمبر ۱۹۰۲ء کو شائع ہوا۔ پیر میر علی شاہ کے مقابلہ پر لکھی ہے۔ یہ کتاب سیف چشتیائی کے جواب میں نہیں لکھی گئی۔

سوال: جن لوگوں کا ذکر صفحہ ۲۸ لغایت ۵۰ اس کتاب میں لکھا ہے آپ ہی اسکا مصداق ہیں؟

جواب: خدا کے فضل اور رحمت سے میں اسکا مصداق ہوں۔

سوال: ان روحانی طاقتوں کو کام میں لا کر جس سے جھوٹے اور گچی ہیرے شناخت کئے گئے آپ نے کرم الدین کے دونوں خطوں کو پرکھا، یعنی پی نمبر ۴ اور مضمون مندرجہ سراج

۱۔ آپ کا کہنا کہ حافظ اس وقت پر آپ کی یاد سے بہت بڑا واقعہ ذائل کرتا ہے جو کہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۰۲ء کے الحکم میں شائع ہو چکا ہے کہ فرخ پور کمال الدین صاحب کا ایک لطیف مضمون سراج الاخبار ۶ اکتوبر کی تاریخ میں شائع ہوا کہ دربار میں حضرت جی کو سنا گیا اور آپ نے از بس پسند کیا۔ تعجب ہے کہ ایسا واقعہ صحیح الذہن کے کھلم کھلا سے ایسا زائل ہو جاتا ہے کہ باوجود یاد دہانی کے بھی یاد نہیں آتا اور الحکم کے لکھے ہوئے پر بھی بے اعتباری ہے اور تو غیر مرزا جی کے درباریوں خصوصاً ایڈیٹر الحکم سے پادب پوچھا جاتا ہے۔ انصاف سے بتائیں کہ مرزا جی کا "یاد نہیں" ہے کہ عذرا کے نزدیک بھی ٹھیک ہے۔

جج کتب اپنے موقوفہ پر ایسے تان پڑھنے سے حق کا مفاد ہے۔ یاد کہ ہے کہ وہ خود لکھ جو کمرور ہوا۔

الاخبار جنہم اور نیز ثبوت ہائے مندرجہ حاشیہ اعجاز المسیح۔

جواب: میں نے انہ ان صفحات میں اور نہ کسی اور جگہ کبھی دعویٰ نہیں کیا کہ میں عالم الغیب ہوں۔

سوال: صفحہ ۲۹ پی نمبر اسطر ۶ سے جو مضمون چلتا ہے، وہ آپ نے اپنی نسبت لکھا ہے؟

جواب: میں اس مضمون کو اپنی طرف منسوب کرتا ہوں صفحہ ۸۹ پر بھی جو کچھ لکھا ہے وہ اپنی نسبت لکھا ہے۔

سوال: بلحاظ اندراج صفحات ۲۹-۳۰-۳۸-۳۹-۵۰-۸۹ تحفہ گولڑ دیہ آپ نے کرم الدین کے خطوں کو اور محمد حسن کی تحریر کو پرکھا؟

جواب: ایسی عام طاقت کا میں نے کبھی دعویٰ نہیں کیا۔

سوال: جو طاقت چند پیسوں کے کھولے ہیروں پر برتی گئی تھی اور جس سے وہ ہیرے شناخت کئے گئے تھے، وہ عام تھی یا خاص؟

جواب: وہ خاص طاقت تھی، کبھی انسان وہ دھوکہ کھا لیتا ہے اور اپنی فراست سے ایک بات کی تینک پہنچ جاتا ہے۔

سوال: روحانی طاقت سے جو کچھ غیب ظاہر ہوتا ہے اس میں غلطی ہوتی ہے؟

جواب: آپ نے اپنے رسالہ دینی جہاد کی ممانعت کا فتویٰ صفحہ ۶ پر یہ سطر ۸ تمام دنیا کو چیلنج کیا ہے یا نہیں؟ کہ اگر تم کو میری بات میں یا میری اخبار غیب میں جو خدا کی طرف سے مجھ کو پہنچتی ہیں شک ہے تو میرے ساتھ مقابلہ کر لو؟

جواب: میں نے چیلنج کیا ہے مگر اسکا یہ مطلب نہیں کہ میں ہر ایک بات میں عالم الغیب

۱۔ انفس سوال کا جواب میرے نہیں دیا گیا۔

۲۔ یہاں بھی سوال کا جواب نہ دیا۔

ہوں۔ مقابلہ کے وقت میں ضرور خدا مجھ کو غلبہ دے گا۔

سوال: یہ جواب آپ نے لکھا ہے کہ میر علی شاہ بجائے اسکے مجھ پر انعام سرفہ لگاتا ہے خود تمام و کمال کا سارق بن گیا۔ یہاں آپ نے کسی اطلاع پر لکھا تھا یا خود ہی فیصلہ لوگوں کا کیا تھا؟

جواب: میں نے میاں کرم الدین کی اطلاع پر لکھا تھا مجھے لوگوں کے مقابلہ کرنے کا موقع نہیں ملا اور نہ مجھے فرصت تھی میں نے اعجاز المسیح میں کئی جگہ میر علی شاہ کو چیلنج کیا ہوگا کہ وہ اسکا جواب لکھیں۔ میں نے صفحہ ۲۲، ۱۹ میں یہ چیلنج کیا ہے۔ مطبع ضیاء الاسلام میرے خیال میں ۱۸۹۵ء سے جاری ہوا۔ میں نے جاری نہیں کیا حکیم فضل دین اسکا ہلک تھا۔ ۱۸۹۵ء سے لے کر آج تک وہ ہی مالک ہے اسکے نفع اور نقصان کا وہ ہی ذمہ دار ہے۔ صرف یہ بات ہے چونکہ وہ میرا مرید ہے اسلئے بغیر نفع لینے کے میری کتابیں اصل لاگت پر چھاپ دیا کرتا ہے اشتہارات مفت چھاپ دیتا ہے ابتدا سے ایسا ہی چلا آتا ہے۔ کسی مطبع کے ساتھ قادیان میں سوائے چھپوائی کے اور کوئی تعلق نہیں ہے۔ اجنبی پریسوں میں نفع بھی دینا پڑتا ہے۔ ۱۸۹۲ء میں ایک دفعہ اشتہار دیا تھا کہ لوگ مطبع کے لیے چندہ دیں تاکہ مطبع تیار کیا جائے اور کچھ روپیہ بھی آیا تھا۔ مگر وہ بات ملتوی رہی وہ روپیہ کسی اور جگہ خرچ کیا گیا۔ جو بیان میرا رو برو تحصیلدار صاحب ہٹالہ بمقامہ غدر داری آفیس (آر نمبر ۱۶) میں نے پڑھا اس میں جو مطبع کا ذکر ہے اس سے مراد ہی

اسکی خط میں برٹریڈن نہیں ہے کہ صاحب ساری کتاب کے سارق ہیں اُسے تو بتائیے۔

عظیم دلوئی مہاراجہ صاحب کیوں اپنے بیٹوں میں بکھاتے ہیں کہ پہلے یہ مطبع مرزا صاحب کا تھا انکا وقت دوری ہے۔ عظیم مرزا صاحب کا بیٹا متعلق آفیس غور سے پڑھیں خصوصاً جہاں مطبع کا حساب و کتاب لکھا ہے۔ درجہ اس پرانے وقت کا ہے۔

یہ ہے کہ جو مطبع میں کتابیں چھپوائی جاتی ہیں۔ مطبع عربی لفظ ہے جس کے معنی چھپوائی ہے اور جائے طبع بھی ہے لفظ مطبع جو اس بیان میں آتا ہے اس سے مراد چھپوائی ہے آمدنی مطبع سے مراد کتابوں کی فروخت کی آمدنی ہے۔ آمدنی مطبع سے مراد آمدنی فروخت کتب سے ہے۔ ۱۹۰۱ء سے پہلے جو دفتر میں کتابیں تھیں۔ انکی فروخت میرے کسی آدمی کے ذریعہ ہوتی تھی مگر ۱۹۰۱ء کے بعد پھر میں نے یہ انتظام کیا کہ یہ تمام کتابیں حکیم فضل دین کے سپرد کر دیں اور انکو یہ فہمائش کی کہ میں ان کتابوں کی قیمت آپ سے نہیں چاہتا۔ تمام کتابوں کی وقفاً وقفاً فروخت کر کے اپنے مطبع کو جو ہمارے سلسلہ کی خدمت کرتا ہے ترقی دو۔ ۱۹۰۱ء سے پہلے میری کتابیں مطبع ضیاء الاسلام میں چھپتی تھیں اور میری لاگت سے چھپتی تھیں ۱۹۰۱ء سے پہلے مطبع ضیاء الاسلام میں جہاں تک میرا علم اور خیال ہے میری ہی کتابیں چھاپتے تھے۔ شاید اور کوئی کتابیں بھی چھاپتے ہوں اور اسکا مجھ کو علم نہیں ہے۔ مختلف آدمیوں کی معرفت میری کتابیں فروخت ہوتی تھیں میں ان کے نام نہیں بتا سکتا۔ خریداران اکثر حکیم فضل دین کو کتاب کے واسطے لکھ دیتے تھے اور بعض مجھ کو لکھ دیتے تھے۔ کتابوں کی چھپوائی پر مریدوں کی آمدنی خرچ ہوتی تھی، نزول المسیح کی چھپوائی کے واسطے سیدنا عمر نے صرف ان کتابوں کی چھپوائی کے لیے جو میری طرف سے چھپتی تھیں پانچ سو روپیہ یا کم و بیش دیا

۱۔ مطبع کا معنی چھپوائی کتابیں خوب گھڑت ہے۔ ہنرمین اللہ ندرت کچھ گاتج تک کسی غت میں آپ نے بھی یہ معنی دیا اس غت کو جس معنی سے کہیں کسی نے استعمال کیا۔ مرزا کی تلاش یہ بات کو دفع کرنے کیجئے غلبہ کی پائی کیا جاتے ہیں لیکن یہ نہیں سمجھتے کہ جس میں بڑے بڑے داخل موجود ہیں وہ اپنی اس لغو تاویں پر افسوس کرتے ہیں اچھا یہ بھی معنی مطبع کا معنی چھپوائی ہی کیجئے لیکن اس بیان میں وہ آپ نے راجا علی علیہ السلام لکھا۔ زکائی و لیس پر لیس میں لایہ وہی کو ہوں کی بیرون بھی لکھا ہوا ہوتا ہے اس کی کیا تاویل فرما کیجئے۔ ۱۲

۲۔ لکھ ہے۔ تقریباً اگست ۱۹۰۲ء میں چھپ چکا ہے کہ ہمارے خرچ میں رسالہ کا سیدنا عمر نے دیا۔

سے مقدمہ کے خرچ کے واسطے دو یا نہ دوں چندوں کی آمدنی کا کوئی حساب کتاب نہیں ہے جو لوگ بیعت کرتے ہیں وہ جان و مال قربان کرتے ہیں تھوڑے عرصہ سے مولوی عبدالکریم نے ایک رجسٹر آمدنی چندہ کا بنایا ہے یہ نہیں کہہ سکتا سب سے۔ میرے پاس چندہ کی کوئی یادداشت نہیں ہے اور مذہب میں لایا ہوں۔ عبدالکریم والی کتاب عبدالکریم لایا ہے میں نہیں لایا جرحہ وکیل مستغیث جرح نہیں کرتے۔ ۱۹ اگست ۱۹۰۳ء۔ العبد مرزا غلام احمد۔

دستخط رائے چند لال صاحب مجسٹریٹ درجہ اول۔

فیصلہ

بعدالت لالہ آتمارام مہتہ بی اے اکسٹرا اسٹنٹ کمشنر مجسٹریٹ درجہ اول ضلع گورداسپور مولوی کرم الدین ولد مولوی صدر الدین قوم آوان ساکن موضع بھیمن تحصیل چکوال ضلع جہلم مستغیث۔

نام مرزا غلام احمد و حکیم فضل دین مالک مطبع ضیاء الاسلام قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور مستغیث علیہم جرم زیر دفعہ (۵۰۲، ۵۰۱، ۵۰۰) تعزیرات ہند۔

یہ مقدمہ ۲۶ جنوری ۱۹۰۳ء کو جہلم میں دائر کیا گیا تھا اور اس ضلع میں بموجب حکم چیف کورٹ ۲۹ جون ۱۹۰۳ء کو منتقل ہوا۔ اس مقدمہ میں ایک غیر معمولی عرصہ تک طول کھینچا کسی قدر نو تجزیوں کی تہذیبوں کی وجہ سے طوالت ہوئی اور زیادہ تر فریقین کی کاروائی کی طوالت کے باعث یہ مقدمہ ازالہ حیثیت عرفی کا زیر دفعہ ۵۰۰ تعزیرات ہند مزمر نمبر ۱ پر ہے اور زیر دفعہ ۵۰۲، ۵۰۱، تعزیرات ہند مزمر نمبر ۲ پر۔ فریقین مسلمان ہیں اور مذہبی اختلاف کی وجہ سے شمشیر کھنک ہیں۔ مستغیث اس فرقہ سے ہے جسکے سرپرست حرم مہر علی شاہ

(صاحب) ساکن گوڑہ ضلع راولپنڈی میں ایک مشہور آدمی ہے۔ یہ فرقہ اپنے پرانے مذہبی اعتقادات کا پورا مقتصد ہے۔ مزمر نمبر ۲ ایک نے فرقہ کا جسکا نام احمدی یا مرزائی کہتے ہیں بانی اور مذہبی پیشوا ہے اور اسکے بہت سے مرید ہیں۔ اسکا دعویٰ ہے کہ میں پیغمبر مسیح موعود ہوں اور خداوند تعالیٰ سے مجھے مکالمہ حاصل ہے اور مجھے الہام یا وحی اسکی طرف سے اترتی ہے اپنے اس دعویٰ کی تائید میں وہ وقتاً فوقتاً پیشگوئیاں کرتا رہتا ہے مزمر نمبر ۲، مزمر نمبر ۱ کے خاص مریدوں میں سے ہے نیز مطبع ضیاء الاسلام واقعہ قادیان ضلع گورداسپور کا مالک ہے۔ دوسرا فریق مزمر نمبر ۱ اور اسکے معاونین کے دعاوی کی تردید کرتا رہتا ہے۔ ۱۹۰۱ء میں مزمر نمبر ۱ یعنی مرزا غلام احمد نے ایک کتاب عربی زبان میں جسکا نام اعجاز المسیح (مسیح کا معجزہ) ہے، طبع کی۔ اس میں اس نے کل دنیا کو مخاطب کیا کہ اسکی فصاحت کے برابر کوئی شخص کتاب لکھ دے اور ساتھ ہی بطور پیشگوئی کے یہ دھمکی دی کہ جو شخص ایسی کتاب لکھنے کا ارادہ کرے گا وہ زندہ نہیں رہے گا مگر اسکے مقابلہ میں پیر مہر علی شاہ (صاحب) ساکن گوڑہ نے ایک کتاب مسکن بہ سیف چشتیائی (چشتی کی تلوار) تالیف کی اور شائع کی اس کی تردید میں مرزا غلام احمد نمبر ۱ نے ایک کتاب لکھنی شروع کی جسکا نام نزول المسیح (مسیح کا اترنا) رکھا۔ ۱۴ جنوری ۱۹۰۳ء کو مرزا غلام احمد مزمر نے ایک اور کتاب شائع کی جسکا نام مواہب الرحمن ہے، جو مزمر نمبر ۲ کے مطبع واقع قادیان میں چھپی۔ یہ کتاب مقدمہ کی اصل بناء ہے، یہ کتاب عربی زبان میں مذہبی رنگ میں لکھی گئی ہے اور بین السطور فارسی میں ترجمہ کیا ہوا ہے، مضمون بنا استغاثہ صفحہ ۱۲۹ پر درج ہے اور ذیل کا اقتباس جو لیا گیا ہے مضمون بناء استغاثہ کو ظاہر کرتا ہے۔ اس میں مزمر اس طرح لکھتا ہے۔ میری نشانیوں میں سے ایک ہے کہ خداوند تعالیٰ نے مجھے ایک لیم آدمی اور اسکے بہتان عظیم سے اطلاع دی ہے اور مجھے الہام کیا کہ مذکورہ بالا آدمی میری

عزت کو نقصان پہنچائے گا اور مجھے یہ خوشخبری بھی دی گئی تھی کہ وہ بدی لوٹ کر میرے دشمن پر پڑے گی جو کہ الکذاب المؤمن ہے۔ نسیم اور بہتان عظیم کے الفاظ اس عربی کتاب کی پانچویں اور آٹھویں سطریں ہیں، بیان کیا گیا ہے کہ یہ مستغیث کی ازالہ حیثیت عربی کرتے ہیں اور ملزم نے مستغیث کی عزت کو نقصان پہنچانے کی نیت سے چھاپے ہیں۔ ملزم نمبر ۱ نے اقرار کیا ہے کہ وہ اس کتاب کا مصنف ہے اور یہ کہ ۱۴ جنوری ۱۹۰۳ء کو چھاپی گئی اور ۱۷ جنوری کو جہلم میں تقسیم کی گئی اور یہ بھی اقرار کیا ہے کہ الفاظ زیر بحث مستغیث کی نسبت استعمال کئے گئے ہیں اور یہ الفاظ بغض مزیل حیثیت ہیں۔ ملزم نمبر ۲ تسلیم کرتا ہے کہ یہ کتاب اسکے مطبع میں اور اس کے زیر اہتمام چھاپی گئی اور اس نے اسکی جلدیں فروخت کیں۔ فرد قرار داد جرم برخلاف ملزماں زیر دفعہ ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲ تعزیرات ہند مرتب کی گئی ہر وہ ملزم ارتکاب جرم سے انکاری ہیں۔ اور وہ حسب ذیل صفائی پیش کرتے ہیں۔

الف..... یہ کہ مستغیث نے اپنے آپ کو جھوٹا اور دھوکہ باز جلسہ ساز بہتان گو وغیرہ سراج الاخبار جہلم کے مضمونوں میں جو اس نے ۱۶ اور ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو اخبار مذکور میں دیئے۔ مشہور کرنے سے اپنی تمام عزت ضائع کر دی ہے اور یہ کہ جب اسکی کوئی عزت باقی نہیں تو مستغیث کا کوئی حق نہ تھا کہ وہ کہتا کہ عوام میں اس کی عزت کم ہو گئی ہے کیونکہ کوئی عزت باقی نہ رہی تھی جو کم ہوتی۔

ب..... بفرض محال اگر مستغیث کی کچھ عزت ہے بھی جبکہ ازالہ ہو سکتا تھا۔ تاہم زیر مستثنیات نمبر ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹

برقی گئی۔ گو بظاہر ان سے یہ غرض معلوم ہوتی تھی کہ پیر مر علی شاہ کی تصنیف سیف چشتیائی کے علمی سرقہ کے ظاہر کرنے میں معاون ہوں۔ یہ خطوط مرزا نے اس وجہ سے اپنی کتاب نزول المسیح میں شائع کئے اور یعقوب علی نے جو مرزا کا مرید ہے اور ایڈیٹر بھی ہے اپنے اخبار الحکم مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۰۲ء میں کاتبوں کے نام پر شائع کر دیئے۔ اس اخبار میں ایک مضمون بھی تھا جس میں محمد حسن فیضی کی وفات پر جو مستغیث کا بہنوئی اور تازیاد بھائی ہے رنج وہ لفظوں میں نکتہ چینی کی گئی تھی اسکے بعد سراج الاخبار جہلم میں ۶ اور ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو دو مضمون مستغیث کی دستخطی سے چھاپے گئے ایک نثر میں تھا دوسرا نظم میں، جو ۱۷ دسمبر ۱۹۰۲ء کے الحکم کی تردید میں تھے انہوں نے فریقین کے درمیان مقدمات کرادیئے۔ اسکے تھوڑا سی عرصہ پہلے یعنی ۲۶ اگست ۱۹۰۲ء کو بمقام جہلم ان دو مخالف فریقوں میں جنکا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ ایک مذہبی مباحثہ ہوا ہے اس مباحثہ میں ایک طرف مستغیث اور ایک اور آدمی تھا اور دوسری طرف مبارک علی اور ایک اور کوئی تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ اس علمی جھگڑے میں آخر الذکر کو شکست ہوئی اس شکست نے جلتی آگ پر اور کڑیاں ڈالیں اکتوبر ۱۹۰۲ء میں مستغیث نے مزمل نمبر ۲ یا یعقوب علی ایڈیٹر الحکم کے نام ایک گناہ کا رد بھیجا جس میں انکو دھمکی دی کہ میں تم کو اس مضمون کی وجہ سے جو تم نے اپنے اخبار میں لکھا ہے، عدالت میں کھینچوں گا۔ ۱۳ نومبر ۱۹۰۲ء کو فیصل دین نے جو مزمل نمبر ۲ ہے ایک استغاثہ بنام مستغیث زیر دفعہ ۳۲۰، ۳۱۷، تعزیرات ہند گور داسپور میں دائر کیا۔ ۹ دسمبر ۱۹۰۲ء کو مستغیث نے دو استغاثے زیر دفعہ

۱۔ بکتے مرزا کی صاحبان آپ کے جیور مشد (مرزا جی) نے مقدمہ بازی کر کے عدالت سے اس امر کا بھی، طعن فیصدہ سرائیا کہ مباحثہ جہلم میں مرزا کی اہمیت شکست و ب ہوئی جہم کے اسست والی عت بھائیوں کو یہ گنج مبارک جو جہم کے مرزا کی فرامیں ان کو نہ مانی سنت وجہ عت جہم کی اس لٹیوں میں کسی قسم کے کام کی گنجائش باقی ہے؟ کیونکہ یہ عدالت کا فیصلہ ہے و مرشد کی عطا قرار کر چکے ہیں کہ حق انجمن عدالت سے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔

۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲ تعزیرات ہند بنام موجودہ مستغیث و فقیر محمد جو کہ ایڈیٹر د مالک سراج الاخبار جہلم ہے دائر کیا۔ ۱۷ جنوری ۱۹۰۲ء کو مستغیث کے مقدمات جہلم میں پیش ہوئے ہیں۔ جہاں کہ مزمل نمبر ۱ نے کتاب مواہب الرحمن کی اشاعت کی اس سے پہلے کہ ان عذرات پر جو صفائی کی طرف سے پیش ہونے ہیں بحث کی جائے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ الفاظ استغاثہ کردہ کے معنی صاف کیے جائیں تمام الفاظ جو استغاثہ کردہ ہیں دوہرے معنوں میں استعمال کئے گئے ہیں۔ اس بات کو فریقین ماننے ہیں اختلاف صرف اس میں ہے کہ کسی درجہ کی برائی کی حد کو وہ پہنچتے ہیں مستغیث تو ان کے معنوں کی تعبیر مبالغہ آمیز طرز میں کرتا ہے اور ملزم انکے معمولی معنی بیان کرتا ہے۔ مثلاً لنیم کا لفظ ایک فریق بیان کرتا ہے کہ اس کے معنی کینہ اور پیدائشی کینہ کے ہیں۔ دوسرا فریق اسکے معنی صرف کینہ کرتا ہے۔ بہتان عظیم کے معنی بڑا اور حیران کرنے والا جھوٹ ہے اور ایک بڑا بہتان لگانے والا یا افتراء کرنے والا ہے۔ اور کذاب المہین کے معنی ایک بڑا اور عادی جھوٹا اور بہتان باندھنے والا ہے اور جھوٹا اور اہانت کرنے والا ہے۔ دونوں طرف سے سندرات پیش ہوئی ہیں جو ہر ایک فریق کے معنی کی تائید کرتے ہیں ہم ان الفاظ کو سخت معنوں میں لینے کی طرف مائل ہیں اور یہ صرف ویسی عربی سندرات کی بنا پر ہی نہیں (ڈکشنریاں اور قواعد کی کتابیں جنکا حوالہ مستغیث نے دیا ہے) بلکہ ان معنوں کی بنیاد پر بھی جن میں خود کتاب کے مصنف نے ان الفاظ کو اور جگہ بھی استعمال کیا ہے اور نیز مصنف کے دل کی اس حالت کی بنیاد پر بھی جس وقت مصنف اس کتاب کو لکھ رہا تھا۔ لفظ لنیم ایک بڑی حقارت کا لفظ ہے ایسے شخص کو کہا جاتا ہے جس میں تمام برائیاں مستقل طور پر پائی جاتی ہوں اور یہ لفظ مزمل نمبر ۱ نے مصر کے فرعون کی بابت استعمال کیا ہے جس نے اپنے آپ کو خدا مشتہر کیا اور شیطان اور گدھے کی نسبت بھی۔ بہتان عظیم بلحاظ اپنی مآخذ کے اس آدمی کو کہتے ہیں جو جھوٹے اور سخت قسم کے الزام

لگانے کا عادی ہو۔ کذاب کا لفظ مبالغہ کے صیغہ کا ہے اور یہ بڑے یا عادی جھوٹے کے معنی ظاہر کرتا ہے۔ المہین کے معنی اہانت کنندہ یعنی توہین کرنے والا ہے۔ مضمون مندرجہ صفحہ ۱۲۹، ۱۳۰ کو فور سے پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ مصنف نے جب ان دونوں صفحوں کو لکھا اس وقت سخت رنج و غصہ اور کینہ میں مبتلا تھا جیسا کہ آگے چل کر بتلایا جائے گا۔ فریقین میں اس وقت سخت دشمنی تھی اور کوشش کرتے تھے کہ ایک دوسرے کا گلا گات ڈالیں۔ ایسے حالات میں یہ امید نہیں ہو سکتی کہ مصنف اعتدال اور صفائی کو برتتا۔ اب صفائی کے عذرات وغیرہ اس امر کے فرض کر لینے پر مبنی ہیں کہ سراج الاخبار کی ۶ اور ۱۱ اکتوبر ۱۹۰۲ء کے مضامین اور صفحہ ۱۲۹، ۱۳۰ مواہب الرحمن کے متن کو باہم تعلق ہے واصل یہ عذر اٹھایا گیا ہے کہ الفاظ استغاثہ کردہ جو مواہب الرحمن میں ہیں ان الفاظ پر مبنی ہیں جو کہ مستغیث نے اپنے مضمونوں میں لکھ کر مزہم نمبر ۱ اور اسکی جماعت پر حملے کئے ہیں لیکن واقعہ میں یہ بات نہیں ہے ذیل کے دلائل ان عذرات کی تردید کرتے ہیں۔

اول: ذرا سا بھی حوالہ صریح یا کنایہ قریبی یا بعیدی ان مضامین کی طرف نہیں ہے، جو سراج الاخبار ۶، ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۲ء میں ہیں یا ان کے مدعا کی طرف۔

دوم: مضامین کے سخت معنوں کے لحاظ سے اور بنظر اس مدعا کے جو اپنی جماعت کو بچانے کے لئے یا اپنے چال چلن کو ان الزاموں سے پاک کرنے کے لیے ضروری تھی، یہ بہت غیر اغائب ہے اگر غیر ممکن نہ ہو کہ مصنف بالکل کوئی اشارہ صریح یا معنی انکی طرف یا ان خطوط کی طرف نہ کرنا، جو الحکم میں شائع ہوئے۔

سوم: اس کتاب کے ۱۲۶، ۱۲۷ صفحہ پر (مواہب الرحمن) مصنف نے محمد حسن فیض کی موت کو بطور پیشگوئی کے بیان کیا ہے لیکن ایسا بیان ممکن نہیں ہے کہ وہ لکھتا۔ اگر سراج الاخبار کے

مضمون اسکے دل میں ہوتا، کیونکہ سراج الاخبار کے مضامین میں اس بیان کی تردید کر دی گئی تھی۔ دیکھو ملزم کا بیان جو اس نے ۱۲۹ اگست ۱۹۰۲ء کو دیا ہے جو اس مقدمہ کی مسئل میں شامل ہے۔ جو زیر دفعہ ۴۲۰ تقریرات ہند ہے۔

چہارم: مزہم کو اس بات کا یقین نہ تھا کہ خطوط کے مضمون جو الحکم میں چھپے تھے اور وہ مضامین جو سراج الاخبار میں چھپے ہیں درست ہیں اپنے دل کی ایسی حالت میں مصنف ممکن نہ تھا ایسے خیالات کے ظاہر کرنے کی جرأت کرتا جو اس کتاب کے ۱۲۹، ۱۳۰ صفحہ میں ہیں جیسا کہ اس نے ظاہر کئے ہیں۔

پنجم: مزہم نمبر سراج الاخبار کے مضمونوں کی بنا پر کس طرح الزام لگا سکتا تھا جبکہ ان مضمونوں کے مصنف کا قرار دینا زیر بحث تھا اور یہ امر عدالت نے فیصلہ کرنا تھا جو ابھی عدالت نے نہ کیا تھا۔

ششم: سراج الاخبار کے مضمون ماہ اکتوبر ۱۹۰۲ء کے آغاز میں لکھے گئے۔ وہ صفحات جن میں مزیل حیثیت عبارت ہے قریباً چار ماہ کے بعد نکلے، اگر یہ صفحے ان مضامین کے جواب میں لکھے گئے تھے تو یہ ضروری تھا کہ اس سے بہت پہلے لکھے جاتے۔

ہفتم: اب کتاب پر غور کرو اور دیکھو کہ وہ کیا کہتی ہے۔ یہ ملزم کے بیان کی تردید کرتی ہے، صفحہ ۱۲۹، ۱۳۰ کے متن سے اس امر کی کافی شہادت ہے کہ یہ سراج الاخبار کے خطوط کے جواب میں نہیں لکھی گئی کیونکہ اس عبارت میں انکی بابت کوئی ذرہ بھی اشارہ نہیں ہے بلکہ ان مقدمات کی طرف اشارہ ہے جو مستغیث نے جہنم میں دائر کئے۔ سطر ۶ صفحہ ۱۲۹ میں مقدمات کا صاف حوالہ ہے (عربی یا فارسی) جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ میں (مزہم نمبر ۱) ایک عدالت میں گرفتاروں کی طرح حاضر ہونگا کیونکہ مزہم کے نام وارنٹ جاری ہوا تھا۔ اور

سطر ۱۲ اور ۸ صفحہ ۱۳۰ میں مستغیث نے جو مقدمہ دائر کیا تھا اسکا صاف ذکر ہے۔ اور مستغیث کا نام صفحہ ۱۲۹ کی سطر ۱۰ میں لکھ دیا ہے اور ۱۲۹ صفحہ کی سطر ۵ میں ان تین وکلاء کا حوالہ دیا ہے، جو مستغیث نے کئے تھے اور پھر سطر ۲ صفحہ ۱۳۰ میں بھی ذکر ہے اور صفحہ ۱۲۹ کی سطر ۴ میں مقدمات دائر کرنے کی غرض منجانب مستغیث لکھی ہے اور اس صفحہ کی سطر ۵ میں وکلاء کرنے کی غرض مندرج ہے اور استغاثوں کی فتیابی سے جو نتائج ہونے ممکن تھے انکی طرف اشارہ صفحہ ۱۲۹ کی اخیر سطر میں اور صفحہ ۱۳۰ کی پہلی سطر میں ہے۔ مقدمہ کا نتیجہ (یعنی اپنی آخری فتح) صفحہ ۱۲۹ سطر ۷ میں بیان کی گئی ہے کیونکہ مقدمے خارج ہو چکے تھے۔ صفحہ ۱۲۹ کے سطر ۱۰ میں استغاثہ دائر کرنے کا وقت ایک سال بعد اس پیشگوئی کے بیان کیا گیا ہے یہ پیشگوئی ۳۱ نومبر ۱۹۰۱ء کو شائع کی گئی اور یہ مقدمات ۹ دسمبر ۱۹۰۲ء کو دائر کئے گئے۔ صفحہ ۱۳۰ کی سطر ۷ میں مصنف بڑی خوشی سے شائع کرتا ہے کہ وہ جیل خانہ میں نہیں جائے گا اور نہ ہی کالے پانی کو بھیج جائے گا اور آخری سطر میں وہ تسلیم کرتا ہے کہ مستغیث کی اس حرکت سے اس کو غصہ آ گیا تھا۔

ہشتم: ایک اور امر بھی ہے جو میرے نتیجہ کی تائید کرتا ہے مستغیث نے اپنے مقدمات جہلم میں ۹ دسمبر ۱۹۰۲ء کو دائر کئے اور ملزم نمبر ۱ نے اپنی کتاب کے صفحات ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲ یا ۱۳۳ جنوری ۱۹۰۳ء کو تالیف کی اور یہ کتاب ۱۲ تاریخ کو شائع کی اور ۱۷ ماہ مذکور کو جہلم میں تقسیم کی، یعنی اس دن جبکہ مقدمات کی پیشی تھی یہ سب باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ ان مقدمات اور اس کتاب میں باہمی تعلق ہے مستغیث کے مقدمات برخلاف ملزم دائر تھے ملزم وارنٹ کے ذریعہ گرفتار ہو کر عدالت جہلم میں حاضر ہوا اور یہ تو بین تکلیف تردد، بے عزتی، ذلت وغیرہ کے موجبات موجود تھے ان سب امور کی شکایت کی گئی ہے۔

نہم: مستغیث کے استغاثہ جات جہلم کے جواب میں ملزم مصحف خیر اور سفلہ برأت کرتا ہے کہ کتاب کے ان صفحات اور سراج الاخبار ۶، ۱۳، ۱۴ اکتوبر ۱۹۰۲ء کے درمیان تعلق ثابت کیا جائے اور اس غرض کے لیے دھینگا زوری کی دوران قیاس تو ویلات پیش کرتا ہے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ گواہوں کے بیانات کو اختلاف سے بہت قابل ذلت ناکامی کا منہ ملزم نے دیکھا۔ مواہب الرحمن کی مزیل حیثیت عبارت اور سراج الاخبار کے مضامین یا خطوط میں مطابقت تعلق نہ ہونے کی وجہ سے صفائی کا پہلا عذر بالکل خاک میں مل جاتا ہے اب دوسرے عذر کی بابت ذکر ہوتا ہے جن مستثنیات پر پھر دہرایا گیا ہے وہ ایک، تین، چھ، نو ہیں۔

الف:..... ان تمام مستثنیات پر اعتبار کرنے سے یہ فرض کرنا پڑتا ہے کہ ملزم کا فضل سراج الاخبار جہلم کے مضامین کی بنیاد پر ہے اسکے سوا اور کچھ نہیں لیکن صفائی سے یہ بات پایہ ثبوت کو نہیں پہنچی جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔

ب:..... پہلی استثناء کی بابت یہ ضرورت ہے کہ وہ عبارت جس میں الزام لگایا گیا ہے وہ سچی ہوئی چاہیے اور اس سے پبلک کا فائدہ ہو۔ اس امر کو صفائی سے ملزم ثابت نہیں کر سکا جہلم کے اخبار کے علاوہ کوئی دوسرا امر نہیں ہے جس سے ثابت ہو کہ مستغیث کسی ایسی بد حرکت کا مرتکب ہوا جسکی رو سے اسکی بطور شریف اور راست باز آدمی کے اب عزت نہیں رہی اور وہ ان خطابات کا مستحق ہو گیا ہے جو اسپر لگائے گئے ہیں اور یہ خیال کرنا ایک امر محال ہے کہ ایسی مزیل حیثیت اشاعت سے کونسا پبلک کا فائدہ نکلا ہے۔

ج:..... سراج الاخبار کے علاوہ کوئی دیگر حوالہ نہیں دیا گیا۔ جسکی وجہ سے عوام کو مستغیث کی نسبت رائے لگانے کا حق حاصل ہو گیا ہے۔

د:..... پہلی استثناء کے علاوہ دیگر مستثنیات میں نیک نیتی ایک بڑا ضروری جز ہے ذیل کے

واقعات سے نیک نیتی کا نہ ہونا اور بد نیتی کا پایا جانا ثابت ہوتا ہے۔ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ مستغیث کی ملزم کے ساتھ دوستی تھی اور اسے اسکو چند خطوط مددک و وعدہ کرتے ہوئے لکھے لیکن اس کا یہ وعدہ الٹا نکلا۔ ۲۶ اگست ۱۹۰۲ء کو مستغیث اور ملزم نمبر ۱ کے مریدوں کے درمیان ایک مذہبی مباحثہ جہلم میں واقعہ ہو گیا جس میں آخر الذکر غالباً شکست یاب ہوئے۔ ۷ اکتوبر ۱۹۰۲ء کے احکم میں جو ملزم کا ایک آرگن ہے اس میں چند خطوط مستغیث کی طرف سے چھپے نیز ایک مضمون رنج وہ الفاظ میں جس میں رشتہ دار مستغیث مسمی فیضی کی موت کا ذکر تھا نکلا۔ ملزم نمبر ۱ نے یہ خطوط نزول المسیح میں مستغیث کے نام پر چھاپ دیئے، یہ سب کچھ مستغیث کی ہدایت کے برخلاف کیا گیا۔ کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کا نام ظاہر کیا جائے۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء میں مستغیث نے دو مضمون سراج الاخبار جہلم میں احکم کی تردید میں دیئے یہ مضامین مرزا اور اسکی جماعت کو بڑے ناپسند اور رنجیدہ ثابت ہوئے۔ مستغیث نے ایک گنام کار بھی قادیان میں بھیجا کہ جس میں ملزم کو عدالت میں کھینچنے کی دھمکی دی، اسکے بعد ۱۴ نومبر ۱۹۰۲ء کو ملزم نمبر ۲ نے ایک مقدمہ زیر دفعہ ۳۲۰ تعزیرات ہند دائر کیا۔ ۹ دسمبر ۱۹۰۲ء کو مستغیث نے دو مقدمہ جہلم میں زیر دفعہ ۵۰۱، ۵۰۰ تعزیرات ہند ملزم اور دیگران پر دائر کئے۔ ۱۹ دسمبر ۱۹۰۲ء کو یعقوب علی ایڈیٹر احکم نے ایک مقدمہ مستغیث اور فقیر محمد ایڈیٹر سراج الاخبار پر دائر کیا فریقین کے درمیان مقدمہ بازی کی نوبت یہاں تک پہنچ چکی تھی۔ جبکہ مواہب الرحمن تالیف کی گئی اور دنیا کے سامنے پیش کی گئی۔ ۷ جنوری ۱۹۰۳ء کو مستغیث کے مقدمات کی پیشی مقرر ہو گئی اور ملزم کو بذریعہ وارنٹ حاضر ہونے کا حکم ہوا، وہ مستغیث کی ان حرکات پر نہایت مایوس اور آزرده ہوئے جس کو انہوں نے پہلی غلطی سے بڑا مفید اور معاون دوست خیال کیا تھا لیکن آخر کار اس کو خوف ناک دشمن بھیس بدلے ہوئے پایا۔ یہ

سب باتیں مصنف کے دل میں کھٹک رہی تھیں جبکہ اس نے یہ مزیل حیثیت مضمون لکھا اور چھاپا وہ جلدی جو مصنف نے تالیف کی تکمیل میں ۱۴ جنوری کو دکھائی۔ اس غرض کے واسطے کہ وہ ۱۷ جنوری کو جہلم میں لوگوں کے ان گرد ہوں کے درمیان تقسیم کرے جو ان مقدمات کو دیکھنے آئے ہوئے تھے۔ اس سے اسکی اصلی منشاء کا پتہ ملتا ہے جس نے اسکو اس کام پر آمادہ کیا تھا۔ مذکورہ بالا مقدمات کے بعد اور مقدمہ بازی بڑھی۔ ۲۶ جنوری ۱۹۰۳ء کو مستغیث نے یہ مقدمہ دائر کیا اور جون ۱۹۰۳ء کو ملزم نمبر ۲ نے ایک استغاثہ زیر دفعہ ۳۱۱ تعزیرات ہند مستغیث کے برخلاف دائر کیا۔ ملزم کے دل کی حالت اس امر سے معلوم کی جاسکتی ہے کہ اس نے مستغیث کے وکلاء کو ٹوٹوں سے اور انکے محنتانہ کو گھاس سے مواہب الرحمن کے ۱۳۰ صفحہ میں نسبت دی ہے۔ ان تمام باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ فریقین ایک دوسرے کا گلا گھونٹنے کو دوڑ رہے تھے۔ نیک نیتی کہاں تھی باقی تمام مقدمہ ڈمس ہو چکے ہیں۔ یہ ملزم کا کام تھا کہ نیک نیتی ثابت کرتا۔ قانون میں نیک نیتی کے معنی مناسب احتیاط و توجہ لکھی ہیں لیکن نیک نیتی کی بابت کوئی کوشش نہیں کی گئی سوائے سراج الاخبار کے حوالہ کے جو کہ یہی رنج دینے کی وجہ تھی۔ فریقین کے باہمی تعلقات کی کشیدگی کے لحاظ سے اس امر کی توقع کرنا غیر ممکن اور دور راز قیاس تھا۔ تحت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ملزم نمبر ۱ سراج الاخبار کے مضمونوں کو سچا سمجھتا تھا۔ کیونکہ دیر تک مستغیث نے اسکی تردید نہیں کی اور یہ کہ اسی یقین پر مستغیث کے بارے میں اس نے مزیل حیثیت الفاظ کو استعمال کیا یہ محبت بالکل غلط ہے ملزم نمبر ۱ کے اپنے بیان سے جو اس نے ۱۹ اگست ۱۹۰۳ء کو جو کہ مقدمہ ۳۲۰ تعزیرات ہند کی مسئل میں ہی اسکی تردید ہوتی ہے اس بیان میں اس نے تسلیم کر لیا ہے کہ سراج الاخبار ۶-۱۳ اکتوبر ۱۹۰۲ء کے مضامین شائع ہونے کے بعد اسکو معلوم ہوا کہ میرا اعتبار اور یقین غلط تھا۔

پھر کس طرح ہو سکتا ہے کہ ایک سمجھدار آدمی مزیل حیثیت عبارت اس اعتبار پر لکھے جو کہ چار ماہ پہلے ہی غلط ثابت ہو چکا ہو پھر وہ آدمی کس طرح نیک نیتی کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ جس نے انہیں الفاظ پر جو زیر استغاثہ ہیں۔ اکتفا کر کے اپنی دشمنی کو صاف طور پر ظاہر کر دیا ہے اور تین جنگوں میں کہتا ہے کہ وہ میرا سخت دشمن ہے اور اسکے علاوہ صفحہ ۳۰، مواہب الرحمن میں اور الفاظ بھی جو مزیل حیثیت ہیں استعمال کرتا ہے۔ مثلاً شریر جاہل، غبی، شقی ملزم نمبر ۱ اسی صفحہ کی اخیر سطر میں تسلیم کرتا ہے کہ مستغیث نے تجھے غصہ دلایا۔ علاوہ ازیں ملزم نمبر ۱ نے شہادت کے اثناء میں مقدمہ زیر دفعہ ۳۲۰ تعزیرات ہند میں بیان کیا کہ میں مستغیث کو صرف اس وقت سے جانتا ہوں کہ جبکہ اسکو کرہ عدالت میں دیکھا یہ موقع پہلی دفعہ ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء کو بمقام جہلم ہوا اس بیان سے پایا جاتا ہے کہ ملزم مستغیث سے اس تاریخ سے پہلے کوئی ذاتی واقفیت نہیں رکھتا تھا۔ ۱۴ جنوری ۱۹۰۳ء کو جو اس کتاب کی تصنیف کی تاریخ ہے اس کو کیونکر معلوم ہوا کہ مستغیث لیم بہتان عظیم الکذاب المبین تھا، البتہ نبوت اور وحی کی طاقت سے وہ اس بات کی واقفیت کا دعویٰ کر سکتا تھا لیکن ایسا بیان تک نہیں کیا گیا ثابت کرنا تو کجبار بار۔ جو کچھ اوپر بیان کیا گیا ہے اس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ باہم دشمنی ہے اور ملزم کو دفعہ ۳۹۹ تعزیرات ہند کی مستثنیات کے مفاد سے محروم ہوتا ہے۔ صفائی کا تیسرا عنصر بھی پہلے عذر کے ساتھ خاک میں مل جاتا ہے۔ حسب تجویز بالا علاوہ ازیں یہ کہنا درست نہیں ہے کہ الفاظ زیر استغاثہ سراج الاخبار کے جواب میں لکھے گئے ہیں کیونکہ یہ الفاظ وہاں واقع ہی نہیں ہیں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مستغیث اپنے علاقہ میں ایک معزز آدمی ہے اور یہ کہ مولوی ہے عربی علم ادب اور علوم دینیہ کا فاضل ہے اور جامعہ اود منقولہ وغیرہ منقولہ کا مالک ہے اور حکام اسکی عزت کرتے ہیں۔ ایک مذہبی کتاب میں جو مسلمانوں کے استعمال کی واسطے چھاپی گئی

ہے۔ اسکو ایک ایسے آدمی کے طور پر ظاہر کرنا جو پیدائشی کمینہ ہو، بڑا ہی عاوی جھوٹا ہو، بڑا بہتان لگانے والا، یہ ایک سخت قسم کا الزام ہے جس سے اس پر ہمیشہ کے لیے دھبہ لگتا ہے کہ وہ کمینہ بد چلن آدمی ہے یہ بیان کیا گیا ہے کہ جہاں الفاظ مزیل حیثیت استعمال کئے گئے ہیں اور جن سے ظاہراً جرم قائم ہو سکتا ہو تو انکا چھاپنا ہی ظاہر کرتا ہے کہ باہم دشمنی تھی۔ جو اصول استثناء نمبر ۴ میں قائم کیا گیا ہے وہ مقدمہ ہذا کے متعلق نہیں۔ بلکہ ایسے موقع پر عائد ہو سکتا ہے جہاں کہ الفاظ کے معنوں میں شک ہو (جلد ۹، الہ آباد صفحہ ۳۲۰) تعزیرات ہند نمبر ۵۸۸۔ لیکن اس مقدمہ میں الفاظ استغاثہ کردہ کے معنوں کی بابت کوئی شبہ نہیں ہے دفعہ ۳۹۹ کے بموجب صریح مزیل حیثیت ہیں اور یہ کہ جلدی یا غصہ میں لکھے گئے ہیں ملزمان اسکے بالکل جوابدہ ہیں پھر ضابطہ فوجداری کے صفحہ ۶۷۲-۶۷۳ میں لکھا ہے کہ جب کوئی آدمی کوئی تحریر چھاپے جو کہ درست نہ ہو جیسا کہ اس مقدمہ میں ہے۔ تو قانون یہ خیال کرے گا کہ اس نے دشمنی سے ایسا کیا ہے اور یہ جرم ہو گا یہ غیر ضروری ہے کہ اس بارے میں زیادہ ثبوت نیت کا دیا جاوے تعزیرات ہند کے بموجب یہ خیال کیا جائے گا کہ اس نے نقصان پہنچانے کے ارادہ سے یا جان بوجھ کر یا اس بات کا یقین کر کے یہ مستغیث کی عزت کو ضرور نقصان پہنچائے گا۔ ایسا کیا مین صاحب اپنی تعزیرات ہند کے صفحہ ۸۷۶ پر بیان کرتا ہے کہ ہر ایک آدمی قیاس کیا گیا ہے کہ اپنے قدرتی اور معمولی کاموں کے نتیجہ کا ذمہ دار ہوتا ہے اگر تشہیر کا میلان مستغیث کو نقصان دہ ہو تو قانون خیال کرے گا کہ ملزم نے اسکے چھاپنے سے ارادہ کیا ہے کہ اس سے مستغیث کو نقصان پہنچے پھر یہی مصنف صفحہ ۹۰۱ پر لکھتا ہے کہ کسی کی ذاتیات اور پرائیویٹ رائے رفاہ عام میں داخل نہیں۔ پبلک میں ثابت شدہ افعال پر رائے زنی کرنا یا سرکاری ملازم کی کارروائی پر سختی سے نکتہ چینی کرنا ایک اور بات

ہے۔ اور بد چلنی کے افعال کا اسے مجرم بیان کرنا اور دوسری شے ہے۔ پھر رتن لعل رام چند اس اپنی قانون میں جو اس نے تائیس پر لکھا ہے اسکے صفحہ ۲۰۴ میں ذیل کے فقروں میں یہی لکھتا ہے کہ کوئی اشارہ کیبتگی یا شریر منشاء کا یا ناقول یا بد چلن کا بغیر کسی بنیاد کے نہیں ہونا چاہیے۔ یہ کوئی صفائی نہیں ہے کہ ملزم ایمانداری سے سچے طور پر یقین کرتا تھا کہ یہ الزام سچا ہے ایک نکتہ چین کو ہر وقت اختیار ہے کہ وہ مصنف کی رائے یا خیالات پر نکتہ چینی کرے لیکن اس کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ کسی آدمی کے چال چلن پر ہتک آمیز ریمارک کرے لعل چند اپنی تعزیرات ہند میں اس طور پر ذیل کی سطور میں لکھتا ہے کسی آدمی کے افعال اچھے ہوں یا برے اپنی ذات سے تعلق رکھتے ہیں۔ جب تک کہ وہ اس پر وارد نہ ہوں کسی کو حق نہیں ہے کہ ان کو لوگوں کے سامنے پیش کرے ہر ایک آدمی قانونی حق رکھتا ہے کہ جو کچھ اسکے متعلق ہے اسی کے متعلق ہے۔ خواہ وہ روپے ہوں یا خیالات ہوں، خواہ وہ اخلاقی افعال ہوں آجر اپنے لائبل اور سلیڈز میں صفحہ ۵۶ پر لکھتا ہے کہ اگر کوئی آدمی مستغیث کے ذاتیات پر بلا ضرورت حملہ کرے تو وہ جواب نہیں ہو سکتا کونٹر چارج ہو جاتا ہے۔ اور اگر مزیل حیثیت ہو تو لائبل ہو جاتا ہے۔ ایک اخبار میں تشہیر کرنے کی طرز سے نیک نیکی کا سوال پیدا ہو سکتا ہے۔ اور ملزم کو ان مستثنیات کی حفاظت کے مفاد سے محروم کر سکتا ہے۔ ذیل کے اقتباس میں بیان کیا گیا ہے نیلسن اپنی تعزیرات ہند کے صفحہ ۵۹۱ میں لکھتا ہے کہ ایک سچا الزام یا جھوٹا الزام لگایا جائے یا چھاپ دیا جائے جو پبلک کے فائدہ کے واسطے ہو تو وہ بھی بوجہ طرز تشہیر اور اخبارات لکھنے والے کو مفاد مستثنیات سے محروم کر سکتا ہے اس صورت میں بھی کہ جبکہ یہ تشہیر مفاد عام کیلئے ہو یعنی یہ کہ عوام الناس کے ایک طبقہ کے مفاد کے لیے تو بھی مستثنیات اول کی رعایت کا اعہدہ ہو جاتی ہے۔ اگر واقعی مذکورہ متعلقین کی نسبت زیادہ

وسیع دائرہ ناظرین تک وہ واقعات پہنچائیں جائیں ایسے رویہ سے یہ تجویز قرار پا سکتی ہے کہ بیان مذکور عوام الناس کے فائدہ کیلئے نہ تھا۔ جن کے رد و بیان مذکور پیش کرنا مطلوب تھا۔ لال چند اپنی تعزیرات ہند کے صفحہ ۶۳۶ میں اسی رائے کی تائید کرتا ہے جو حسب ذیل الفاظ میں ظاہر کی گئی ہے مثلاً اگر کوئی شخص اپنے حقوق کی حفاظت کیلئے کوئی بیان مزیل حیثیت عرفی کسی اخبار میں چھپوائے جیسا کہ مقدمات مدراس میں ہوا ہے تو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ بیان مذکور اپنے حقوق کی حفاظت کیلئے نیک نیکی سے مشہر کیا گیا تھا جس سے کہ مستغیث کی حیثیت کو نقصان پہنچانا بے احتیاطی یا لاپرواہی سے نہ از روئے کینہ کے لکھا گیا تھا۔ مقدمات مدراس میں یہ قرار دیا گیا ہے کہ جو طرز تشہیر کی اختیار کی گئی ہے وہ غیر ضروری ہے اور اپنی رعایت قانونی سے بڑھ کر قدم مارا گیا ہے اسلئے ملزم محفوظ نہیں۔ دیکھو مدراس جلد ۵ صفحہ ۲۱۴ و جلد ۶ صفحہ ۳۸۱ اس رائے کی تائید جلد ۱۹ بمبئی صفحہ ۷۰۳ سے ہوتی ہے جہاں کہ یہ قرار دیا گیا ہے کہ تشہیر سے مفاد عام منظور نہ تھا کیونکہ اخبار میں تشہیر کی گئی تھی مقدمہ ہذا میں جملہ ضروری اجزاء جرم ازالہ حیثیت عرفی موجود ہیں اتہامات سخت قسم کے لگ کر مستغیث کی چال وچلن پر مشہر بایں ارادہ کیے گئے ہیں کہ اس کی حیثیت عرفی کو نقصان پہنچے کھلے کھلے طور پر وہ بیانات مزیل حیثیت عرفی ہیں اور ہم وطنوں کی نگاہ میں مستغیث کی قدر و منزلت کو ان سے نقصان پہنچتا ہے یہ الزامات بے بنیاد ہیں اور از راہ کینہ لگائے گئے ہیں اور ایک مذہبی کتاب میں جو عام مسلمانوں کے استعمال کیلئے ہے مشہر کئے گئے ہیں نیک نیکی ان میں بالکل نام کو نہیں۔ القصد ۱۳ جنوری ۱۹۰۳ء کو ملزم نمبر ۱ نے ایک کتاب مواہب الرحمن تصنیف کی اور اسے مشہر کیا مزم نمبر ۲ نے اسے چھاپ کر فروخت کیا۔ ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء کو کتاب مذکور بمقام جہم تقسیم کی گئی جہاں کہ مستغیث نے ملزمان کے بر

خلاف مقدمات کئے ہوئے تھے اور انکی سماعت ہو رہی تھی۔ ملزمان بذریعہ وارنٹ وہاں حاضر ہوئے تھے۔ اس کتاب میں ایسے الفاظ موجود ہیں جن کو سادہ سادہ معنوں میں اگر لیا جائے تو بھی مزیل حیثیت عرنی ہیں کیونکہ سخت قسم کے اتہام چال چلن مستغیث پران میں لگائے گئے ہیں بروئے رعایات تشریح و مستثنیات دفعہ ۳۹۹ تعزیرات ہند جو صفائی پیش کی گئی ہے وہ بالکل ناکام رہتی ہے، ہو جب سند کتاب آج دربارہ لائیکل صفحہ ۱۵ ایسے الفاظ قابل مواخذہ ہوا کرتے ہیں اگر وہ الفاظ چھوٹے اور مزیل حیثیت ہوں خواہ سہوایا اتفاقیہ طور پر ان کی تشبیہ ہو جائے یا خواہ نیک نیتی کے ساتھ انکو سچا سمجھ کر انکی تشبیہ کی جائے۔ صفحہ ۱۸۴ کتاب مذکور میں مندرج ہے کہ اگر کسی شخص کو ایک خط بدیں اختیار ملے کہ اسکی تشبیہ کی جائے تو تشبیہ کنندہ بری الذمہ نہ ہوگا اگر اسے کسی اخبار میں مشتہر کرے جبکہ الفاظ لائیکل والے اس میں ہوں پس ثابت ہوا کہ ملزم نمبر ۱ مجرم زیر دفعہ ۵۰۰ اور ملزم نمبر ۲ زیر دفعہ ۵۰۱، ۵۰۲ تعزیرات ہند ہے۔ اور انکو ان جرائم کا مجرم تحریر ہذا کی رو سے قرار دیا جاتا ہے۔ اب فیصلہ کرنا نسبت سزا کے رہا مدعا سزا سے صرف یہی نہیں ہوتا کہ مجرم کو بدلہ اس کے فعل کا دیا جائے بلکہ اسکو آئندہ کے لیے ایسے جرم سے روکنے کا منشا ہوتا ہے۔ صورت ہذا میں ایک خفیف جرم نہ سے یہ مطالب حاصل نہیں ہو سکتا۔ خفیف رقم جرم کی مؤثر اور رکاوٹ پیدا کرنے والی نہ ہوگی اور غالباً ملزم اسے محسوس نہ کرے گا۔ ہر روز اسے بیشار چندہ پیروؤں سے آتا ہے، جو ملزم نمبر ۱ کے لیے ہر قسم کے ایثار کرنے کو تیار ہیں ان حالات میں تھوڑا سا جرمانہ کرنے سے ایک خاص گروہ کو جو بے گناہ ہوتا ہے سزا ہوگی۔ دراصل اصلی مجرمان پر اسکا کچھ اثر نہیں پڑے گا۔ ملزم نمبر ۱ کی عمر اور حیثیت کا خیال کر کے ہم اسکے ساتھ رعایت برتیں گے۔ ملزم نمبر ۱ اس امر میں مشہور ہے کہ وہ سخت اشتغال رہ تعزیرات اپنے مخالفوں کے برخلاف لکھا کرتا ہے اگر

اسکے اس میلان طبع کو بر محل نہ روکا گیا تو غالباً امن عامہ میں نقص پیدا ہوگا۔ ۱۸۹۷ء میں کپتان وگلز صاحب نے ملزم کو ہم چوتھم تحریرات سے باز رہنے کے لیے فہمائش کی تھی پھر ۱۸۹۹ء میں مسنر ڈوکی صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے اس سے اقرار نامہ لیا کہ ہجو قسم نقص امن والے فعلوں سے باز رہے گا نظر بر حالات بالا ایک معقول تعداد جرمانے کی ملزم نمبر ۱ پر ہونی چاہیے۔ اور ملزم نمبر ۲ پر اس سے کچھ کم۔ لہذا حکم ہوا کہ ملزم نمبر ۱ ہجڑا جرمانہ دے اور ملزم نمبر ۲، ۲۰۰۔ ورنہ اول الذکر چھ ماہ اور آخر الذکر ۵ ماہ قید محض میں رہیں۔ حکم سنایا گیا۔ ۸ اکتوبر ۱۹۰۳ء۔

دستخط: حاکم

مرزا جی کی اپیل

اگرچہ مرزا جی کی شان سببائی تو اس امر کی متقاضی تھی کہ وہ اپنی ان تکالیف مائی و بدنی کا جو انکو اس مقدمہ کی طفیل نصیب ہوئیں بدلہ عالم غیبی پر چھوڑ دیتے اور اپنے مصائب کا شکوہ بارگاہ احکم الحاکمین میں پیش کرتے کیونکہ یہ سب حادثات قدرت کی طرف سے انکو حاصل ہوئے تھے۔ لیکن آپ وہ مسیح نہیں جنکا بھروسہ قحط آسمانی عدالت پر ہوا ورنہ آپ ان پاک نفوس سے ہیں جو ہر حال میں دکھ درد کے وقت یہ کہہ کر انما اشکوہی و حزنی الہی اللہ معاملہ کو حوالہ با خدا کرتے ہیں بلکہ آپ تو مجوزی حکام کی عدالتوں کو ذریعہ حق الیقین سمجھتے ہیں اور اپنے تنازعات کو فہرودہ الی اللہ والرسول کے مصداق بنانے کے بجائے عدالت حکام مجاز کو ہی مرجع و تائب قرار دیتے ہیں آخر کار آپ نے بعدالت مسٹر بری صاحب سیشن جج بہادر قسمت امرتسر ۵ نومبر ۱۹۰۳ء کو اپیل داخل کی اور اپیل میں علاوہ دیگر

عذرات کے بڑی عجزی سے اپنی کبر سنی اور واجب الرحم حالت جتا کر ان مصائب کا جو دوران مقدمہ آپکو نصیب ہوئیں شکوہ کیا اور اس بات کا بہت کچھ روناروئے کہ صاحب مجسٹریٹ نے دوران مقدمہ انکے بڑھاپے پر کوئی رحم نہیں کیا اور طرح طرح کی صعوبات میں مبتلا رکھ کر آخر کار ایک سنگین سزا بھی دیدی۔ اپیل کی آخری پیشی ۷ جنوری ۱۹۰۵ء کو قرار پائی سشن جج نے مستغیث کو بھی نوٹس دیدیا تھا۔ چنانچہ مستغیث اصالتاً اور مزمان کی طرف سے مسرتیگی صاحب ایڈوکیٹ و خواجہ کمال الدین صاحب وکیل پیش ہوئے۔ جائین کی بحث سننے کے بعد صاحب سشن جج نے اپیل مزمان منظور کی اور وہی جرم مانکا حکم دیا۔

لیکن جو دلتیں قدرت کی طرف سے مقدمہ میں حاصل ہو چکی تھیں اور وہ کبھی واپس نہیں ہو سکتی تھیں نیز جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے مرزا جی بوجب اپنی اصطلاح کے جو تریاق القلوب میں کئی سال پہلے اپنے قلم سے لکھ چکے تھے۔ سزا کی منسوخی اور جرمانہ کی واپسی سے لفظ بری کے مصداق نہیں ہو سکتے۔ گوشسن جج اپنی اصطلاح میں ان کو بری ہی کیوں نہ لکھے۔ مرزا صاحب لکھ چکے ہیں کہ بری وہ ہے جس کے ذمے فرد جرم عائد نہ ہو اور پہلے ہی مخلص حاصل کر لے جس پر فرد جرم لگ گئی ہو وہ ہرگز بری نہیں کہا سکتا زیادہ سے زیادہ اسکو ہرا کہہ سکتے ہیں۔ مقدمہ ہذا میں فرد جرم لگنے کے علاوہ سزا بھی ہو چکی تھی۔ پھر مرزا جی کے مرید برخلاف تحریر مرشد کے (جو تریاق القلوب میں لکھی جا چکی ہے) کس منہ سے کہہ سکتے ہیں کہ مرزا جی بری ہو گئے اور یہ انکا ایک معجزہ ظاہر ہوا۔ چونکہ فیصلہ اپیل کو قبل ازیں مرزا یوں نے کثرت سے چھاپ کر ملک میں شائع کر دیا ہوا ہے اس لیے اب یہاں درج کرنے کی تفصیل حاصل ہے۔

خاتمہ کتاب

پہلے ہم اس قادر ذوالجلال رب مستعان کا ہزار ہزار شکریہ بجالاتے ہیں جس نے اس عظیم الشان معرکہ میں ابتداء سے اختتام تک محض اپنے فضل و کرم سے ہماری مدد کی۔ مرزا کی لشکر نے اپنی پوری طاقت سے ہم پر ہوا کیا اور ان کے نقطہ خیال میں تھا کہ ہم پل کے پل میں انکو نیست و نابود کر دیں گے لیکن ہمارے قادر و قدیر مولیٰ ذات کبریائی نے انکے اس پندار و غرور کو آ خر خاک میں ملا دیا اور اپنے ضعیف اور ناتوان بندگان کو وہ ہمت و استقلال بخشا کہ کسی مرحلہ میں بھی ہمارا حوصلہ پست نہ ہوا اور ہر ایک میدان میں زبردست حریف ہمارے مقابلہ میں منہ کے بل گرتا رہا۔ ابتداء میں جب یہ معرکہ شروع ہوا تو مرزا کی جماعت کی طاقت اور انکے اتفاق اور انکی لاف و گزاف کو سن کر ہر ایک شخص ہمیں خوف دلاتا تھا کہ مقابلہ بہت مشکل نظر آتا ہے تمہارا دشمن بہت قوی ہے اسکے پاس مال و زر وافر ہے۔ ان کی جماعت میں قابل تعریف اتفاق ہے قانون پیشہ اصحاب (وکلاء اور بیریسٹر) انکے گھر کے ہیں۔ ڈپٹی جج وکیل وغیرہ ان کے فدائی اور حلقہ مریدین میں داخل ہیں اس وقت ہماری طرف سے یہی جواب ہوتا تھا کہ:

ع "دشمن اگر قوی است نگہبان قوی تر است"

اگر خدا کو منظور ہے تو دنیا دیکھ لے گی کہ مقابلہ یوں ہوا کرتا ہے چنانچہ آخر ایسا ہی ہوا کہ مخالف کو معلوم ہو گیا کہ:

ع "عشق آسان نمود اول و لے افتاد مشکبہا"

چمیر تو بیٹھے تھے لیکن آخر میں اپنے منہ سے کہتے تھے کہ اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ ہم یوں خراب ہوتے ہیں تو مقدمہ بازی کا نام تک نہ لیتے بہر حال بتائید ایزدی تھی ورنہ ہم

کیا تھے اور ہماری طاقت کیا۔ ہم ایزد متعال کی عنایت اور مہربانی کا شکریہ کس طرح ادا کر سکتے ہیں: سر

اگر ہر مومن گردد زبانم اداے شکر مولیٰ کے تو انم
اس کے بعد ہم ان مخلص احباب و اعوان اور مہربانوں کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے اس نازک وقت میں محض اخوت اسلامی سے ہم سے ہمدردی کی اور حتی الوسع قلبی جانی مالی معاونت سے دریغ نہ فرمایا۔ جزاھم اللہ خیر الجزاء چونکہ فریق مخالف کے جاننا زمرید اس موقع پر رویوں کا مینہ برسا رہے تھے اور ہر طرف سے ہزاروں کی تعداد میں انکو دھڑا دھڑا درہم و دینار آ رہے تھے اس لئے ہم اپنی اکیلی مالی طاقت سے ان کا مقابلہ کس طرح کر سکتے تھے۔ لیکن پھر بھی ہم نے کسی صاحب کے سامنے دست سوال دراز ہرگز نہ کیا اور جو کچھ اپنے پاس تھا اس کو بیدریغ خرچ کرتے رہے۔ لیکن خدائے کریم نے بعض ہمدردان اسلام کے دلوں میں تحریک پیدا کر دی۔ وہ بدوں ہمارے کہنے کے ہماری مدد کرنے لگے اور جس طرح سے ہوسکا انہوں نے ہماری معاونت کی۔ ذیل میں چند حضرات کا بالخصوص تذکرہ کر کے باقی تمام ان حضرات کا جنہوں نے ہم سے ہمدردی فرمائی ہم تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں اور حق تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ان کو جزاء خیر عطا فرمائے۔

سلطان راجہ جہاندا خان صاحب سی۔ آئی۔ اے

راجہ صاحب ممدوح الشان جن کے نام نامی سے اسلامی دنیا عموماً واقف ہے۔ اور جو لحاظ جسی بسبی فضائل کے مستغنی عن التعریف والتوصیف ہیں۔ آپ دنیوی اقتدار کے رو سے ممتاز زمانہ ہونے کے علاوہ علمی کمالات میں بھی اعلیٰ پایہ رکھتے ہیں۔ خصوصاً علم عربی میں آپ کو پوری مہارت حاصل ہے قرآن کریم کے نکات اور معارف بیان کرنے

لگیں تو سننے والے کو حیرت میں ڈال دیتے تھے اور مسلمان رؤسا میں سے میں نے علوم عربیہ کا ایسا کوئی فاضل پنجاب میں نہیں دیکھا یہی باعث ہے کہ آپ اہل علم کی قدر کرتے ہیں اور علماء دین کی تعظیم فرماتے ہیں۔ اوائل میں جب مرزا جی نے اپنی چند کتابیں تائید اسلام میں شائع کیں اور اپنا دعویٰ صرف ملہمیت مجددیت تک محدود رکھا تو راجہ صاحب کو مرزا جی سے حسن ظن تھا اور انہوں نے انکو بہت کچھ مالی امداد بخشی تھی۔ مرزا جی بھی اس زمانہ میں آپ کے مداح تھے اور اپنی چند تصانیف میں انکو ملہم من اللہ مانتے رہے لیکن راجہ صاحب نے جب مرزا جی کا دعویٰ رسالت و نبوت انکی بعض مصنفات میں کھلے طور سے لکھا ہوا دیکھا تو فوراً کہہ اٹھے افا ہری منہ و من معقدا تہ اس وقت سے آپ مرزا جی کے دعاوی سے سخت متنفر ہیں۔ جناب ممدوح کو ہمارے خاندان سے خاص محبت و شفقت ہے اور ہم پر ہمیشہ نظر عنایت رکھتے ہیں میرے فاضل بھائی مولانا ابوالفیض مولوی محمد حسن صاحب فیضی مرحوم سے آپکو خاص محبت تھی اور مرحوم کے کئی ایک عربی فارسی قصائد میں آپکا ذکر خیر پایا جاتا ہے۔ اس وقت مرحوم کے خف الصدق عزیز مولوی فیض الحسن صاحب طاب عمرہ جو دارالعلوم نعمانیہ میں تعلیم پاتے ہیں۔ راجہ صاحب کی طرف سے وقفہ فقا انکو بھی کافی مدد پہنچتی رہتی ہے۔

ممدوح الصدر کی طرف سے ہمیں سب سے بڑھ کر مقدمات کے اثنا میں مالی مدد پہنچتی رہی اور نیز آپکے قابل قدر مشوروں سے ہم مستفید ہوتے رہے۔ ہم صاحب ممدوح کا شکریہ ادا کرنے کے لیے کافی الفاظ نہیں پاتے۔ رب العزۃ سے یہی دعا ہے اللہم ابد اقبالہ و احفظ الہ و عیالہ افسوس کہ راجہ صاحب ممدوح کا اب انتقال ہو چکا ہے۔ خدا غریق رحمت فرمائے اور پسماندگان کو با اقبال کرے۔

شکریہ معاویہ

جن مسلمان بھائیوں نے اس موقع پر اسلامی ہمدردی کے رو سے ہماری مالی اعانت کی ان میں مسلمانان جہلم ولاہور اور مسلمانان گورداسپور کا نمبر اول ہے۔ ہم ان کا صدق دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں بالخصوص مسلمانان گورداسپور کی ہمدردی و اعانت قابل ذکر ہے۔

مسلمانان گورداسپور

ہم گورداسپور کے مسلمانوں کی مہربانی کا شکریہ ادا نہیں کر سکتے کہ انہوں نے ہم سے بہت اچھا سلوک کیا اور ہم باوجود مسافرت کے گورداسپور میں وطن سے زیادہ آرام رہے۔ ابتداء میں جب مقدمات جہلم سے منتقل ہو کر گورداسپور میں گئے تو ہمارے دلوں کو سخت تشویش تھی کہ اس قدر دور و راز مسافت پر جانا ایک سخت مصیبت ہے اور ہمارے فریق مخالف کو ہر طرح سے وہاں امن و آرام حاصل ہوگا۔ لیکن گورداسپوریوں نے ہم سے وہ حسن سلوک کیا کہ ہم گوھر سے بڑھ کر وہاں آرام و راحت معلوم ہوتی تھی اور مرزائی پارٹی کو وہاں اس قدر تکالیف کی شکایت تھی کہ احکام کو اخبار میں لکھنا پڑا کہ مکان تک انکو دقت سے کرایہ پر ملا۔ جناب میر احمد شاہ صاحب وکیل بنالہ اور شیخ نبی بخش صاحب وکیل گورداسپور نے اسلامی اخوت کا وہ نمونہ دکھایا کہ مدۃ العمر ہمیں یاد رہے گا۔ صاحب مقدم الذکر اپنے خرچ پر گورداسپور میں جاتے رہے اور بلا فیس وغیرہ پیروی کرتے رہے ایسا ہی صاحب مؤخر الذکر اپنے سب مقدمے چھوڑ کر بلا فیس ہمارے مقدمات میں کئی کئی دن اجلاس عدالت میں گزارتے رہے۔ الغرض دونوں حضرات نے قانون پیشہ اصحاب کے زمرہ میں

داخل ہو کر مروت و احسان کا ایک اعلیٰ نمونہ دکھایا جو دیکھ ہم سے کسی قسم کا سابقہ تعارف نہ تھا کسی قسم کے طمع اور فائدہ کی توقع نہ تھی لیکن ہمیں غریب الوطن سمجھ کر صرف للہی ہمدردی دکھائی ہم انکی عنایت کا کسی طرح سے بھی شکریہ ادا نہیں کر سکتے۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء ایک اور صاحب لالہ مولال صاحب وکیل نے بھی ہماری بہت مدد کی اور صرف برائے نام فیس پر پیروی مقدمات میں انہوں نے کمال سرگرمی دکھائی خدا انکو خوش رکھے ایک صاحب خواجہ عبدالرحمن صاحب ایجنٹ شیخ علی احمد صاحب وکیل نے جو کچھ ہم سے ہمدردی کی اسکا شکریہ ہم سے ادا نہیں ہو سکتا ہماری جماعت کے جس قدر اشخاص ہوتے تھے سب کے لیے کھانا پکانے کی تکلیف آپکی ذمہ تھی اور چار پایاں بستر وغیرہ کا سارا انتظام انکے سپرد تھا اور بھی کئی تکالیف ان کے ذمہ تھیں لیکن اس جو انہوں نے اس کام کو ایسی خوبی سے اخیر تک نبھایا کہ باید و شاید جزاہ اللہ خیر خواجہ صاحب کا ایک فرزند رشید خواجہ عبدالحی صاحب جو اس وقت اسلامیہ سکول میں تعلیم پاتا تھا اب تکمیل علوم عربیہ کے بعد جامعہ منیہ دہلی میں شیخ التفسیر ہے ہم عزیز خواجہ کی ترقی عزت اور ترقی مراتب کے لیے دست بدعا ہیں۔ اللہم زد فزد۔

اور وہ صاحبان مولوی اللہ داتا علی محمد خیاط مومل ضلع گورداسپور کی ہمدردی کے بھی ہم مشکور ہیں جتنا عرصہ مقدمہ دیا آپ اپنا سب کام چھوڑ کر وہاں ہی رہے اور حتیٰ الواقع ہمارے مدد و معاون بنے رہے۔ (اے خدا تو انکو جزائے خیر عطا فرما)

ایک مولوی صاحب مولوی عبدالسبحان صاحب ساکن گلینہ ضلع گجرات جو مسانیاں تحصیل بنالہ میں معلم سادات کرام تھے انکی مہربانیوں کا شکریہ ہم ہرگز ادا نہیں کر سکتے

سب کا دوبار چھوڑ کر ہمارے ساتھ رہے اور اخیر تک رفاقت کو نبھایا ہم عمر بھران کو یاد رکھیں گے۔ جزاء اللہ رب الجزاء علاوہ ازیں گورداسپور کے تمام ہندو اور مسلمان اصحاب نے ہم سے پوری ہمدردی دکھائی تمام ادنیٰ و اعلیٰ ہمارے خیر خواہ تھے اور سب کی زبان پر یہی دعا تھی کہ خدا تم کو کامیاب کرے اگرچہ وہ زمانہ گزر گیا لیکن گورداسپور یوں کی محبت کا اثر ہمارے دلوں سے کبھی زائل نہ ہوگا۔

ہم وطن احباب

دوران مقدمہ چند مخلص ہم وطن احباب گورداسپور میں میرے رفیق و ہمدم رہے۔ ان میں سے مولانا مولوی غلام محمد صاحب، قاضی تحصیل چکوال اور مولوی محمد حسن جی صاحب، قاضی تحصیل جہلم بطور گواہان استغاثہ اور مولوی پیر منور شاہ صاحب ساکن نلہ پیراں تحصیل جہلم و مولوی حکیم غلام محی الدین صاحب ساکن دیالی (سرگدھن) بطور گواہان صفائی طلب کرائے گئے تھے۔ افسوس ان میں سے اول الذکر ہر سہ احباب کا انتقال ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی ارواح کو جنت الفردوس میں اپنی نعماء وافرہ سے بہرہ یاب فرمائے اور ان کے پسماندگان کو حوادث دہر سے محفوظ و مصون رکھے۔

مولوی غلام محی الدین صاحب دیالوی جو میری محرم راز دوست ہیں اور یہ دوبارہ تصنیف انہی کے اصرار سے اشاعت پذیر ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ انکو ہمیشہ خوش و خرم رکھے آپ کو علمی کتابوں سے خاص شغف ہے اور مطبوعات جدیدہ سے خاص دلچسپی رکھتے ہیں۔ اخبارات و رسائل کے عاشق ہیں غرض انکا کتب خانہ قابل دید گویا ایک خاصہ لائبریری ہے۔ افسوس کہ آپ کی معذرت معزز بھائی صوبیدار فضل الدین صاحب کوئی اولاد نہیں ہے البتہ برخوردار مولوی فضل کریم مدرس لورڈ مل اسکول سرگدھن کے گھر میں

خدا تعالیٰ نے مولود مسعود بخشا ہے خدا اسکو عمر خضر علیہ السلام عطا فرمائے۔ اب حکیم صاحب اور تمام گھروالوں کی امیدیں اسی نور نظر سے وابستہ ہیں۔ اللہم احفظ من بلیات الزمن و حوادث الفتن۔

توجہ مشائخ کرام

ہمارے اصلی معین و مددگار ہمارے حضرات مشائخ عظام تھے۔ حضرت اقدس پیر مہر علی شاہ صاحب سجادہ نشین گوڑہ شریف کی خاص توجہ ہمارے شامل حال تھی اور آپ ہی کی دعا کی برکت سے ہمارے جملہ مراحل کامیابی سے طے ہوتے رہے ابتداء میں جب مقدمات شروع ہوئے تو میں حضرت والا کی خدمت میں باریاب ہوا اور عرض کی کہ اب دعا کا وقت ہے دوسری طرف سے ہر قسم کے منصوبے قائم ہو رہے ہیں اور ادھر مرزا جی کو یہ بھی دعویٰ ہے کہ انکی دعائیں قبول ہوتی ہیں اور انکے مخالف نکالیف میں مبتلا ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس بات سے تم بالکل بے فکر رہو ان شاء اللہ تعالیٰ تم کامیاب ہو گے اور مرزا جس قدر زور خرچ کرے اس مقابلہ میں ہزیمت ہی اٹھائے گا میں عہد کرتا ہوں کہ جب تک یہ معرکہ رہے ایک خاص وقت دعا کے لیے مخصوص رہے گا اور حق تعالیٰ سے نصرت و کامیابی کی دعا کی جایا کرے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا ایسے ایسے مشکل معرکے پیش آئے کہ ہر طرح سے مایوسی کا سامنا نظر آتا تھا لیکن حضرت پیر چشتی مدظلہ کی کرامت اپنا ایسا کرشمہ دکھاتی تھی کہ عقل حیران رہ جاتی تھی جس وقت مرزا کی جماعت کے بعض اشخاص حضرت والا کی اطلاع یا بی سمن شہادت پر کرا کر لے گئی تھے۔ مرزا نے اچھلتے کودتے پھرتے تھے کہ دیکھو پیر گوڑوی عدالت میں حاضر ہونے سے کس طرح بچ سکتا ہے لیکن آپ کو خدا نے حاضری عدالت کی تکلیف سے بالکل محفوظ رکھا حالانکہ مرزائیوں نے اسکے متعلق ناخوں تک زور

لگا لیا کیا یہ پیر چشتی کی ایک روشن کرامت نہیں ہے ایسا ہی دیگر مراتب میں بھی مرزا کی جماعت کو ناکامی حاصل ہوتی رہی ہم حضرت اقدس پیر صاحب مدظلہ کی اس باطنی توجہ کے کمال مشکور ہیں اور دعا ہے کہ ایزد تعالیٰ آپ کے ظل فیض کو دیر تک محدود رکھے۔ ایک دوسرے حضرت اہل کمال جناب مولانا مولوی فتح محمد صاحب ساکن جنڈی شریف ضلع گورداسپور تھے (جن کا افسوس کہ اب انتقال ہو گیا ہے) آپ فی الواقعہ ایک خدا رسیدہ اہل باطن کامل بزرگ تھے آپ کی صحبت سے ایسی لذت اور حظ حاصل ہوتا تھا کہ تمام لذات دنیوی اس کو مقابلہ میں بیچ ہیں آپ علاوہ ظاہری عنوم میں بھر ہونے کے باطنی علوم (تصوف سلوک) کے ایک دریا تھے، ایسے ایسے نکات اور معارف بیان فرماتے تھے کہ سن کر دل کو جذب ہوتا تھا۔ گورداسپور کے نواح کے لوگ تو آپ کی ذات والا پرندہ تھے اور بھی دور دراز اضلاع سے لوگ کثرت سے آ کر آپ کے فیض سے مستفید ہوتے تھے آپ کو ہمارے حال پر خاص توجہ تھی اور ہمیشہ دعا فرماتے تھے آپ کی طرف سے ہمیں مالی امداد بھی معقول ملتی رہی خدا حضرت مغفور کو غریق برکت فرمائے اور ان کے پس ماندگان کو برکت کثیر بخشے اس وقت آپ کے جانشین خلیفہ مولوی محمد شاہ صاحب ہیں جو بہت بابرکت بزرگ ہیں۔

ایک مجذوب فقیر

جن دنوں چیف کورٹ (لاہور) میں درخواست ہائے انتقال مقدمات جانمیں سے گذری ہوئی تھیں مرزائیوں کی درخواست تھی کہ مقدمات گورداسپور میں ہوں اور ہماری درخواست تھی کہ جہلم میں ہوں اتفاقاً نارکلی میں مجھے ایک مجذوب فقیر مل گئے جن کے بدن کے کپڑے مینے کھیلے پھٹے پرانے اور سر کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ مجھ سے السلام علیک کہہ کر پوچھنے لگے کہ جوان تم کون ہو؟ کہاں کے رہنے والے؟ یہاں کیا کام ہے؟

چونکہ میں منتظر تھا دوسرے روز چیف کورٹ میں پیشی تھی کچھ سادہ جواب دیکر نالنا چاہا کہ فقیر میں جہلم کا رہنے والا ہوں، یہاں کچھ اپنا کام ہے، فرمانے لگے کام ہے ہم سے چھپاتے ہو تمہارا قادیانی سے مقدمہ ہے چیف کورٹ میں تمہاری درخواستیں ہیں تم چاہتے ہو کہ مقدمہ جہلم میں ہو وہ چاہتے ہیں گورداسپور میں ہو تمہاری درخواست نہ منظور ہوگی اور مقدمات گورداسپور میں ہونگے۔ خدا کو منظور ہے کہ مغتری علی اللہ کو اس کے گھر میں ذلیل کیا جائے یا در کھو آ کر خراک تم فحیاب ہو گے اسکو ذلت بعد ذلت ہوگی اس وقت تمام اہل اللہ تمہارے لئے دست بدعا ہیں یہ تمہارا اور مرزا کا مقابلہ نہیں بلکہ یہ اسلام و کفر کا مقابلہ ہے۔ دیکھو مرزا نہ نبی ہے، نہ مہدی، نہ مجدد، نہ ولی۔ نبی کی تو یہ شان تھی کہ وہ ایک چٹائی پر سوتا تھا اور انکی بیوی دوسری چٹائی پر مرزا کی بیوی سیکنڈ اور فیسٹ کلاس ریلوے میں سفر کرتی ہے۔ سونے کے خلیاں پہنتی ہے یہ دنیا طلبوں کا کام ہے۔ نبی اللہ کو یہ طاقت بخشی جاتی ہے کہ زمین و آسمان اسکا کہنا مانتے ہیں موسیٰ علیہ السلام نے دریا کو کہا پھٹ جا پھٹ گیا۔ پھر جب اس میں فرعون داخل ہوا تو کہا اہل جا ایسا ہی ہوا دشمن تباہ اور نبی اللہ معہ اپنے رفقاء کے صحیح و سلامت پار ہو گیا۔ مرزا کو طاقت ہو تو تمہارے دل پر قابو حاصل کرے اس وقت وہ سخت تکلیف میں ہے۔

یہ بھی خیال مت کرو کہ وہ مہدی ہے مہدی علیہ السلام جب آئیں گے تو پہلے انکی آمد کی اطلاع اہل اللہ کو دی جائے گی وہ سب ان کے ساتھ ہوں گے۔ حفاظ و علماء ان کے حلقہ میں ہونگے۔ تم دیکھتے ہو سوائے نور الدین کے اسکے ساتھ کون ہے مرزا بھی دنیا کا کینڑا اور نور الدین بھی۔ تمام اہل باطن اور علماء اسلام مرزا کے دعاوی کے مخالف ہیں خبردار گھبرانا مت۔ تا سید الہی تمہارے شامل حال رہے گی تم کو کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ مخالف طرح طرح کی مصائب میں مبتلا ہوگا، ایسا ہی ہوا۔ اس اثناء میں مجھے کبھی سر در تک کا عارضہ لاحق نہ

ہوا۔ مرزا جی غش کھا کر کچہری میں گرے فطلدین چار پائی پراٹھا کر کچہری میں لایا گیا۔
فاعتبروا یا اولی الابصار۔

مذکورہ بالا واقعات تو جناب مرزائی قادیان کے دور حیات کے ہیں۔ نا انصافی ہوگی اگر ہم اپنے دوست کے حالات وفات سے ناظرین کو محروم رکھیں۔ اسلئے آپ کی وفات کے متعلق بھی کسی قدر خامہ فرسائی کی جاتی ہے۔

وفات مرزا

ہر چند مرزا صاحب دوسروں کی وفات کی خبریں سن کر خوش ہوتے اور اپنے کسی مخالف شخص کی مرگ سے اپنے نشانات اور پیشگوئیوں کے نہرات میں اضافہ فرمایا کرتے تھے مگر آخر کار بنجم کل نفس ذائقۃ الموت ایک دن بھی آپہنچا کہ بڑے بڑے دعاوی کے مدعی (مرزا جی) عین ایام غربت میں دارالامان قادیان سے دور فاصلہ (شہر لاہور) میں ایک مہلک بیماری ”کالرا“ میں مبتلا ہو کر بہت ہی جلدی شکار ہنگ اجل ہو گئے۔ کسی شخص کی نیکی یا بدی یا اسکی بزرگی وغیرہ کا ثبوت اسکی وفات کے بعد بھلی یا بری شہرت سے ملتا ہے۔ جو نیک ہوتے زبان خلق پر انکی نیک شہادت ہوتی ہے مقدس نفوس کی وفات کے بعد ان کی میت کی خاص عزت اور احترام ہوتی ہے جس طرح زندگی میں ان سے فیض حاصل کرنے کیلئے مخلوق خدا حاضر ہو کر ان کے قدموں پر گرتی ہے۔ ان کی وفات پر ان کی میت کی زیارت کے لیے خلق خدا اطراف و اکناف سے ٹوٹ پڑتی ہے ان کے جنازہ میں شمولیت باعث سعادت سمجھی جاتی ہے اور ہر ایک زبان پر ان کا ذکر خیر جاری ہوتا ہے اور ہر ایک آنکھ ان کے غم میں خون کے آنسو بہاتی ہے۔

چند مقدس نفوس

اس کے ثبوت کے لیے چند ایک مقدس ہستیوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جن کی وفات کے بعد ان کے جنازہ کی عزت اور معیت کا احترام کیا گیا۔

۱..... امام طاؤس (تابعی) کا جب جنازہ اٹھایا گیا تو آدمیوں کا اس قدر ہجوم تھا کہ جنازہ کسی طرح نہ نکل سکتا تھا آخر حاکم وقت نے فوج بھیجی اور اسکے اہتمام سے جنازہ نکلا۔

۲..... حضرت عبداللہ بن حسن کے جنازے کو جو لوگ اٹھائے ہوئے تھے اڑوہام خلق کی وجہ سے انکا لباس پارہ پارہ ہو گیا۔

۳..... حضرت امام الحرمین نے جب وفات پائی تو تمام شہر نیشاپور کے بازار ان کے ماتم میں بند ہو گئے اور جامع مسجد کا ممبر جس پر بیٹھ کر خطبہ پڑھتے تھے تو ڈوب گیا۔

۴..... امام ابو جعفر طبری کی قبر پر کئی مہینے تک شب و روز نماز جنازہ پڑھی گئی۔

۵..... امام ابن داؤد کے جنازہ کی نماز آستی دفعہ پڑھی گئی کل نمازیوں کا تخمینہ لگایا گیا تو تین لاکھ ہوا۔

۶..... امام اعظم کے جنازہ کی نماز بعد دفن بیس روز تک ہوتی رہی۔

۷..... امام احمد حنبل کے جنازہ پر قدرتی پرندوں نے سایہ کیا ہوا تھا۔ جسکو دیکھ کر ہزاروں یہودی مسلمان ہو گئے تھے۔

۸..... مولانا مولاوی غلام قادر صاحب مرحوم کا جنازہ جب شہر لاہور میں اٹھایا گیا تو ہجوم خلافت اس قدر تھا کہ نماز جنازہ باہر پریڈ میں پڑھی گئی۔ کارخانوں کے مزدوروں نے اس روز مزدوری موقوف کر کے شمولیت جنازہ کی۔

۹..... غازی عم الدین شہید کا جنازہ ایک لاکھ نفوس نے پڑھا۔ بڑے بڑے مقتدر لیڈر پلیڈر سرد وغیرہ شریک جنازہ ہوئے۔

۱۰..... عاشقان رسول میاں امیر احمد اور خان عبداللہ خان کے جنازہ میں باوجود اطلاع عام نہ ہونے کے قریباً پچاس ہزار نفوس شامل ہوئے۔

۱۱..... مولانا محمد علی مرحوم کی وفات ملک انگلستان دارالکفر میں ہوئی۔ ان کی میت کا کس قدر احترام ہوا کس کس اہتمام و احتیاط سے کس پاک جگہ (بیت المقدس) میں پہنچا کر دفن کی گئی۔ جس کے تقدس و تبرک پر آیت قرآن بار کنا حوالہ گواہ ہے۔ بیت المقدس میں میت کی آمد پر جو استقبال ہوا اخبار بین حضرات اس سے بخوبی آگاہ ہیں۔ سول و ملٹری کے معزز افسران میت کی اردل میں تھے۔ ہجوم خلایق کے باعث شانہ سے شانہ چھلتا تھا۔ شرکاء جنازہ کی تعداد کا اندازہ نہیں لگایا جاسکا۔

مرزا صاحب کا جنازہ

اب ہم مرزا صاحب کے بعد از وفات حالات پر نظر ڈالتے ہیں آپ کی موت وطن سے بہت دور اس وقت ہوئی جب مقابلہ کے لیے آپ کے مخالف علماء آپ کو چیلنج کر رہے تھے اور میدان میں نکلنے کی پرزور دعوت دی جا رہی تھی یکا یک آپ ایک سو ذی مرض ہیضہ میں مبتلا ہو کر اگلے عالم جاودانی ہو گئے۔ شرکاء جنازہ ڈیڑھ درجن سے زائد نہ تھے عوام الناس نقلیں اتار کر مرنے والے کی تشفیک کا مظاہرہ کر رہے تھے پھر آپ کی نعش کو کسمپرسی کی حالت میں خرد جال (مال گاڑی) پر لا کر قادیاں میں پہنچایا گیا۔ افسوس مرنے والا بہت سی حسرتیں دل میں لیکر لحد میں جاسویا۔ ابھی تو دولہا بننا تھا محمدی بیگم بیاہ لانی تھی۔ بڑے میاں اپنے پیارے صنم کو خوش نصیب رقیب (مرزا سلطان محمد) کے ہاتھ چھوڑ کر دنیا سے چل بے۔ ہیہات ثم ہیہات۔ نمر

جدا ہوں بار سے ہم اور نہ ہو رقیب جدا ہے اپنا اپنا مقدر جدا نصیب جدا

متصل حالات وفات کے متعلق ذیل میں چند مضامین نشر و نظم سراج الاخبار جہلم مطبوعہ ۲ جون و یکم ستمبر ۱۹۰۸ء سے درج کئے جاتے ہیں۔

مرزا صاحب قادیانی کی ناگہانی موت

ہائے مرزا قادیانی مر گیا تہلکہ مرزائیوں میں ہے پڑا
سرگوں ہے آج مینار المسیح قادیاں دار الحزن اب ہے بنا
دشمنوں کی موت پر ہنستے تھے کل آج اپنے گھر میں ہے ماتم بپا
کل شی ہالک الا وجہہ دوستو انسان کی ہستی ہے کیا
افسوس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مہدویت و مسیحیت اور نبوت و رسالت کے دعویدار جوان دنوں اپنے آرام گاہ (قادیان) سے نکل کر شہر لاہور میں اقامت پذیر تھے اور بڑے زور و شور سے لیکچروں اور وعظوں کے جلسے سنا رہے تھے یکا یک ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء بروز سہ شنبہ مرض ”ہیضہ“ میں مبتلا ہو کر دن کے دس بجے اس دار فانی سے عالم جاودانی کو سدا رہ گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون لاہور سے ایک نامہ نگار اطلاع دیتے ہیں پانچ بجے آپ کا جنازہ پولیس کی حفاظت میں اسٹیشن ریلوے پر پہنچایا گیا اور اس وقت صرف پچیس تیس آدمی جنازہ کے ساتھ تھے۔ آپ کی نعش قادیاں پہنچائی گئی۔ اللہ اکبر اس واقعہ عبرت افزا سے دنیائے ناپائیدار کی بے ثباتی کا نقشہ آنکھوں کے سامنے بھر جاتا ہے۔ مرزا جی تو کس دہن سے اپنی لن ترانیوں میں لگے ہوئے علماء دنیا کو گھور رہے اور انکو موت کی دھمکیاں دے رہے تھے کہ ناگاہ اجل نے انکو خود ہی آدلوچا : نمر

ما در چہ خیالیہ و فلک در چہ خیال کارے کہ خدا کند فلک را چہ بجل
آن کی آن میں کام تمام ہو گیا مرزا جی کی موت کا غیر تاک نظر رواں قابل ہے

کہ اہل بصیرت اسکی طرف آنکھ کھول کر دیکھیں وہ انسان جو بہت بڑی دعاوی (رسالت و نبوت بلکہ الوہیت) کا مدعی تھا جو کہتا تھا کہ خدا نے مجھے پکار کر کہہ دیا ہے کہ انا معک فی کل موطن (۲۳ جنوری ۱۹۰۸ء) انی انا الرحمن اصرف عنک سوء الاقدار (۲۷ جنوری ۱۹۰۸ء) یعنی میں خدا ہر موقع میں تیرے ساتھ ہوں۔ میں رحمان تیری طرف سے برے مقدر کو پھیر دوں گا۔ ایسی بے کسی اور بے بسی کی حالت میں جان دیکر اپنے ان تمام الہامات کو چھوٹا کر کے اگلے جہان کو چلے یا نہ تو الہام کنندہ نے ردِ تقدیر کیا نہ حافظِ حکیم اور ڈاکٹر راج مرید جو ہر وقت آپ کے ساتھ تھے کچھ مدد کر سکے، نہ نشانِ مسیحیت نے ہی کچھ شفا بخشی، نہ کئی لاکھ مرید اس آڑے وقت میں کچھ حمایت کر سکے۔ آخر موت کا پیالہ چینا پڑا اور موت بھی وہ جسکی نسبت آپ مدتوں سے الہام سنار ہے تھے کہ ایسی بیماریوں سے میں نے بالکل محفوظ رہنا ہے کیونکہ ایسی موت کسی نبی، صدیق، ولی کے پاس تک نہیں آسکتی (دیکھو پیر ۱۶ ص ۱۹۰)۔ طرفہ یہ کہ آپ بڑی تھدی سے پیشگوئیاں کر رہے اور الہام سنار ہے تھے کہ جب تک میرے تمام دشمن میری آنکھوں کے سامنے مر نہ جائیں میں نہیں مروں گا۔ ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب نے ۲ جولائی ۱۹۰۷ء کو پیشگوئی کی تھی کہ مرزا چودہ ماہ تک مر جائے گا اور مرزا جی نے اشتہارِ تبصرہ میں کھلے طور پر اعلان کر دیا تھا کہ ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ بلکہ اسکے برعکس عبدالحکیم نے ہماری آنکھوں کے سامنے مرنا ہے اور ہماری عظیم الشان پیشگوئی پوری ہوتی ہے۔ لیکن چونکہ یہ ساری باتیں انکل پچو تھیں اور منجانب اللہ نہ تھیں سب بیکار گئیں جیسا کہ عبدالحکیم نے الہی تفہیم سے پیشگوئی کی تھی وہ حرف، حرف پوری ہو کر لکل فرعون موسیٰ کے مضمون کو ثابت کر گئی اور مرزا جی کے دعاوی منجانب اللہ نہ ہونے پر مہر ہو گئی جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل کان زهوقا، مرزا جی ہر چند اپنی زندگی میں اس بات کے مدعی تھے کہ

آپ دین اسلام کی حمایت اور مخالف ادیان کے قلع قمع کیلئے مبعوث ہوئے ہیں لیکن دین اسلام کو آپ کے وجود مسعود سے کچھ فائدہ نہ پہنچا مخالف ادیان کے لوگوں کو اسلام سے مشرف کرنا تو بجائے خود رہا آپ نے کروڑ ہا مسلمانانِ روئے زمین کو جو آپکی رسالت کا کلمہ نہ پڑھیں اسلام سے خارج کر دیا اور کافر کہہ دیا۔ اور اس بات پر اپنی موت سے پہلے تین چار روز بھی جب مسٹر فضل حسین بیرسٹر لاہور نے اس بارے میں آپ سے گفتگو کی بصدِ قائم رہے تفرقہ ایسا پھیلایا کہ بھائی کو بھائی سے باپ کو بیٹا سے الگ کر دیا اپنی جماعت کے آدمیوں کو مسجدوں میں جا کر باقی مسلمانوں کے ساتھ جماعت نماز میں شامل ہونے سے روکا بلکہ ایک دوسرے کو سلام عکب کہنے سے بھی روک دیا حج و زکوٰۃ کی ادائیگی آپ کے ملنے والوں سے قطعی چھوٹ گئی۔ نماز میں تخفیف دو تین کوس جانے سے بھی قصر نماز اور افطار روزہ کی اجازت عام تھی اور زکرواد کا رجاہات دریا ضت کثرت عبادت کے تمام طریقہ جو سلف صالحین میں زمانہ نبوت سے شروع ہو کر آج تک چلے آتے تھے بدعت ضالمت میں داخل ہونے کا حکم دیا گیا تھا۔ فخرِ تعلیٰ کا یہ حال تھا کہ خود کو حضرت علیؑ اور امام حسنؑ و حسینؑ سے افضل سمجھتے تھے۔ عموماً مرزائی اخبارات میں ایسے کلمات آپکی طرف سے ہمیشہ شائع ہوا کرتے تھے کہ ایک تم میں ہے جو حسین سے بہتر ہے اور ع

”کہ صد حسین ست در گریانم“

حالانکہ آج تک امت محمدیہ سے کسی بزرگ اسلام کو ایسا کہنے کی جرأت نہ ہوئی تھی یہاں تک ہی بس نہ تھی بلکہ حضرت عیسیٰؑ سے بھی افضلیت کا ادعا تھا اور پکار کر کہتے تھے نعرہ ایک منم کہ حسب بشارات آدم عیسیٰؑ کجا ست تا بنہد یا بمنبرم اور کہ نعرہ

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے
مرزا جی کے دعاوی شرک جلی سے اجلی تک پہنچ چکے تھے اور کہتا تھا کہ زمین و
آسمان میرے تابع ایسے ہیں جیسے خدا کے تابع۔ اور کہ میں خدا سے ہوں اور خدا مجھ سے۔
اور میں خدا کی اولاد کے جا بجا ہوں و قس علیٰ ذلک حالانکہ قرآن کریم نے ایسی
باتوں کی بزور تردید کر دی تھی۔ خیر جیسے دعاوی زبردست تھے ایسا ہی مرزا جی کا خاتمہ بھی
نرالے طور پر ہوا۔ دارالاسن (قادیان) سے جلاوطن ہو کر دار غربت لاہور میں داعی اجل کو
لبیک کہا، ہیضہ کی موت (جس کو کتے کی موت سے تعبیر کیا کرتے تھے) سے مرنا ڈاکٹروں
حکیموں کی تدابیر کا خاک میں مل جانا علماء کرام کا بار بار دعوت مناظرہ دینا پانچ ہزار روپیہ بھی
پیش کرنا مرزا کا میدان میں نہ نکلنا حضرت حاجی صوفی سید جماعت علی شاہ صاحب دم
برکتہم کا ۲۲ مئی کو ہزار ہا آدمیوں کے رو برو شاہی مسجد میں پیشگوئی کرنا کہ مرزا بہت جلدی
عذاب سے ہلاک ہوگا اور اسکے بعد چار دن کو تمام مخالف علماء کی موجودگی پر ہی یوں ناگہانی
مہلک اور عذابہ بیماری میں مبتلا ہو کر مر جانا یہ ایسے واقعات ہیں جو مرنے والے کے بر
خلاف زبردست اس امر کا پیش کر رہے ہیں کہ وہ مفتوی علی اللہ تھا۔ اس نے دانستہ خدا
پر جھوٹ باندھا اور اسکی سزا میں یہ واقعات اس کو پیش آئے۔ فاعتبروا یا اولی
الابصار۔

مرزا جی کے وہ وعدے اب کہاں ہیں کہ محمدی بیگم ضرور میرے نکاح میں آئے
گی کیونکہ میرا اور اسکا آسمان پر نکاح ہو چکا ہے اور یہ ایسی اٹل پیشگوئی ہے کہ زمین و آسمان
ٹل جائیں اور یہ نہ ٹلے۔ اور کہ مولوی محمد حسین ضرور ضرور میری زندگی میں میرا مرید بن
جائے گا۔ اور کہ مولوی ثناء اللہ جو میرے برخلاف لکھا کرتا ہے میری زندگی میں مر جائے گا۔

وغیرہ وغیرہ مرنے والا تو اب ان تمام باتوں کی جوابدہی سے عاجز ہو کر لحد میں جا سویا ہے کیا
اسکا کوئی حواری اب جواب دینے کی جرأت کر سکتا ہے۔ ہمارے خیال میں جواب دینا تو
قیامت تک بھی محال ہے اب مرزائی دوستوں سے ہم بادب کہتے ہیں۔

ع ”اب ہو چکی نماز مصلیٰ اٹھائیے“

دیر کرنے کا اب موقعہ نہیں مرزائی دعاوی سے تا تب ہو کر جلدی اسلام قدیم کا
دامن پکڑ لیں۔ والحق احق بالاتباع۔

تاریخ وفات مرزا غلام احمد قادیانی

ہائے مقدر موت تو نے کیا کیا
ہائے بھلائے یہ کیا صدمہ دیا
آن کی اک آن میں کیا غم دیا
راحت و آرام جس سے کھو گیا
صد ہزار راں بندگان دہر کو
خاک میں پامال تو نے کر دیا
جو کیا کرتے تھے بس دعوے بڑے
اب کہیں ان کا نہیں ملتا پتا
بادشاہ مصر وہ فرعون بھی
جو کہا کرتا تھا میں ہی ہوں خدا
آخرش پنجہ سے اے موت تیرے
وقت آنے پر نہ ہرگز بچ سکا
ایسے ہی نمرود اور شداد کو
تو نے چپکے دم کے دم میں آلیا
آد وہ ہامان با سامان بھی
چھوڑ کر دنیائے فانی چل بسا
کر دیا اے موت تو نے کام وہ
جس کا تھا تجھ کو ہمیشہ سے مزا
ہائے یعنی قادیاں کا وہ رسول
جس کا تھا شہرہ جہاں میں بچ رہا
جو کہ منصبہائے مہدی اور مسیح
زور بازو سے تھا حاصل کر چکا
جس کی سپائی میں تھے لاکھوں نشان
آسمان صبح و مساء دکھلا رہا
جبکی اب ادنیٰ سے خفگی سے جہاں
بتلائے رنج و حزن ہو گیا

زلزلوں کی استقدر کثرت ہوئی
تیرے چنچے میں پھنسا ایسا کہ وہ
کہتے ہیں اب تو حواری ہائے ہائے
یہ ہلائے ناگہانی کا لرہ
جو ہمارے مرزا کی روح کو
چل بسا تو خود تو دنیا سے ولیک
ہم نے جانا قادیاں دارالاماں
ہم نے مانے آپ کی الہام سب
تو کرشن اور مہدی اور مسیح
کہدیا جو کچھ کہ تو نے الغرض
تیرے مرنے پر جو رسوا ہم ہوئے
اب مخالف کہتے ہیں سارے ہمیں
ہو گئے الہام جھوٹے آپ کے
کر رہی دنیا ہے جن پر اعتراض
وہ نشان غضب رب عالم کہاب
دیر تک ہم منتظر اس کے رہے
وہ نکاح آسمانی دلپذیر
گردش قسمت سے اے جان جہاں
میرزا اور میرزانی کو ہوئی
ہے مبارک کا کہاں نعم الہدٰی

ہو گیا عالم میں اک محشر ہوا
تاقیامت ہو نہیں سکتا رہا
ہم پہ کیا قہر خدا نازل ہوا
آگیا لاہور میں بکر قضاء
لیکے سوئے عالم برزخ اڑا
ہم ہیں رنج و غم میں تیرے بتلا
اور مانا تجھ کو اپنا مقتداء
اور تیقن تیری باتوں پر کیا
آگیا دنیا میں بکر رہنما
ہم نے امنا و صدقنا کہا
اسکو یا ہم جانتے ہیں یا خدا
پیشوا وہ اب تمہارا کیا ہوا
جھوٹ نکلا آخرش دعوئی تیرا
ایک بھی جن سے نہیں سچا ہوا
جس کی پیدائش کا اک الہام تھا
آج تک لیکن نہیں پیدا ہوا
جس کا سہرا تم نے باندھا برسا
یہ تیرا ارمان دل میں ہی رہا
نوجوانی کب بڑھاپے میں عطا
تبصرہ میں ذکر ہے جسکا لکھا

عمر اسی سال تیری کب ہوئی
بچ رہے گا قادیاں طاعون سے
تو نے کب تکمیل کی منار کی
تیرے کپڑوں سے ہیں ڈھونڈیں برکتیں
ہیں مخالف جاگتے جیتے تمام
چھوڑنا پیچھا نہیں امر تیری
لے گیا میدان بازی ڈاکٹر
بن نہیں پڑتی مقابل غیر کے
قادیاں مشہور تھا دارالاماں
بن گیا دارالاماں دار الحزن
بوستان قادیاں کا ہر شجر
ہے غرض گرداب میں کشتی قوم
اے مسیحا ایک دم کے واسطے
حرقہ فرقت سے سینے چاک ہوں
رات دن بیتاب ہے جان حزیں
چھوڑ دے اے دل نہ کر شور و شغب
چاند کی چوہسویں منگل کا دن
گردش گردوں دوں سے دوستو
فکر سال فوت جب مجھ کو ہوئی
سال رحلت کو کرے پورا وکیل

کب زلزل آئے یہاں محشر نما
بچ کہو تم ہی کہ کب وہ بچ رہا
خرچ جس پر تھا ہزاروں تک ہوا
بادشاہان جہاں نے کب بھلا
دن بدن ہے جوش انکا بڑھ رہا
منہ دکھا سکتے نہیں اس کو ذرا
ہم رہے پڑھتے تیرا وہ تبصرا
کرتے ہیں گو عقل سوزی داما
چلتی تھی یہاں شادمانی کی ہوا
چل گئی کیسی الہی یہ ہوا
سرنگوں باد مخالف سے ہوا
اس کو اب اے ناخدا لینا بچا
حال دیکھو اس دل بیار کا
آتش غم سے ہے دل جتا مرا
بے کلی دل میں ہے ہر دم حسرتا
کر بیان اب اصل اپنا مدعا
اور مہینہ ربیع الثانی کا تھا
جب چراغ قادیاں گل ہو گیا
باتھن غیبی نے فوراً کہہ دیا
صادق و کاذب کا بس جھگڑا چکا